ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور
مئی 2003
اشاعت کا
153
واں مہینہ
سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین
The Cruel Man
Behind The Killings
عراقی سفیر نے کہا خون سے لکھے
پھول بچوں کے پیغام کو ہم کبھی فراموش نہ کر سکیں گے
بم کی آوازیں مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں مگر
زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے
عراقی بچوں کیلئے وصی شاہ کی دل سوز لوری
نوائے وقت
عراقی بچوں سے یکجہتی کیلئے
چکوال سے اسلام آباد
پھول کی 135 کلو میٹر لمبی واک
NO
WAR
قیمت 15 روپے

WAVES
APPLIANCES
هذا من فضل ربی
بجلی کا بل آدھا
کولنگ سب سے زیادہ
100% Imported
IN DOOR UNIT
OUT DOOR UNIT
Unbeatable offer
Never before
Never again
17,900/-
FREE
Installation Kit +
Electric Control Wire
Worth Rs. 2000/-
Wall Mounted Units
Cooling: 9,000BTU 12,000BTU 18,000BTU 24,000BTU
Prices: 17,900 20,900 28,900 36,900
For LCD + 1,000/-
Floor Standing Units
Cooling: 30,000BTU 48,000BTU
Prices: 55,900 79,900
مطلوبہ AC کی عدم دستیابی کی صورت میں -/5000 روپے دیکر بکنگ کروالیں۔ تاکہ موجودہ قیمت آپ کے لئے برقرار رہے۔
WAVES WARRANTY
5+1 YEARS COMPRESSOR & FREE SERVICE
HARIB-120403
نام ہی کافی ہے
www.waves.net.pk

(جنگ سے نفرت اور محبت سے محبت کرنے والوں کیلئے)

لوری

ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے
ماں! مجھے لوری سناؤ نا
سُلا دو نا مجھے
رت جگے اب تو مقدر ہیں مری پلکوں کا
نیند آئے تو لئے آتی ہے بغداد کی یاد
آنکھ لگتے ہی کوئی بیوہ اٹھا دیتی ہے
پیٹ کتنا ہی بھروں بھوک نہیں مٹتی ہے
جلتے بصرہ کی مجھے پیاس جگا دیتی ہے
کوئی قندھار کی وادی سے بلاتا ہے مجھے
ذکر قندوز کا آئے تو مجھے لگتا ہے
کاٹ کے سر کوئی ہنستا ہے، جلاتا ہے مجھے
بم کی آوازیں مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں مگر
زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے
ماں میری آنکھیں تو پتھر کی ہوئی جاتی ہیں
نوجواں لاشے یہ رونے نہیں دیتے ہیں مجھے
میرے سینے پہ رکھو ہاتھ
رُلا دو نا مجھے......!
ماں! مجھے لوری سناؤ نا
سُلا دو نا مجھے......!
ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے......!

وصی شاہ

Exclusive for PHOOL

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

پھول کی ادا سب سے جدا

چیف ایڈیٹر... مجید نظامی

ایڈیٹر... اختر عباس

مئی 2003ء

میرا نام.........ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

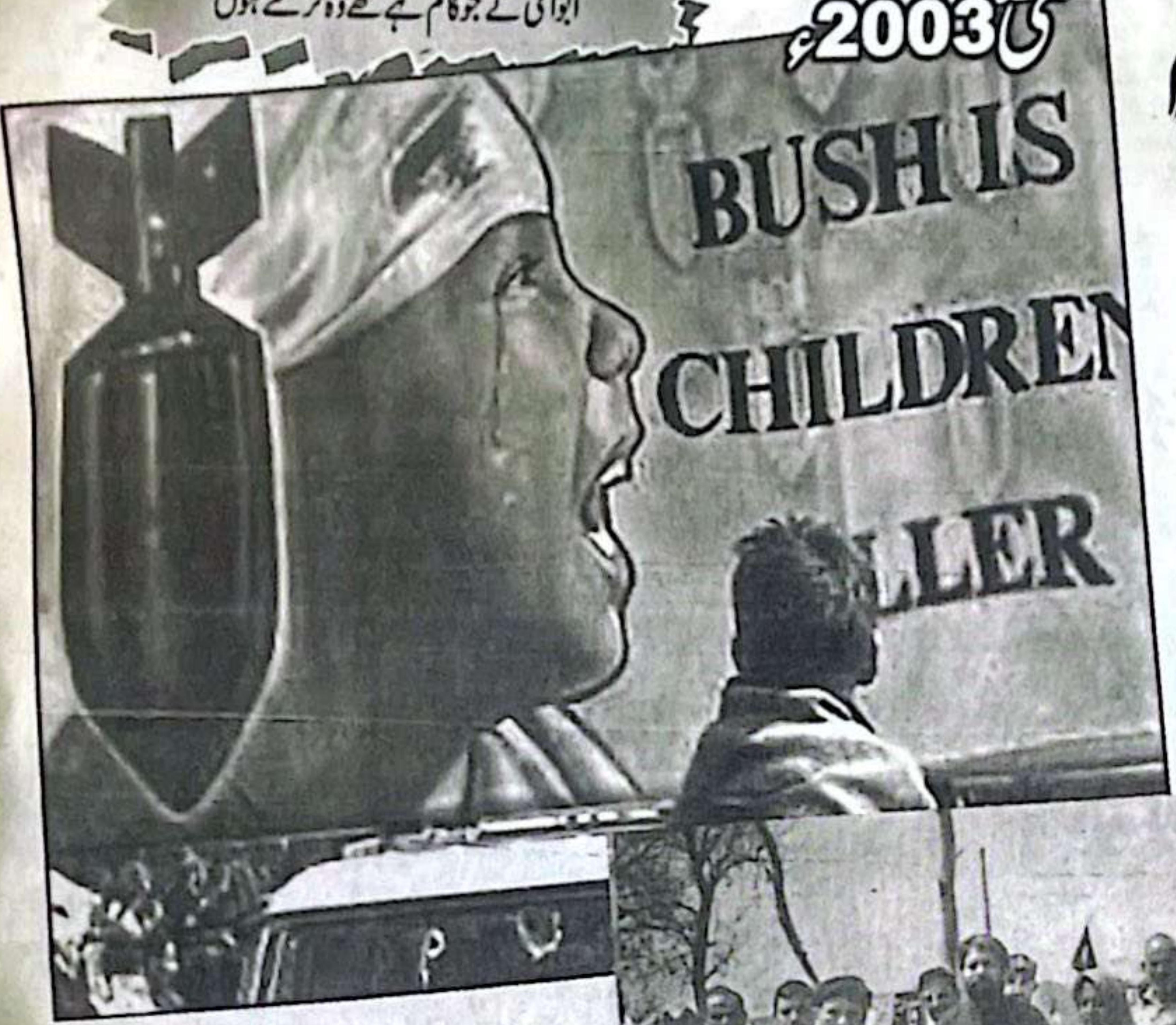

پھول رنگ

Stories

ننھی منی کہانیاں	مظہر نواز صدیقی	12
چھٹے خان کا گاؤں	نور محمد جمالی	14
دور کے ڈھول سہانے	پروفیسر محمد ظریف	16
جھوٹ کے پاؤں	ساجد محمود ساجد	18
دھندلا منظر	ربیعہ علی	22

64

ڈیپارٹمنٹ

اداریہ	ایڈیٹر بھیا	7
طلع البدر علینا	فائمہ عروج	24
پڑھ تو سہی	محمد زمان خان	34
یہ ہے سائنس کی دنیا	الطاف ملک	36
آپ بیتیاں		37
لکری	نجمہ سعدیہ	48
ٹیلی فونک کالم	براہ راست ڈائلنگ	52
ہم بھی شعر کہتے ہیں	نوید جان	54

رشتہ	علی سفیان آفاقی	26
قدیر کہانی	شاہد نذیر چودھری	30
کیسے رنگ	گوہر ملیسانی	32
تپتے صحرا میں	محمد شعیب مرزا	43
شیشے کا مسیحا	محمد شاکر کاوش	45
صبح جزا	افروز فاطمہ	67
زندہ کہانی	پروفیسر خالد پرویز	72
بیڈ ٹائم سٹوری		74

Columns

کرنیں	پھول کری ایٹو	6

50

"ناداں بچوں" کو سمجھدار بنانے کیلئے پھول کونسلنگ سروس کا دورہ
گم شدہ اور گھر سے بھاگے بچوں کے درمیان

Phool Makes You Brave But Kind

سب ایڈیٹر۔۔منظر وحید

ڈیزائنر۔۔عامر شکیل عامر

السٹریٹر: آیت اللہ

آرٹ ایڈیٹر۔۔شعیب قادر

نئی زندگی	فائز سیال	56
پھول بڑا مقبول	کھٹے میٹھے خطوط	60
Sports on	فرحان جاوید	70
الحدیث	نسیم اختر شیخ	78
	Exclusive	
لوری	وصی شاہ	3
امی جنگ کیا ہوتی ہے	سیدہ نسرین سحرش	9
دعا		11
پالکی	محسن فارانی	29
حفیظ تائب کے گھر	عبدالصمد مظفر	39
Back to Quiad	منظر وحید	47
چکوال سے اسلام آباد تک واک	ڈاکٹر اکرام الحق	64

http/www.phool.com.pk

akhtarabbas_phool@hotmail.com

اگر آپ ماہنامہ پھول بذریعہ ڈاک ہر ماہ گھر بیٹھے حاصل کرنا چاہیں

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

پاکستان میں	400روپے
براعظم یورپ ایشیا	1200روپے
براعظم امریکہ آسٹریلیا	1400روپے

ماہنامہ پھول 4۔شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

فون 007 222 111

6367551-4 فیکس 6367616

مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا

SPORT ON

70

رشتہ 26

اچھوتے موضوع پر جناب علی سفیان آفاقی کی نئی سلسلہ وار کہانی

قدیر کہانی 30

یوم تکبیر پر پھول کا خصوصی تحفہ ...... ایک ہیرو کی کہانی جو آپ کو بہت اچھا لگتا ہے

سرجی پکوڑے 58

ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ کا ماجرا..... وہاں 9 افسر اور ایک خانساماں بیسن سے کچھ بنانے کے طریقوں پر غور کیلئے جمع تھے

نعت گوئی کے 28 سال ۔ 8 کتابوں کی تصنیف ۔ پنجاب یونیورسٹی میں استاد

حکومت پاکستان نے ادب میں اعلیٰ خدمات پر پرائیڈ آف پرفارمنس سے نوازا

حفیظ تائب کے گھر جنہیں اللہ جی نے اپنے محبوب کی تعریف کیلئے چن رکھا ہے

کرنیں

(انتخاب: پھول کری ایٹو ڈیپارٹمنٹ)

یہ دنیا وہ دنیا

میری بات چھوڑیئے میں تو ایک ادھ پڑھ شخص ہوں۔ پڑھے لکھے دانشور اور سائنس دان جنھوں نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے وہ بھی قرآن کے کئی ایک نکات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ابھی ہمارا علم، ہماری تحقیق خام ہے اس لئے ہم قرآن کے گہرے اشارات کو نہیں سمجھ سکتے۔ آج کے سائنسدان اور محقق قرآن کی ایک اور خصوصیت کو حیرت سے دیکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ: عام طور پر مذہبی کتابیں اس دنیا اور زندگی کو اہمیت نہیں دیتیں۔ کہتی ہیں اس دنیا سے منہ موڑلو۔ یہ دنیا ایک بصری دھوکہ ہے۔ Illusion ہے۔ دیکھنا چاہتے ہو تو آنکھیں موندلو۔ یہ زندگی فانی ہے اسے حقیقت نہ سمجھو۔ اس کے برعکس قرآن اس دنیا اور زندگی کو اہمیت دیتا ہے۔

قرآن بار بار ہماری توجہ کائنات کی طرف مبذول کرتا ہے۔ بار بار کہتا ہے۔ ''تم دیکھو تو ہم نے زمین کو کیسے بنایا ہے۔ آسمان کو کیسے سجایا ہے۔ دیکھو تم ہم نے زمین سے بوٹے کیسے اگائے ہیں۔ تم دیکھو تو سہی پھر ان چیزوں پر غور کرو۔''

ایک جگہ قرآن کہتا ہے کہ: یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ سوچتے نہیں
ان کے پاس کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں
وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

دوسرے مذاہب کی طرح قرآن یہ نہیں کہتا کہ اس دنیا سے دل نہ لگاؤ۔ اس دنیا کو تیاگ کر پہاڑ کی کسی کھوہ پر بیٹھ کر خدا کے نام کا جاپ کرو۔ قرآن دنیا سے علیحدگی کا سبق نہیں دیتا۔ الٹا اس دنیا اور زندگی کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے کہ یہی وہ بوٹا ہے جس پر آخرت میں بہشت یا دوزخ کا پھل لگے گا۔

دانشور اور سائنسدان کہتے ہیں کہ قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ دین اور دنیا میں ہم آہنگی پیدا کرو۔ توازن پیدا کرو...... Adjustment پیدا کرو۔ لوگوں سے اچھے تعلقات پیدا کرو۔ اللہ سے بھی اچھے تعلقات قائم رکھو۔ سکھی رہو سکھی رکھو۔ دوسروں کو اذیت دو نہ خود کو اذیت دو۔ اسلام دین اور دنیا میں توازن پیدا کرتا ہے۔

اپنی اپنی آگ

دوزخ کے متعلق تذکرہ غوثیہ کی ایک کہانی مجھے اپیل کرتی ہے۔

پہاڑ کی کھوہ میں ایک فقیر رہتا تھا جو دن رات عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بالکا بھی تھا۔ فقیر حقہ پینے کا شوقین تھا اس لئے اس نے اپنے بالکے کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر وقت آگ کا انتظام رکھے۔

ایک روز آدھی رات کے وقت فقیر نے بالکے کو حکم دیا کہ چلم بھردے۔ بالکے نے دیکھا کہ بارش کی وجہ سے آگ بجھ چکی تھی۔ اتفاق سے ماچس بھی ختم ہو چکی تھی۔

بالکا گھبرا گیا کہ اب کیا کرے۔ اس نے فقیر سے کہا: ''عالی جاہ آگ تو بجھ چکی ہے ماچس ہے نہیں کہ سلگالوں۔ فرمایئے اب کیا کروں؟''

فقیر جلال میں بولا: ''ہم تو چلم پئیں گے۔ جاؤ آگ جہنم سے لاؤ۔'' بالکا چل پڑا۔ چلتے چلتے جہنم جا پہنچا۔ دیکھا کہ جہنم کے صدر دروازے پر ایک چوکیدار بیٹھا اونگھ رہا ہے۔

بالکے نے اسے جھنجھوڑا۔ پوچھا: ''کیا یہ جہنم کا دروازہ ہے؟''

چوکیدار بولا: ''ہاں یہ جہنم کا دروازہ ہے۔''

بالکے نے کہا: لیکن یہاں آگ تو دکھائی نہیں دیتی؟''

چوکیدار نے کہا: ''ہر جہنمی اپنی آگ اپنے ساتھ لاتا ہے۔''

جہنم کی یہ conception تو سمجھ میں آتی ہے۔

دادی اماں

پرانے زمانے کی بات ہے کہ جب میں بچہ تھا۔ ان دنوں دادی اماں نوے بیانوے کی ہوں گی۔ وہ بیشتر وقت اپنے کمرے میں ایک تخت پر بیٹھی رہتی تھی۔ یہ تخت ایک کھڑکی کے پاس تھا جس پر جائے نماز بچھی ہوتی تھی۔ اس تخت کے دائیں ہاتھ کھڑکی تھی بائیں ہاتھ ایک بہت بڑا لکڑی کا صندوق تھا جس پر ڈھکنا نہیں تھا۔ اس صندوق میں الم غلم چیزیں پڑی رہتی تھیں۔

دادی اماں بیٹھ کر نماز پڑھا کرتی تھیں۔

جب وہ نماز پڑھ رہی ہوتیں تو میں اکثر اپنے کمرے میں داخل ہو کر چلاتا۔ ''دادی اماں میرا گیند کہاں ہے؟'' میں نے کبھی نہیں سوچا کہ دادی اماں نماز پڑھ رہی ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو جائیں تو گیند کی بات کروں۔

''دادی اماں میرا گیند۔ دادی اماں میرا گیند۔''

سجدے میں جانے سے پہلے دادی اماں کانی آنکھ سے صندوق کی طرف دیکھتیں جہاں گیند رکھا ہوتا پھر وہ جب سجدے میں جاتیں تو بایاں ہاتھ صندوق میں ڈال کر گیند اٹھا لیتیں اور پھر سجدے سے اٹھ کر وہ گیند میری طرف پھینک دیتیں۔

صرف میرے گیند کے بات نہ تھی۔

جب دادی اماں نماز پڑھ رہی ہوتیں تو باہر صحن سے کوئی خاتون چولہے کے سامنے بیٹھے ہوئے چلاتی۔ ''اب میں چاولوں کو دم دے دوں؟'' دادی اماں نماز پڑھتے ہوئے زور سے کہتیں ''اوں ہوں'' اور نماز جاری رکھتیں۔ محلے کی بڑی بوڑھیاں دادی اماں کی اس عادت پر ہنسا کرتی تھیں۔

دادی اماں سے مخاطب ہو کر کہتیں ''نواب بی بی تو یہ کیا کرتی ہے۔ نماز پڑھتے ہوئے یکسوئی کا خیال نہیں رکھتی۔'' اس پر دادی اماں ہاتھ چلا کر کہتیں ''اے ہے صرف اس کی نماز ہی تو ضروری نہیں اور کام بھی ضروری ہوتے ہیں۔ یہ لڑکا گیند کیلئے روتا رہے اور میں نماز پڑھتی رہوں۔ ایسی نماز کس کام کی۔ اسے نہیں پتہ کہ دنیاوی کام بھی ضروری ہوتے ہیں۔ میں تو کہتی ہوں دین اور دنیا ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ خالی نماز کا چھنکنا چھنکاتے رہو۔''

ان دنوں محلے والیاں سب دادی اماں کی باتوں پر ہنسا کرتی تھیں، کہتی تھیں ''نواب بی بی سٹھیا گئی ہے۔''

اب جو میں سوچتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ دادی اماں نے دین اور دنیا میں کتنا سادہ، قابل عمل اور خوشگوار توازن قائم کر رکھا تھا۔

آوارہ علم

دراصل سارا جھگڑا سائنس کے بارے میں ہماری خوش فہمی نے پھیلا رکھا ہے۔ ہم سمجھنے لگے ہیں کہ سائنس ایک مکمل علم ہے...... دراصل آج کی سائنس اللہ کی حکمتوں کو سمجھنے کی ایک نامکمل آوارہ کوشش ہے، جس کی کوئی منزل نہیں۔

سائنسی تحقیق کی ابتدا مسلمانوں نے کی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یورپ زمانہ جہالت کے دور سے گزر رہا تھا۔ مسلمانوں کی سائنسی تحقیق کی پشت پر کائنات کا ایک مقصد تھا، ایک نظم تھا، ایک منصوبہ بندی تھی، ایک منزل تھی۔ مسلمان سائنس دانوں کی تحریروں میں قرآن کریم کے حوالے ملتے ہیں۔ پھر بدقسمتی سے مسلمانوں کی توجہ کائناتی فکر سے ہٹ کر دینی مشاغل تک محدود ہو گئی۔

یوں سائنسی تحقیق یورپین محققوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ یورپی محققوں میں خلوص ہے، صلاحیت ہے، Devotion ہے، سبھی کچھ ہے، صرف ایک کمی ہے، وہ کائنات کو تخلیق کار کے حوالے سے نہیں دیکھتے، صرف تخلیق کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ خالق کے حوالے سے نہ دیکھو تو کائنات ایک جنگل بن جاتی ہے۔ اس میں مقصد رہتا ہے نہ منزل، منصوبہ بندی نہ نظام اس لئے تحقیق آوارہ ہو جاتی ہے۔

(ممتاز مفتی کی کتاب تلاش سے)

اداریہ

میں لفظوں اور کتابوں کے بیچ یوں سو رہا تھا جیسے کسی صحرا کی سرد رات کو قافلہ سالار سارے جانوروں کو دائرے کی صورت جمع کر کے بٹھا دے اور سارے قافلے کو اس دائرے کے اندر سلا دے۔ کئی روز سے اداسی بے چینی اور بے بسی سرد ہواؤں کی صورت ہڈیوں میں اترے جاتی تھیں۔ پہلے ٹی وی اداسی دور کرنے کا مضبوط سہارا بنتا تھا اب اسے آن کرتا ہوں تو ہر آنے والی خبر چوٹ کی طرح لگتی ہے اور چوٹ بھی ایسی جو ہر بار کسی زیادہ بڑی چوٹ کیلئے تیار کرتی ہے۔ روح اور جسم درد کی ٹیسوں سے بھر گیا ہے۔ بولنے والے اس درد کو اور بڑھاتے ہیں۔ زخموں پہ مرہم نہیں لگاتے۔ مایوسی پھیلاتے ہیں۔ دل کو آنے والے مشکل دنوں سے ڈراتے ہیں۔ برے انجام سے دہلاتے ہیں اور کوئی رستہ بھی نہیں دکھاتے۔ تبھی جو سب امیدیں مرنے لگیں' سارے سہارے کمزور پڑ جائیں' ہمت جواب دینے لگے' آنکھیں خالی ہو جائیں اور دل مایوسی سے بھرنے لگیں تو ایک امید تو پھر بھی زندہ رہتی ہے۔ ایک دروازہ تو ابھی کھلا ہوتا ہے۔

میں رات سے وہی دروازہ کھول کے بیٹھا ہوں۔

دو دن ہوئے پشاور سے عابد کا فون آیا تھا "ماں نے جب سے بغداد کے علی اسماعیل کی تصویر دیکھی ہے اس کے کٹے بازو اور روتی آنکھیں یاد کر کے روئے جاتی ہے۔ اتنا ظلم کیوں؟ ہم تو خود بڑے دکھی تھے اب اپنی جان سے پیاری دکھیاری ماں کے نئے دکھ کا کیا کریں اسے کسی پل چین نہیں آتا۔ وہ رات کو سوتے میں چیخ پڑتی ہے"۔ عابد خود بھی ان آنسوؤں کے رو رہا تھا آپ کو پتا ہے۔ پھر وہ خود ہی بولا تھا سوری بھیا آپ کو کیا پتا ہو گا میرے ماموں اور ان کے بچے کابل کے نواح میں ایک گاؤں میں آباد تھے جب امریکی طیاروں نے بم گرائے تو ایک چھوٹا سا بم میرے ماموں عبدالکریم کے بڑے سے گھر پہ بھی گرا تھا اور ان کے سارے خاندان کو قیمہ بنا کر دیواروں اور چھتوں پہ چپکا گیا تھا۔ صرف پلوشے اور ابرک بچے تھے۔ پلوشے 6 سال کی تھی' اس کا پورا جسم جھلس گیا تھا اور آنکھیں چلی گئی تھیں اور ابرک 10 سال کا تھا اس کا نچلا دھڑ دیوار کے نیچے آ کر کچلا گیا تھا۔ دونوں ہمارے گھر رہے اور اس سال کے شروع میں باری باری فوت ہوئے۔ ماں ان دونوں کے دکھ بڑی مشکل سے بھول پائی تھی۔ اس علی اسماعیل کے کٹے بازوؤں نے اس کا ہر زخم جگا دیا ہے۔ یہ زخم یوں بار بار ہرے کیوں ہو جاتے ہیں"

عابد کی سسکیوں نے کتنی دیر مجھے بے آرام رکھا۔ ہاتھوں پہ آیا پسینہ میں نے ٹشو سے صاف کیا اور پھینک دیا۔ پھر ایک دم سے اس ٹشو کو اٹھا لیا۔

"کیا ہوا سر!" ضرغام نے کام کرتے کرتے میرے بدلتے چہرے کو دیکھ کے پوچھا تھا۔ "کچھ نہیں میں نے اسے فون کا نہ چاہتے ہوئے بھی بتا دیا "دوسروں کے دکھ اور تکلیف کے احساس کو میں بھی ٹشو میں جذب کر کے پھینکنے اور بھولنے والوں میں ہو چلا تھا"" "سر! جن پہ یوں دکھ ٹوٹ کے آیا نہ ہو وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہ ابرک کو یاد کر سکتے ہیں نہ علی اسماعیل کو۔ دکھ کا اظہار کرنا اور بھولنا دونوں خاصے آسان ہوتے ہیں" ضرغام معصومیت میں بڑی گہری بات کر گیا تھا۔

اللہ نہ کرے کسی پہ ایسا دکھ آئے" میں نے گھبرا کر ضرغام کو بات کرنے سے روکا ہے۔

"سر یہ اتنا دکھ کیوں آتا ہے' دکھ دینے والے ظالموں کی کیا کوئی پکڑ نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے ظالموں کا سنا مگر یہ تو انوکھا ظالم ہے۔ ایک ہاتھ سے بم گراتا ہے بڑوں' بچوں کے زندہ جسموں کو خاک بناتا ان کے چیتھڑے اڑاتا ہے۔ ساتھ میں بچ جانے والوں کیلئے روٹیاں گراتا ہے" ضرغام خود سوال بن گیا تھا۔

کچھ ہوتے ہیں ایسے دیاوان اور دیالو ہمیشہ سے ہر زمانے میں وہ اپنی مہربانی اور رحم دلی انڈیلنے کیلئے مستحق اور مجبوروں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ زخمیوں کو مصیبت کے ماروں' لاچاروں' بیماروں کو اور جو نہ ملیں تو پہلے خود مارتے ہیں زخم دیتے ہیں' مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں دکھوں کے دلدل میں گراتے ہیں پھر ہاتھ بڑھا کر مدد کو آتے ہیں۔ اشاروں سے باہر بلاتے ہیں ایسے خونخوار لوگ جو ملکوں پہ قابض ہو جائیں قیادت اور سعادت کے منصب سنبھال لیں تو بظاہر یہی لگتا ہے کہ دھرتی اب صرف ظلم ہی اگائے گی آسمان ان کے کہنے پہ صرف آگ ہی برسائے گا۔ ہر خوشی خاموش ہو جائے گی' ہر سوچ مر جائے گی' صرف ظلم اور ظالم غالب رہیں گے ایسے میں روشنی کا دروازہ کھلتا ہے امید دلاتا ہے۔ ظالم کا انجام دکھاتا ہے جو تاریخ سے ملاتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ کتاب ہی امید کا دروازہ ہے۔ تاریخ نے ظالموں کے ساتھ بہت انصاف کیا ہے اور بار بار کیا ہے۔ رات میں پڑھنے بیٹھا تو توقع نہیں تھی کہ وہی منظر دیکھ پاؤں گا جس کی آرزو میں کتابوں پہ سر جھکایا ہے" یہ بغداد ہے عباسی خلافت کے ابتدائی رہنماؤں اور صلاح کاروں میں عبداللہ بن علی کا ذکر ہے یہ پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح یعنی سفاکوں کے باپ کا مشیر خاص ہے ظلم کے نئے راستے دکھاتا ہے لوگوں کو اذیتیں دلواتا ہے ان کے بچوں کو کولہوؤں میں پسواتا ہے۔ اس نے بنو امیہ کے بڑوں کی قبروں تک کی بے حرمتی کروا ڈالی۔ اس ظلم کو کسی نے نہ روکا۔ سب خاموشی سے دیکھتے رہے اپنے بھی پرائے بھی۔ یہاں تک کہ 749ء کا زمانہ آ گیا عبداللہ بن علی کی مضبوطی اور سفاکی کی دھاک ہر عالم بیٹھ چکی تھی۔ اس نے خلیفہ جعفر المنصور کے خلاف بغاوت کر دی تا کہ خود خلیفہ بن سکے بغاوت ناکام ہوئی اور اسے قید کر دیا گیا۔ ایک بالکل نئے بنے ہوئے گھر میں جو اسے اپنے شایان شان لگا۔ وہ سوچتا رہا یہ میرے ماضی کی خدمات اور کارناموں کا ثمر ہے جو جیل کی تاریک اور بدبودار کوٹھریوں میں نہیں پھینکا گیا۔ اب میں اس نئے گھر میں سکون سے رہوں گا اور کچھ عرصے بعد دوبارہ سے غالب آنے کی کوئی راہ نکالوں گا مگر وہ پھر بھی یہ بات نہ سوچ سکا۔ پہلی ہی بارش نے اسے بلندی کے ہر خواب اور قید کی ہر آزار سے آزاد کر دیا۔ بارش ہوئی اور پورا گھر اس کے اوپر آ رہا۔ کیونکہ یہ دنیا کا پہلا گھر تھا جو ایسے ظالم اور متکبر کو سزا دینے کیلئے خصوصی طور پہ نمک سے بنی بنیادوں پر بنایا اور اٹھایا گیا تھا عبداللہ بن علی نہ رہا۔ اس کا ظلم نہ رہا اس کے مشوروں پہ ظلم کرنے والے عباسی خلیفہ بھی نہ رہے' ظلم کی بنیاد پر حکمرانی کرنے والے بھی زندہ نہیں رہے ہاں بغداد باقی رہا۔ آنے والے زمانوں میں لوگوں نے دیکھا کہ لوگوں پہ ظلم کرنے اور اپنے سے پہلے حکمرانوں کی قبروں کو کھدوانے والے عباسیوں کی کوئی قبر بغداد میں موجود نہ تھی۔ حتی کہ خلیفہ ہارون الرشید کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ مرا تو شہر کے چاروں طرف 100 قبریں کھودی گئیں اور اس خوف اور ڈر سے کسی کو اصل جگہ کا نہ بتایا گیا کہ آنے والے وقتوں میں کوئی اس کی قبر کو اکھاڑ کے ہڈیوں کو سر راہ رکھ کے رسوا نہ کرے۔ بدلہ نہ لے دل نے کہا بدلے سے ڈرنے والے عباسی رہے نہ ان کی قبروں کا نشان' پھر ہلاکو آیا' سب فنا کر گیا وہ بھی نہ رہا بھلا یہ کیسے رہیں گے۔ یہ بھی اپنی ہڈیوں کو چھپاتے پھریں گے

تاریخ بظاہر دریا سے پکڑی تازہ مچھلی جیسی نہیں ہوتی مگر پوری توجہ اور مضبوط نگاہ کی گرفت نہ ہو تو یہ بھی ہاتھ سے پھسل پھسل جاتی ہے۔ نہ قابو آتی ہے نہ سبق سکھاتی ہے۔ بڑے بڑے ساحروں' شعلہ بیانوں' ظالموں' قاہروں اور جابروں سے ملواتی ہے۔

ان کے کارنامے پڑھاتی ہے ظلم سے بچنے کی راہ دکھاتی ہے پھر ہاتھ پکڑ کے آگے چلاتی ہے۔ ہر پل ہر گھڑی کامیابی کا گر بتاتی ہے۔

کسی نے حکیم جالینوس سے پوچھا تھا یہ بتاؤ کہ اپنے دوستوں کے مقابلے میں تم نے زیادہ علم کس طرح حاصل کیا۔ حکیم نے جواب دیا میں نے کتب بینی کیلئے چراغ پہ اس سے زیادہ خرچ کیا ہے جتنا وہ شراب پہ خرچ کرتے تھے۔

لوگ مر جاتے ہیں کتابیں زندہ رہتی ہیں ناکام اور کامیاب بچوں' بڑوں اور تہذیبوں کی کہانیاں سناتی ہیں۔ وہی راہ دکھاتی ہیں وہی یقین بندھاتی ہیں اور وہی یہ بتاتی ہیں کہ ناکامی گھر کے کسی دروازے کی طرح ہوتی ہے وہ بند ہو جائے تو دوسرا کھل جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اسی دروازے پہ چارپائی ڈال کے بیٹھ جائے اس کو تکتا رہے پھونکیں مار کر دل بہلاتا رہے تو بس اتنا یاد رکھے کہ اس دوران دوسرے کھلے دروازے بھی بند ہو جائیں گے۔

کھنڈر ہوئے شہروں' تہذیبوں ملکوں میں گھومنے سے وہ آباد نہیں ہوتے انہیں پھر سے بسانا پڑتا ہے۔ ان تمام کمیوں' کوتاہیوں اور کمزوریوں کو جاننا ماننا اور دور کرنا پڑتا ہے جس سے تباہی نے انہیں آ لیا تھا۔ عابد خان کو میں نے دو دن بعد فون کرنے کا کہا تھا۔ ایک دن گزر گیا ہے میری جان پہ بنی ہوئی ہے میرے پاس تسلی دینے اور ہمت بندھانے کے مناسب الفاظ اب بھی کم ہیں۔

پلوشے کی جلی آنکھوں' ابرک کی کچلی ٹانگوں اور علی عباس کی کٹی بانہوں پہ کسی کتاب کے لفظ کیسے پھاہا رکھ سکتے ہیں۔

دو کی جگہ چار دن گزر چکے ہیں عابد کا فون نہیں آیا ہاں اس کے والد کا فون آ گیا ہے وہ بھی ایک ایسے وقت جب میرے سامنے ایک دور سے آیا مہمان بیٹھا ہے اس نے چانک جیب سے ریوالور نکال کر میز پر رکھ دیا ہے اور ادھر دور پشاور سے آواز آ رہی ہے "ایڈیٹر صیب ہمارا بیٹا گم ہو گیا ہے اس سے ماں کا رونا دیکھا نہیں جاتا تھا۔ وہ میرا ریوالور لیکر گھر سے نکل گیا ہے کہتا تھا پڑھنے وڑھنے کا اب کوئی فائدہ نہیں پڑھ کے بھی مرنا ہے اور پڑھے بغیر بھی مگر اب تو دو چار کو مار کے مروں گا۔ ان گوری چمڑی والوں نے بہت ظلم کما لیا ہے۔ کہیں جو شیر کا بچہ تمہارے پاس آ جائے تو سمجھانا کہ یوں جا کر تم نے اپنی ماں سے محبت نہیں دشمنی کی ہے"۔

فون بند ہو گیا ہے سامنے بیٹھا وہ نوعمر کوئی اور نہیں عابد خان ہی ہے اسے ریوالور چلانے کو کندھا چاہئے کس کو مارے کہاں مارے اسے خبر نہیں وہ بس اتنا جانتا ہے کہ ظالم کو مار کر مرنا ہے۔ مجھ سے اسے دشمنوں کی فہرست ہی نہیں ان کے پتے ملنے کی بھی امید ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جو سامنے آتا جائے گا اسے وہ اڑاتا جائے گا۔ کچھ بدلہ تو وہ لے ہی لے گا۔ دشمن کو مارنا ہی اصل مردانگی ہے وہ بار بار یہی کہہ رہا ہے "بھیا صیب یہ میری غیرت کا مسئلہ ہے عزت کا مسئلہ ہے تم مجھ کو بس بتا دو باقی کام میرا"

سوچتا ہوں رات جو میں نے "نمک کا ساغر" نہ پڑھی ہوتی تو جذبات کی شدت سے مغلوب نوعمر کو کیوں کر سمجھا پاتا کہ یہ سچ ہے کہ انسان کی طاقت اس کے ایمان اس کے جنون اور عزم میں ہی ہے مگر عالم اسلام میں نوجوانوں اور مسلمانوں کی سب سے محبوب جماعت اخوان المسلمون مصر کے قائد شیخ حسن البناء نے اپنی شہادت سے قبل اسی جذبے کو کنارے بھی عطا کیے مرنے مارنے پہ آمادہ جذبات سے بھرے نوجوانوں سے انہوں نے کہا "مردانگی جوش محض اور جلد بازی کا نام نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں جواں مردی صبر و استقامت اور مستقل مزاجی میں ہے۔ تم میں سے جو کوئی ہتھیلی پہ سرسوں جمانے کا شوق رکھتا ہے وہ جان لے کہ وہ پکنے سے پہلے ہی پھل توڑنا چاہتا ہے کھلنے سے قبل ہی پھول سے کھیلنا چاہتا ہے۔ پہلے بیج ڈالا جاتا ہے پھر وہ اگتا ہے وقت مقررہ اور محنت کے بعد پھول کھلتے ہیں پھل لگتے ہیں انتظار کے بعد پھل پکتا ہے۔ تب پھل توڑنے کی نوبت آتی ہے جو اصول سمجھ لے اسے سفر شروع کر دینا چاہئے۔ اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور وہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا ہمیں بھی ہمارے اجر سے محروم نہ رکھے گا اور یہ اجر فتح اور کامیابی کی صورت بھی ہو سکتا ہے اور شہادت کی خلعت فاخرہ کی صورت بھی"

عابد پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا اور میں دل کے دونوں ہاتھ باندھے اللہ جی سے کہہ رہا تھا "سر آپ نے جو ہم کمزور و کم فہموں مگر محبت اور جذبے سے بھرے لوگوں پہ کرم خاص نہ فرمایا ہوتا اور ہم سے ہم کلام ہونے کیلئے خود بھی کتاب کو نہ چنا ہوتا تو ہم مشکل لمحوں میں رہنمائی کیلئے کہاں بھٹکتے۔ بے صبری میں کچھ کر گزرنے کیلئے کہاں کہاں نہ ٹھوکریں کھاتے۔

ایسے میں فروغ کے بیٹے رہبہ رائے میری مدد کو آئے تھے جب رات پڑھتے پڑھتے ان سے یہ کہا کہ ہمیں تاریخ میں زندہ رہنا ہے صرف مظلوموں کی طرح نہیں فاتحوں کی طرح تو وہ جس کے منہ سے نکلے لفظ کو مدینہ کے لوگ یوں سنتے کہ گویا ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوں۔ کہا "ہم نے اپنے اساتذہ کو فرماتے سنا کہ تم اپنا سارا وجود علم کے حوالے کر دو تو وہ تم کو اپنا تھوڑا سا حصہ عطا کر دے گا اور وہ تھوڑا حصہ بھی تمہیں زمانوں زندہ و غالب رکھے گا۔

عابد واپس گھر جانے پہ مان گیا ہے "کیا اس علم کیلئے میں پلوشے ابرک اور علی عباس کو بھول جاؤں" وہ دھیرے سے بڑبڑایا تھا۔ نہ میرے بچے! ہاں یہ سچ ہے کہ کھنڈر ہوتے شہروں ملکوں اور تہذیبوں میں ان کی طلب لئے گھومنے سے وہ آباد نہیں ہوتے نئے بسانے پڑتے ہیں۔ تم یاد رکھنا یہ پلوشے کی جلی آنکھوں' ابرک کے کچلے بدن اور علی عباس کے کٹے بازوؤں کو ذہن میں تازہ رکھ کر ہی ممکن ہو گا تمہیں جاگتے' آگے بڑھنے اور بہت پڑھنے کیلئے ممکن ہے انہی ظالموں کے گھر ہی جانا پڑے۔ انہی سے علم اور ہنر بھی سیکھنا پڑے۔ اللہ کے آخری نبیؐ نے فرمایا تھا "جس نے جس قوم کی زبان سیکھ لی وہ اس کے شر سے محفوظ ہو گیا" یہی درد تمہیں اکسائے گا نئی منزلوں پہ پہنچائے گا نئی زبانیں سکھائے گا' نیا علم اور نئے ہدف دکھائے گا انہی سے سیکھنا ہے' انہی پہ آزمانا ہے آج کے بعد ہر آنسو چراغ میں ڈالنے والے تیل کا قطرہ بن کر جلے تو کام دے گا۔ پھر آنکھ سے نکل کے زمین پہ بہہ گیا تو دکھ کی راتیں لمبی اور تاریک ہی نہیں رہیں گی مزید درد سے بھی بھر جائیں گی۔

عابد کو ابھی ابھی رخصت کیا ہے۔ اس کے سر ہلانے سے مجھے لگتا ہے امریکی ظلم و زیادتی پہ آنے والا سارا غصہ نہ سہی کچھ حصہ ضرور پڑھائی پہ زیادہ توجہ میں ڈھل جائے گا۔ بڑے ہونے تک اسے یہ یاد رہا تو شاید....."

پر میں اپنا کیا کروں علی عباس کے کٹے بازوؤں پہ بندھی پٹیاں اور روتی آنکھوں سے نکلتے آنسو میرے سارے صبر کو بہائے جاتے ہیں۔ بغداد سے کویت کے ہسپتال میں جاتے اپنی جلی جلد کٹواتے اور نئی پٹیاں بندھواتے اس نے پھر یہی پوچھا ہے کیا میرے ہاتھ لگ جائیں گے کیا میں پھر سے عام بچوں کی طرح جی سکوں گا۔ میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی ہے۔ ہر جلن تازہ ہو گئی ہے۔ کوئی اسے جا کر کیوں نہیں سمجھاتا کہ بچے اس طرح کی باتیں نہیں کرتے۔

پیار محبت سے بھرے لفظوں کو لکھنے اور علم و دانش کی خالی باتیں کرنے والوں کو بھی بڑی جلن ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو آنسو پونچھنے کیلئے جو ٹشو ملتے ہیں جلدی میں یہ دیکھنا بھی یاد نہیں رہتا کہ اپنے ہاں کے بنے ہوئے ہیں یا یہ بھی اسی دشمن جان نے بھجوائے ہیں۔ اسی کے ہاں سے بن کے آئے ہیں۔

یکم مئی 2003ء.....اختر عباس- آپ کے ایڈیٹر بھیا

یہ انعام اور اعزاز آپ کا ہو سکتا ہے

Phool Introduces Monthly Competiton for Schools

آپ اپنے بچوں پہ محنت کرتے ہیں ہم اس محنت سے محبت کرتے ہیں

ہر ماہ ایک مقابلہ......اور کئی انعام

تحریری داد، زبانی تعریف و تحسین اور اسناد الگ

ماہ مئی ...... پوسٹر بنانے کا مقابلہ

موضوع: پاکستان کے موسم

ماہ جون ...... خطاطی کا مقابلہ

موضوع: اللہ جی کے نام

ماہ جولائی ...... آرٹ اینڈ کرافٹ کا مقابلہ

موضوع: Wastage Material سے کارآمد چیزیں

ہر سکول سے 3 بچے شریک ہو سکیں گے

ہر ماہ کی دس تاریخ کو صبح دس بجے

مشاورت: آنٹی شہناز

معاونت: نمیری احسن

خصوصی تعاون: کریسنٹ کڈز کیمپس، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

اپنے سکول اور بچوں کی رجسٹریشن کیلئے فوری رابطہ کیجیے

ایڈیٹر بھیا......ماہنامہ پھول

4-شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

111-222-007 - 6301427

فون: 03009468746

امی جنگ کیا ہوتی ہے؟

بچے مجھ سے پوچھ رہے ہیں
امی جنگ کیا ہوتی ہے؟
کیا اس جنگ میں
کھیل کھلونے
ماں کی گود اور
نرم بچھونے
سب کچھ ہی چھن جاتا ہے.....؟
بچے ہیں میں کیا سمجھاؤں
جنگ کے منظر کیا دکھلاؤں
پھول سے نازک پیارے بچے
حسن میں چاند اور تارے بچے

جب بھینٹ جنگوں کی چڑھ جاتے ہیں
تو پھر انکے کھیل کھلونے
ماں کی گود اور
نرم بچھونے
سب پیچھے رہ جاتے ہیں
کسی سے جیون چھن جاتا ہے
کسی کی آنکھیں کھو جاتی ہیں

روگ عمر کے لگ جاتے ہیں
باتیں ایسی ہو جاتی ہیں
ایک شکستہ ناؤ کی مانند
ہو جاتا ہے جیون انکا
لیکر جسکو دھیرے دھیرے
اک عمر پھر چلنا پڑتا ہے
فرعون وقت دہکاتا ہے
جو آگ جنگوں کی صورت میں
پھول سے بچوں کو پھر اس میں
موت تک چلنا پڑتا ہے
اب میں انکو کیا سمجھاؤں
جنگ کے منظر کیا دکھلاؤں
جو مجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں
امی جنگ کیا ہوتی ہے؟

سیدہ نسرین سحرش

دیکھی میری تصویر

دیکھی آپ نے میری یہ تصویر کتنی اچھی بنی ہے اسے دیکھ کر تو میں خود بھی خوش ہو گئی تھی سوچا کیوں نہ سب پھول ساتھی بھی میری اچھی تصویر دیکھ کر خوش ہو اور انکی خواہش ہو کہ ہماری تصویر بھی شاہد انکل میرے جیسی بنا دیں آپ تیار ہوں تو میں کہوں ان سے۔

خدیجہ مظہر لاہور

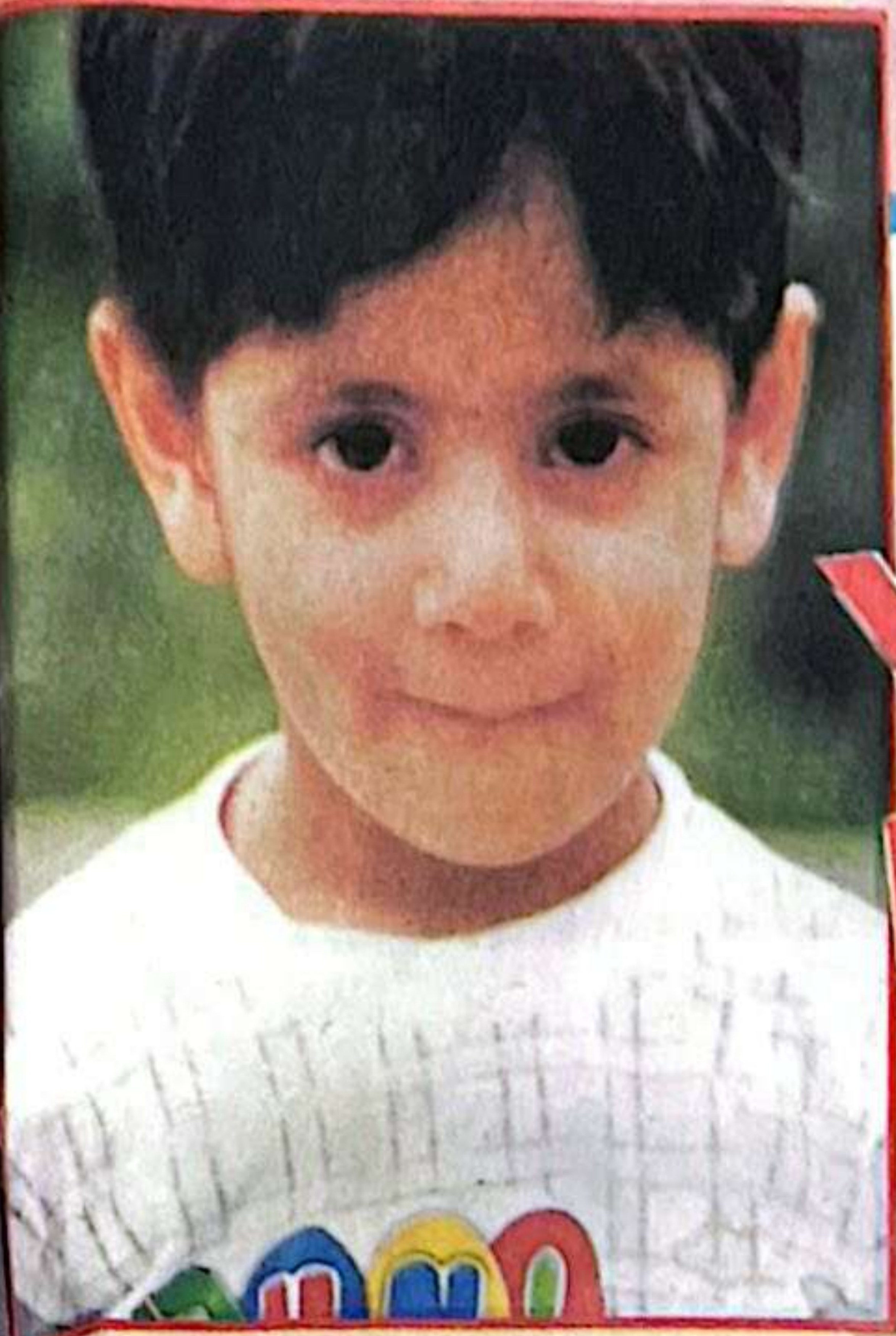

YES ITS ME

کیا خیال ہے

کیا خیال ہے آپ کا میں باؤلنگ کرنے لگی ہوں نہیں میں تو بس ویسے ہی شعیب اختر کی نقل بنا رہی تھی۔ عائشہ لاہور

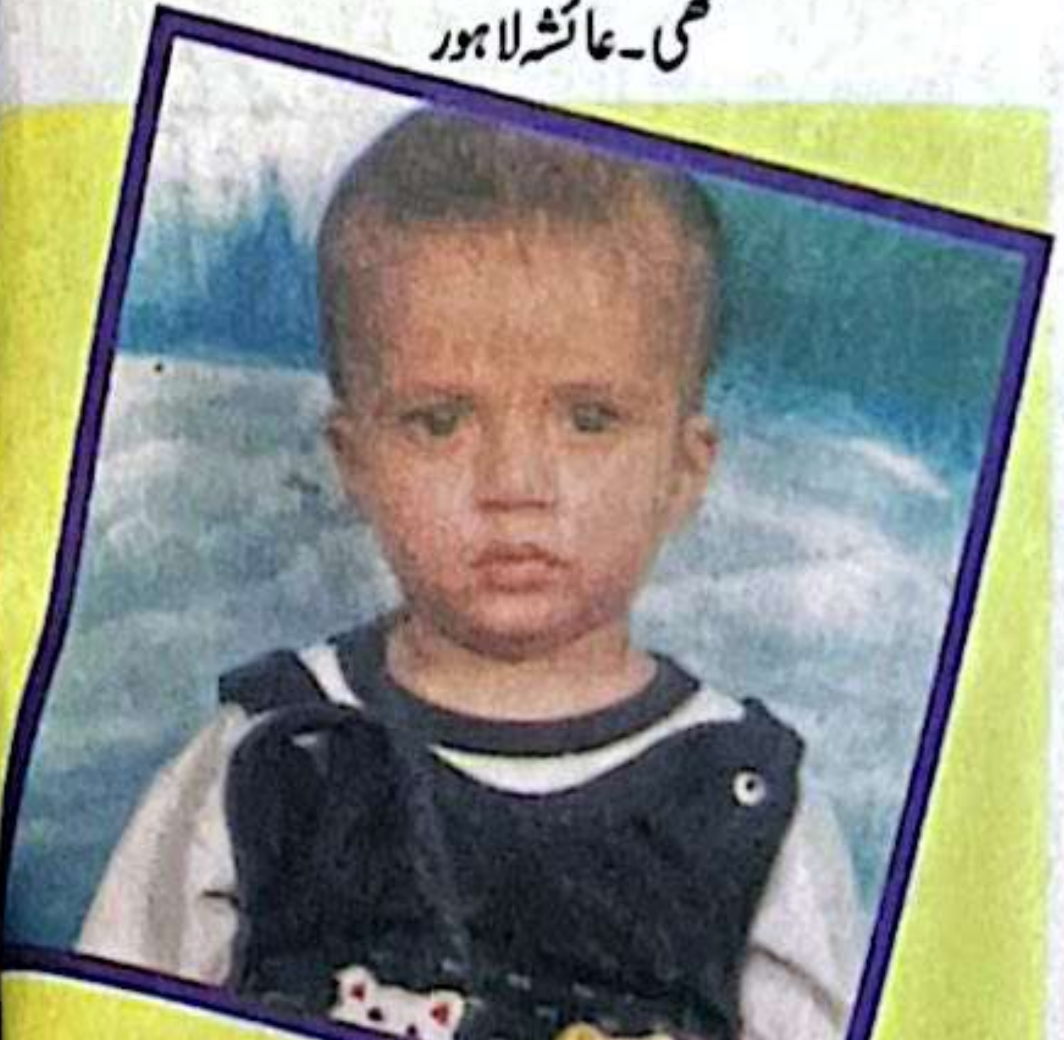

جی تو میرا نام ہے عبدالقیت اور میں ہوں بوچھال کا رہنا والا آپ نے تو یہ نام پھول میں بہت پڑھا ہو گا ہمارا علاقہ ہے ہی اتنا اچھا کبھی آئیں نا عبدالقیت بوچھال خورد۔ چکوال

دعائیں

جب سے امریکہ نے عراق پر جنگ مسلط کی ہے تب سے تمام مسلمان اپنے مسلمان بہن بھائیوں کی خیریت کیلئے دعا گو ہیں۔ میں ہوں تو چھوٹی سی مگر میرے دل سے بھی عراقی بچوں کی خیریت کی دعائیں نکلتی ہیں پھر آئیں سب اللہ جی کی بارگاہ میں دعا کریں کہ تمام مسلمان بچے خیریت سے رہیں۔ (اقرا لطیف شاہد مانگا منڈی)

کارٹون

ارے بھائی! یہ کوئی کارٹون کریکٹر نہیں بلکہ میری چھوٹی بہن عطیہ شکور ہے جسکی میک اپ کے ذریعے شکل بگاڑی گئی ہے۔ پیاری ہے نا...... اسمیعہ شکور۔ کاہنہ نو

ٹھنڈی تصویر

"مابدولت کی یہ تصویر 96ء کی ہے۔ جب ہم پہلی دفعہ کراچی گئے تھے۔ کلفٹن کے ساحل پر "ٹھنڈی ٹھنڈی" تصویر بنانے کا الگ ہی مزا ہے۔۔

رانا محمد شاہد۔ بوریوالا

دعا

مالک بحر و بر
خالق دو جہاں
تیری دنیا کی رنگینیوں کی قسم
بہتے دریاؤں میں پانیوں کی قسم
ہم کو اقرار ہے ہم گنہگار ہیں
پنجہ کفر میں ہم گرفتار ہیں
شرق اور غرب میں جنگ کا شور ہے
جنگ کا شور ہے اور منہ زور ہے
ہر طرف کفر کی ایک یلغار ہے
اے خدا، اے خدا!
تیری نظرکرم ہم کو درکار ہے
ہم ہیں عاصی تو تو ہے غفورالرحیم
بخشش عام ہے تیرا وصف قدیم
خطا بخش دے ہم خطا کار ہیں
اس زمانے میں ہر سو سبک سار ہیں
دور ہم سے یہ جنگ کی تو افتاد کر
ہم کو یا رب تو صاحب کردار کر
بے حسی نے تھپک کر سلایا جسے
سب میں خوابیدہ عظمت وہ بیدار کر
خوب کانٹوں سے ابتک نبھا کر لیا
اب تو پھولوں کی یا رب ہمیں سیج دے
جنگ کی آندھیوں سے بچا لے ہمیں
امن کی فاختائیں ادھر بھیج دے

سیدہ نسرین سحرش

خواجہ مظہر نواز صدیقی

1 ننھی منی افسانوی کہانیاں

کہانی ہو یا افسانہ اس کی اپنی دنیا اور اپنی فضا ہوتی ہے
کہیں دکھ سے بھری، کہیں درد سے۔ کہنے کو یہ ننھی منی کہانیاں ہیں مگر افسانے سے بڑی...... زندگی انہی کے کانٹوں سے بھری ہے۔

امتحان

فاروق ہمارے گاؤں کے سردار کا بیٹا ہے۔ ہم تیسری جماعت سے اکٹھے پڑھتے آ رہے ہیں۔ کچھ دن پہلے ہم نے ساتویں جماعت کا امتحان دیا نتائج کے دن قریب تھے۔ فاروق اداس تھا کہ اس نے امتحان کی تیاری سرے سے نہیں کی تھی۔ نتائج سے ایک روز پہلے گاؤں کے وڈیرے فاروق کے بابا نے ہمارے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کو اپنی حویلی میں بلایا اور اگلے دن فاروق پوری کلاس میں اول آیا تھا۔

سچ

ٹیلی فون کی گھنٹی کافی دیر سے بج رہی تھی۔ میں لاؤنج میں گئی ابو اخبار کے مطالعہ میں مصروف اور ٹیلی فون کی گھنٹی سے بے نیاز بیٹھے تھے۔ میں ریسیور کی طرف لپکی تو ابو کہنے لگے "اگر کوئی میرا پوچھے تو کہنا کہ ابو بیٹھے نہیں ہیں" اس دوران ابو کرسی سے کھڑے ہو گئے اور میں کہنے لگی "ابو بیٹھے ہوئے نہیں ہیں"

عیادت

کراچی سے اچانک تائی جان کا فون آیا تایا جان کی صحت تشویشناک حد تک بگڑ گئی تھی۔ وہ ہمیں اپنے شہر بلا رہی تھیں۔ ابو نے سب کو تیار ہونے کیلئے کہا اور ہم سب لاہور سے بذریعہ ٹرین کراچی کیلئے روانہ ہوئے۔ میں حیران تھی کہ بابا نے ٹکٹ کیوں نہیں خریدے۔ اس پریشانی میں سوچتے ہوئے پانچ گھنٹے گزر گئے اس دوران ٹکٹ چیکر بھی نہ آیا۔ آخر ایک اسٹیشن پر ابو اترے جب واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں سب کے ٹکٹ تھے میں ٹکٹ لے کر غور سے دیکھنے لگی لکھا تھا "ملتان چھاؤنی تا کراچی شہر"

اول پوزیشن

ہمارے پانچویں کے امتحانات سر پر تھے۔ ہماری کلاس انچارج ساجدہ خان نے امتحان سے پہلے ہمیں خاص ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ہر ذہین طالب علم کے پیچھے ایک کمزور طالب علم ساتھی کا رول نمبر رکھا ہے۔ تمام ذہین طالب علم اپنے پیچھے والے طالب علم کو نقل کروائیں گے۔ نقل نہ کروانے کی صورت میں ذہین بچے کو فیل کر دیا جائے گا۔ مجھے اپنے ساتھ ساتھ قمر کی جوابی کاپی بھی حل کرنا پڑتی کیونکہ قمر نقل بھی صحیح طور پہ نہ کر سکتا تھا۔ قمر اس بات پر بہت خوش تھا جبکہ مجھے دو مرتبہ پیپر حل کرنا پڑتا۔ چند روز بعد نتائج کا اعلان ہوا قمر نے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔

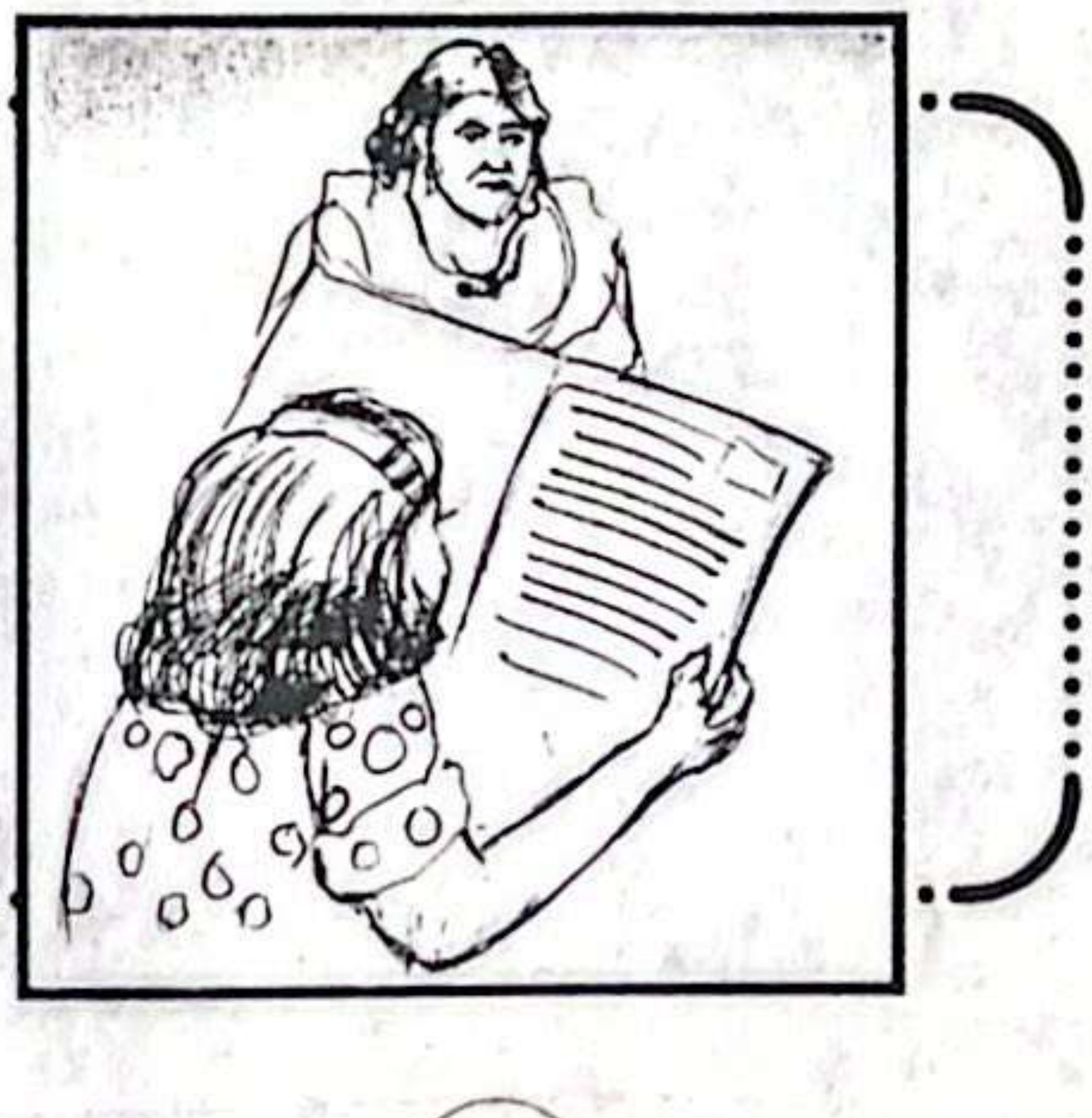

پریشانی

میں سکول سے تھکی ہوئی گھر پہنچی تھی آج کیمسٹری، فزکس اور بیالوجی کے ایک ساتھ تحریری ٹیسٹ تھے۔ تھکاوٹ کے باوجود میں اخبار پڑھنے بیٹھ گئی۔ اتنے میں بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ امی دروازے پر گئیں تو پڑوسیوں کا ملازم اخبار مانگ رہا تھا۔ امی کہہ رہی تھیں کہ "ہم خود پریشان ہیں ہمارا ہاکر دو دن سے اخبار دے کر نہیں گیا۔

ننھی منی افسانوی کہانیاں

بھاری بوٹ

آج اچانک بیس سال پہلے کے مناظر آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح چلنے لگے۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے ماسٹر غلام محی الدین کو دیکھا یہ ان دنوں کی بات ہے جب بچے سکول میں ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھا کرتے۔ تختی لکھا کرتے اور سلیٹ بھی استعمال کرتے تھے۔ ہمارے استاد غلام محی الدین صاحب بے حد سخت تھے وہ بچوں کو معمولی غلطی پر بھی کڑی سزا دیتے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ بچوں کو سزا کے طور پر اپنے پاؤں کی ٹھوکریں۔ مارتے ان کی پاؤں میں بہت بھاری بوٹ ہوتے ہمارا بچگانہ انداز تھا کہ ایک بوٹ کا وزن پانچ کلو ہوگا۔ بچے اپنے بدن پر پڑنے والے نشان دیکھ کر خوف زدہ رہتے۔ وہ دل ہی دل میں ماسٹر صاحب کو بددعا دیتے' آج بیس سال بعد ماسٹر غلام محی الدین سڑک کے کنارے بیساکھیوں کے سہارے اپنے پاؤں گھسیٹتے جا رہے تھے۔

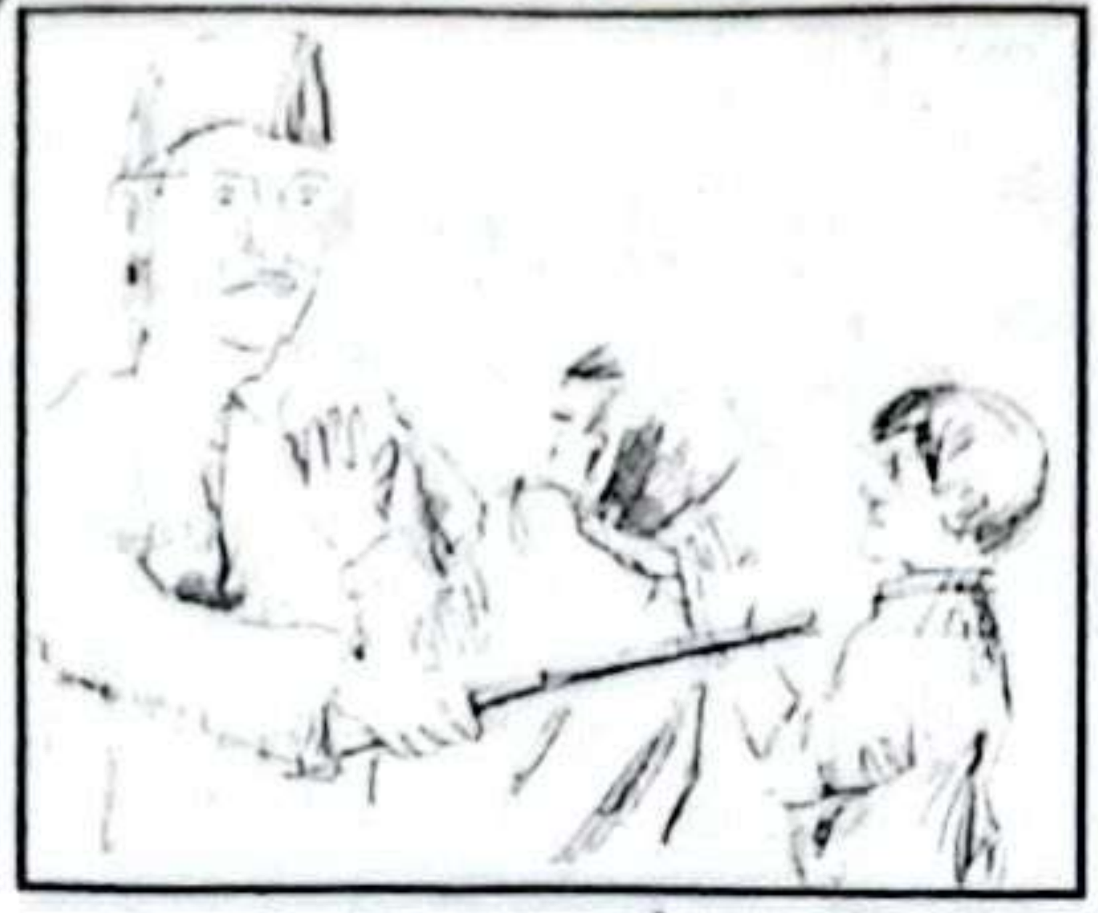

آئس کریم

شاہد کا دعویٰ تھا کہ وہ اپنی ماں کا فرماں بردار بیٹا ہے باپ کی وفات کے بعد ماں نے اسے خوب محنت سے پالا اور باپ کی شفقت بھی دی۔ دفتر جاتے ہوئے بیمار ماں نے شاہد کو اپنی دوائی کا نسخہ دیا اور تاکید کی کہ شام کو آتے ہوئے میری دوائی ضرور لانا۔ شاہد جب شام کو گھر لوٹا تو اس کے ہاتھ میں اپنے بچوں کے لئے آئس کریم تو تھی مگر ماں کی دوائی لانا بھول گیا تھا۔

ساجی خدمت

شہر کے فائیو سٹار ہوٹل میں کامران غفور کو ساجی خدمت کے حوالے سے بہت بڑا ایوارڈ دینے کی تقریب سجی ہوئی تھی۔ مقررین کامران غفور کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ اسی شہر کے سرکاری ہسپتال میں کامران غفور کے والد زیر علاج تھے۔ وہ ہسپتال کے بستر پر چھت پہ نظریں جمائے انگلیوں پر دن گن رہے تھے پانچ روز سے کامران غفور نے والد کی خبر نہیں لی تھی۔

امداد

اس کے ابا ایک سرکاری محکمہ میں ملازم تھے۔ تین ماہ سے اس کے ابا کو محکمہ سے تنخواہ نہیں مل رہی تھی۔ گھر کے تمام لوگ فاقے کی سی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے ابا نے احتجاج کے طور پر حالات سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ ملک کے تمام بڑے اخبارات نے خودکشی کی خبر کو نمایاں شائع کیا۔ اگلے روز اس محکمہ کے وفاقی وزیر نے بیوہ کو تین لاکھ روپے کا چیک بطور امداد پیش کیا۔

بائیکاٹ

پورے ملک میں یوم یکجہتی کشمیر جوش و خروش سے منایا گیا' ہمارے شہر میں بھی اس روز بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے اور یکجہتی کے اظہار کے طور پر جلوس نکالے گئے۔ ہمارے تایا نے ہر بڑے جلسے سے خطاب کیا وہ شہر کی معروف سیاسی اور سماجی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی دھواں دھار اور شعلہ بیان تقریروں میں کہا کہ ''ہم پڑوسی دشمن ملک کے خطرناک عزائم خاک میں ملا دیں گے' کشمیر کی آزادی کو اب نہیں روکا جا سکتا' ہم نے سروں پر کفن باندھ لئے ہیں' ہم کشمیر کی آزادی تک بھارت کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے ہیں تایا کی تقریروں کو خوب سراہا گیا۔ دن بھر کے جلسے اور جلوسوں کے بعد شام کو تایا جان جب گھر آئے تو اپنے بچے کو کہہ رہے تھے۔ ''آج تو تھکاوٹ ہو گئی جلدی سے انڈیا کی کوئی نئی فلم لگاؤ تاکہ ذہن تازہ ہو جائے اور تھکاوٹ دور بھاگے''۔

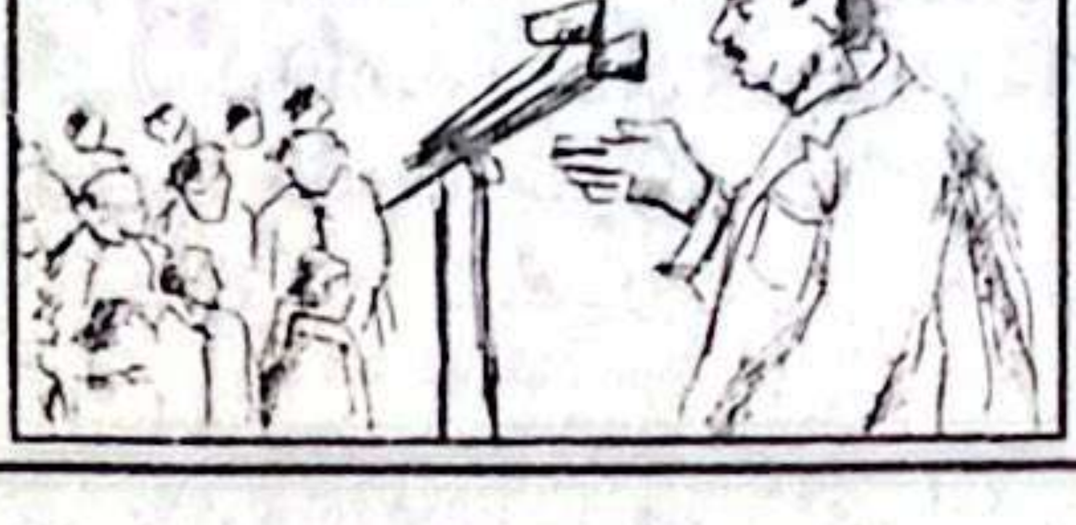

غریب بچے

عظیم الشان میرج کلب میں دعوت ولیمہ کی تقریب ختم ہو چکی تھی دولہا کے والد اپنے دوستوں میں کھڑے کہہ رہے تھے کہ اس سے بھرپور ولیمہ میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا جس میں انواع و اقسام کے تیس سے زائد کھانے ہوں۔ شرکاء تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ میرج کلب کے منیجر نے دولہا کے والد سے پوچھا ''سر! جو کھانے بچ گئے ہیں ان کو کیا کریں؟'' دولہا کے والد کہنے لگے۔ ''اس وقت تو خاصی رات ہو گئی ہے۔ یوں کیجئے کہ تمام بچے ہوئے کھانے شہر کے کسی دینی مدرسے کو صبح سویرے بھجوا دیجئے گا۔ غریب بچے کھائیں گے اور دعا کریں گے۔

چھٹے خان کا گاؤں

سندھی ادب سے۔۔۔دلوں کو ڈھانے والے ناواقف احوال لوگوں کا ماجرا وہ اپنے طور پر بہت دور کی سوچتے ہیں

نور محمد جمالی

پورے گاؤں میں فقط ایک گھر تھا جس کی چھت ٹین کی تھی نہ صرف ٹین کی چھت بلکہ دیواروں پر لیپ بھی کیا گیا تھا وہ تھا اللہ کا گھر' گوٹھ کی واحد مسجد' "چھٹے خان" کا یہ گوٹھ صدیوں سے اسی پہاڑی کے دامن میں آباد تھا جس کے کنارے میں نیا بنایا گیا شہر' اچھی بندرگاہ اور ملک کا دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے روز بروز پھولتا بڑھتا۔ چاروں قُبلوں (طرف) سے پھیلتا جا رہا تھا گوٹھ کیا تھا؟ بس کوئی چالیس کے قریب پھوس کی جھونپڑیوں کا باڑہ تھا ساری جھگیاں ایک ہی رنگ ڈھنگ پر بنی ہوئی تھیں۔ تکون' چوکور' اور گول گول پتھروں' کی ٹیڑھی میڑھی دیواریں جن کے سوراخوں اور دراڑوں سے ہوا کے جھونکے نہ صرف مٹی بلکہ تنکے پتے بھی آر پار آتے جاتے تھے۔ چھتیں سب کی پھوس کی تھیں کھجی (کھجور) کی لمبی لمبی جوں کی توں شاخیں پٹیوں اور سلاخوں کی جگہ پر رکھی ہوئی تھیں اوپر سے سوکھے پتے پھیلے ہوئے تھے یہ تھی ان کی رہائش گاہ۔

سوان پھوس کے گھروں میں "چھٹے خان" کے باسی اپنا جاڑا ساون گزارتے تھے۔ ان کی پچھلی پیڑھیوں نے بھی ان ہی تنکوں میں اپنے دن بتائے تھے۔ ویسے تو قدیم اور پچھلے زمانے سے لے کر چھٹے خان کے رہواسیوں کی گزر بسر مچھلیاں پکڑنے پر ہوتی تھی مگر جب سے ساتھ میں نیا شہر بنا تھا تو کچھ جوان شہر جا کر محنت مزدوری کرتے تھے اور بیل گاڑیوں پر سامان لاد کر گزارا کرتے تھے۔ جوان مرد بھور سے بغیر نیرن (ناشتہ) کے مزدوری کے لئے چل پڑتے تھے باقی رہ جاتے تھے بڈھے' بچے اور عورتیں علی محمد موذن جس کو سب لوگ علہ کہتے تھے۔ علہ کی عادت تھی کہ سحری دے کر اٹھتا تھا اور ابھی آسمان کی گود کے تارے رخصتی کا وقت طے کرتے ہی تھے کہ وہ اذان دے دیتا تھا۔ ایک ایک کر کے نمازی جمع ہوتے تھے نماز پڑھتے وقت پورا صحن لوگوں سے بھر جاتا تھا۔ نماز ختم ہونے کے بعد دور (قرآن کا) اور ذکر (اللہ ہو) کی صدائیں سورج طلوع ہونے کے کچھ لمحے بعد بھی جاری رہتی تھیں۔ اس کے بعد بوڑھوں کی محفل حاجی کی دکان پر جمتی تھی۔ بچوں کے لئے تو تفریح کا سامان سرے سے تھا ہی نہیں ڈیڑھ پہر دن چڑھے نیند سے اٹھتے سکول وغیرہ تو گاؤں میں تھا ہی نہیں۔

بچے سارا دن گلیوں میں رہتے چکر کاٹتے کوک کھیلتے (آنکھ مچولی) ادھر ادھر الٹے سیدھے بے معنیٰ' بے مطلب' یا پھر گھوم پھر کر حاجی کی دکان پر آ کر ان بوڑھوں کی کچہری سنتے' کانا پھوسی کرتے' ایک دوسرے کی چٹکیاں لیتے تو بزرگ انہیں ڈانٹ پلاتے۔ بس علہ بن سنور کر حاجی کی دکان پر بیٹھتا تو بچوں کی بن آتی علہ بھی ڈینگیں مارتا ایک ختم کر کے دوسری شروع کرتا۔

کہتا "سائیں" جوانی میں ہم نے بھی کام کئے تھے اتنے بڑے بڑے کام ساون کا چڑھتا دریا چاندنی کی رات اکیلے دریا پار کیا تھا۔ میرل ماچھی کی بھینس کھل گئی تھی جو چوروں نے پکڑ لی اور بھینس کے ساتھ دریا پار کرنے لگے۔ میں نے سائیں کھرا اٹھایا اور ساون کے چڑھتے دریا میں چوروں کو پار جاتا دیکھ کر چھلانگ لگا لی سر پار کرنے سے پہلے ہی چوروں کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر تو سائیں خوفناک' جنگ اور جھیڑو (جھگڑا) چالو (شروع) ہوا تو لاتوں اور مکوں سے ان کی لٹا دیا میں نے۔ بس سائیں اس سمے کے بعد مجھے لوگ شیر دل کہنے شروع ہو

گئے۔ وہ سینہ پھیلاتا تو حاجی کی دکان واہ واہ سے گونجنے لگتی۔ اسی طرح یہ سلسلہ رات گئے چلتا سورج غروب ہونے کے ساتھ چاندنی راتوں میں کبڈی (جسے کوڈی کوڈی) بھی کہتے ہیں شروع ہو جاتی کھیل جمتا تو گرد اڑتی جس میں چاند کی چاندنی ڈھک جاتی۔ پھر ہو ''بلہا ڑو'' کی چیخوں کبڈی کی بلند و بانگ آوازوں اور وانجھی (ونجھ وٹی نامی کھیل کا کھلاڑی) کی آوازوں کتوں کے بھونکنے کی آواز میں دب جاتیں وقت گزرتا رہتا۔

چاند دھیرے دھیرے بڑھتا رہتا رات پنکھ پھیلاتی رہتی اور پھر جب بیچ آکاش میں تاروں کا جھرمٹ انگڑائی لیتا اور (تینوں تکون) تاروں کے لمبے ہو کر آدھے آسمان پر آجاتے اور بچھو (ستارے کا نام) کی دم کی چمک خوب خوب چمکتی اور دمکتی تب ہر کوئی سست پڑ جاتا اور تھک کر واپسی کی راہ لیتے کسی کا دل اب بھی بھرا ہوا نہیں ہوتا تو پھر یہ پلٹ کے باندھ کے کسی گلی کے موڑ پر بیٹھتے اور گل پری سوزاں پری' سفید دیو اور حسنہ پری اور زور بادشاہ کے قصے اور کہانیاں سناتے۔ لطیفے سناتے' پہیلیاں دیتے' لیتے' ایک کہتا ''شیر کو نماز پڑھا دے' نہیں آتا تو اچھا تلوار کو پانی پلا دے۔ اور شور ہو جاتا اور کوئی کہتا ''میں سناتا ہوں'' وہ کہتا لکڑی ٹوٹے' لکڑی اٹھے' لکڑی میں لارا' لارے میں آسمان کا تارا' پی چڑھا تارا' جادو کرے تارا' پی چڑھا چندا' چاند نے چاندنی پھیلائی' پی چڑھی بطخی' بطخ نے دیا انڈا' پی چڑھا تنکا' تنکے نے دیا جھونکا' پی چڑھا ولی اللہ' ولی اللہ نے کی کلی' پی چڑھی کانی چھپکلی' کانی چھپکلی نے پیٹھ دکھائی' پی چڑھی اونٹنی' اونٹنی نے کھائی گوار' پی چڑھی تلوار' وہ زور سے چیخ کر کہتا تلوار کہتا تو گونج اور شور مچ جاتا ''شاباش بھئی شاباش'' واہ بھئی واہ شاباشے' سائیں'' کافی دیر تک قہقہوں کا طوفان اٹھا رہتا پھر وہ گھر کی سمت چل پڑتے جہاں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر گندے اور پھٹے بستروں پر وہ ڈھیر ہو جاتے اور یوں ان کا ہو ہکا میٹھی نیند پر اختتام پذیر ہوتا اور صبح وہیں سے ہمیشہ کی طرح شروع ہوتی۔

پھر ایک دن ایک میونسپل عملدار رہواسیوں کو متنبہ کر گیا۔ تم کو یہاں سے لاد کے کہیں اور جا کر بیٹھنا چاہئے اور گوٹھ کو خالی کر دینا چاہئے کیونکہ یہاں پر ایک بہت بڑی کالونی کا قیام سرکاری طور پر منظور کرایا گیا ہے۔ تمہاری یہ جھگیاں کالونی کی زینت اور زیبائش پر بدنما داغ ہیں'' اور پھر تو جیسے گاؤں پر قیامت سی ٹوٹ پڑی۔ بچے بوڑھے پریشان اور خوفزدہ ہو گئے کہ یہ آفت کہاں اور کیسے نازل ہوئی۔

ہم تو صدیوں سے پشتوں اور پیڑھیوں سے ان پھوس کی جھونپڑوں میں رہتے آئے ہیں اور یہ کل شہر آباد ہوا اور آج ہم اٹھائے جا رہے ہیں۔ ایسا اندھیر'' ''نہ سائیں آبائی تنکے ہم نہیں چھوڑیں گے'' کوئی غمگین کہتا۔

سارا گاؤں حاجی کی دکان پر جمع ہوا آخر بات کا آگا پیچھا دیکھ کر سب نے یک صلاح کی کہ درخواست لکھا کہ میونسپلٹی کے بڑے صاحب کو دی جائے ان کو پورے حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ درخواست لکھ کر دی گئی تو میونسپلٹی کی میٹنگ ہوئی صدر نے درخواست دیکھتے ہوئے کہا کہ کالونی کو صاف ستھرا اور ماحول کو صاف رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان جھونپڑیوں کو وہاں سے اٹھایا جائے'' صدر کی بات آخری بات تھی۔

چھٹے خان کے گوٹھ والوں کو فیصلے کی اطلاع ملی تو وہ بجھ گئے۔ ''ایسا ظلم......ایسی اندھیر نگری......'' وہ رو پڑے ان کے دن اور راتیں اداسی میں بدل گئیں اور پھر ......

ایک دن صبح سویرے جب ابھی حاجی نے اپنی دکان میں جھاڑو بھی نہیں دی تھی اور ابھی چھڑکاؤ بھی نہیں کیا تھا ابھی علہ موذن کو اذان دیئے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ گوٹھ کے چاروں طرف ہاہا کار مچ گئی چھوٹا بڑا آنکھیں ملتا ہوا جھونپڑی سے نکلا' گلیوں کے موڑ کے پاس بچوں بوڑھوں اور عورتوں کے ٹھٹ لگ گئے علو مسجد سے نماز پڑھے بنا جلدی جلدی باہر نکل آیا حاجی دکان کا دروازہ بند کر کے چلا آیا گوٹھ کے چاروں طرف ہتھیار بند پولیس کھڑی تھی۔ ذرا قریب ہی بلڈوزر' ٹریکٹر کھڑا تھا اور دھواں نکال رہا تھا۔

پولیس نے گوٹھ واسیوں کو میونسپلٹی کا فیصلہ سنایا اور پھر اس کے بعد بلڈوزر کو اشارہ کیا...... بلڈوزر کی مشین میں ہلچل ہوئی اس کے فولادی پہیے پھرنے لگے تو جھونپڑیاں خوف سے لرزنے لگیں۔ بوڑھے اور بچے خوف زدہ ہو گئے۔ نوجوان غصے سے مٹھیاں بھینچ رہے تھے عورتیں بین کرنے لگیں۔ بچوں نے سسک سسک کر روتے ہوئے ان پھوس کے مکانات کو دیکھا جن میں وہ کھیلتے کودتے اور شرارتیں کرتے رہے تھے۔

بلڈوزر آگے بڑھا اور پھر ایک لرزتی ہوئی جھونپڑی سے ٹکرایا' بچوں اور عورتوں کی چیخیں نکل گئیں کھڑکھڑاتی جھونپڑی زمین بوس ہو گئی۔ انسان کا آباد کیا ہوا گھونسلا ڈھیر ہو گیا بلڈوزر پھر آگے بڑھا آگے بڑھتا رہا۔ جھونپڑیاں گرتی رہیں اور آخر بلڈوزر کے پاؤں ایک جگہ رک گئے۔ آگے مسجد تھی کسی جاہل کی جھونپڑی نہیں تھی' کسی جنگلی کا گھونسلا نہ تھا جس میں ماؤں کی مُسکان' بچوں کے قہقہے ہوتے وہ تو اللہ سائیں کا آستانہ تھا ڈرائیور کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ بلڈوزر کے فولادی پیروں میں بیڑیاں پڑ گئیں۔

اور پھر بہت دن بعد چھٹے خان کے گوٹھ کی جگہ' میلی جھونپڑوں کے بدلے بڑے بڑے بنگلے قیمتی محلات سر اٹھائے کھڑے تھے۔

حاجی کی دکان کی جگہ پر اب سیٹھ عبدالسلام کا بنگلہ تھا جس کے برابر کھڑی مسجد کے مینارے چمک رہے تھے سیٹھ نے مسجد کو نئے سرے سے دو منزلہ کر کے بنا لیا تھا۔ ''چھٹے خان'' کے گاؤں کی کوئی نشانی وہاں نہ تھی۔

''آسان حل''

''اب دیکھو نا...... میں تمہیں ایک اور حل بتاتا ہوں...... آج اخبار میں آیا ہے کہ یہ جو اور برج (پل) بنے ہیں لاہور میں...... چوبرجی، فیروز پور روڈ اور سرکلر روڈ پر لوگ ان پر سے گزرنے کی بجائے ابھی تک جنگلوں اور حفاظتی دیواروں کو پھلانگ کر سڑک پار کرتے ہیں۔ اتنے شاندار پل بنائے ہیں گورنمنٹ نے اور لوگ ادھر جاتے ہیں نہیں...... '' پتہ ہے کیا؟...... وہ اٹھ کر میرے قریب آ گئے۔ پتہ ہے لوگ ان پلوں پر سے چڑھ کر سڑک کے دوسری جانب کیوں نہیں جاتے؟...... اس لئے کہ یہ پل انہیں پل صراط دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اندر خوف ہے کہ یہ کہیں کٹ کر نہ گر جائیں۔ اس لئے لاکھ تردد کر کے کوشش کر کے نیچے سے گزر جاتے ہیں۔ اوپر نہیں جاتے۔ ہر ایک کے دل میں چور ہے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کیا ہے اور اپنے پل صراط سے ڈرتا ہے ہاں کچھ لوگ ہیں جو آرام سے اوپر چڑھ کر دوسری طرف چلے جاتے ہیں''

تو پھر اس کا کیا ہے؟ میں ان کی گفتگو سے تنگ آ چکا تھا۔ بس یہی کہ پاکستانی ایماندار ہو جائیں۔ دوسروں کا حق نہ چھینیں۔ رشوت نہ لیں، دل میں بے ایمانی نہیں ہوگی تو پھر سارے کے سارے پل پر سے گزریں گے...... ورنہ یہی ہوتا رہے گا جواب ہو رہا ہے۔'' ''مستنصر حسین تارڑ کی'' کارواں سرائے'' سے اقتباس

مرسلہ: محمد عامر الطاف فرید پکا لاڑاں

Scanned with CamScanner

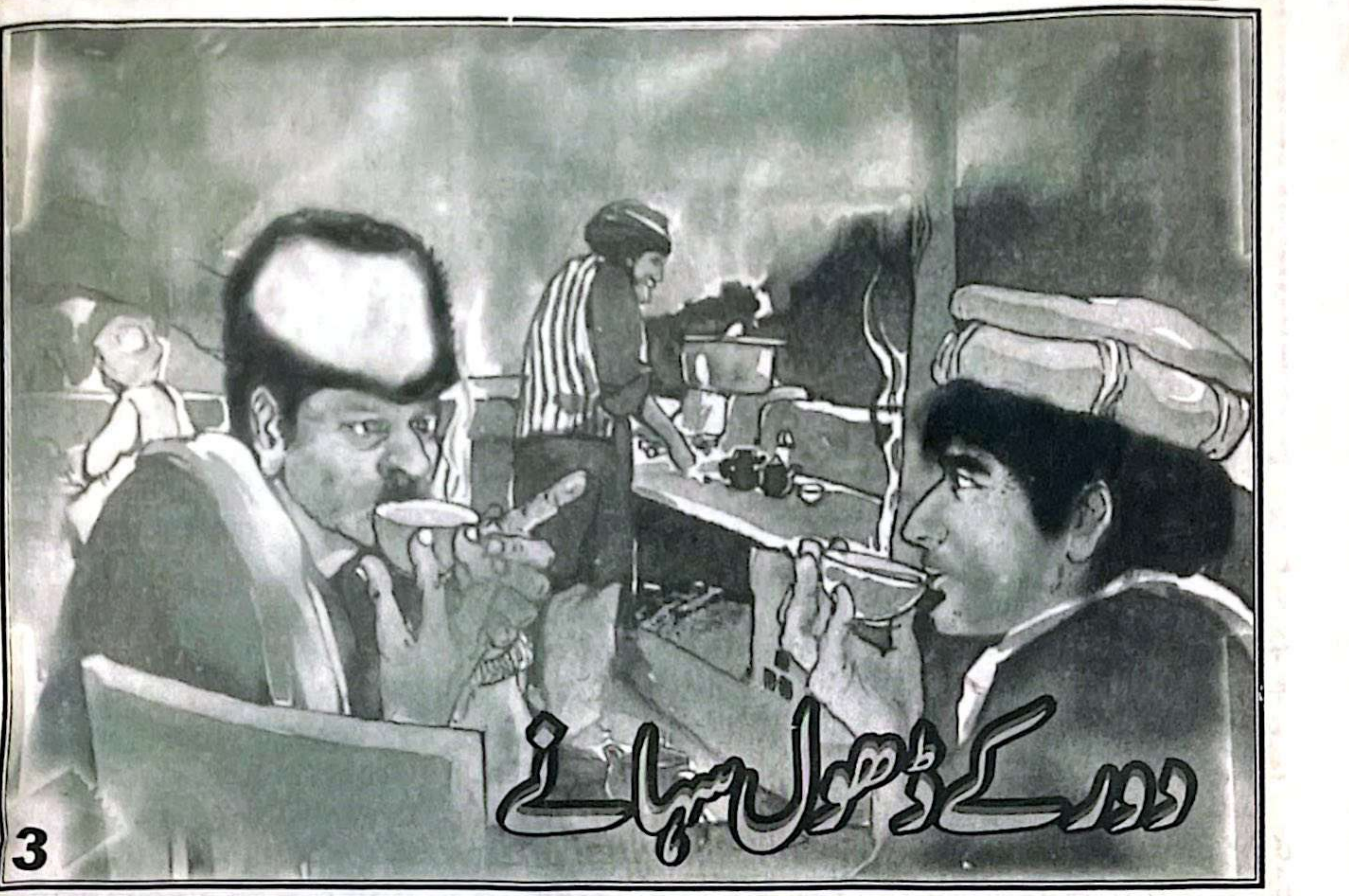

دور کے ڈھول سہانے

پروفیسر محمد ظریف خان۔صادق آباد

پیارے بچو! ضرب المثل یا کہاوت الفاظ کا ایسا مجموعہ ہوتا ہے جس کے پیچھے کوئی دلچسپ داستان یا سبق آموز کہانی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسی بے شمار کہاوتیں پڑھ یا سن رکھی ہوں گی لیکن آپ ان میں سے متعدد کا مفہوم تو جانتے ہوں گے مگر اس کے پس منظر سے واقف نہیں ہوں گے۔ ممکن ہے کہ کچھ بچے جنہیں مطالعہ کا شوق ہے وہ ان کہانیوں سے واقف ہوں مگر عام دلچسپی کیلئے ان کہاوتوں کے پس پشت جو کہانیاں کارفرما ہیں ان کا ایک سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب کو پسند آئے گا تو اس سلسلے کی پہلی کہانی پڑھیے۔

دور کے ڈھول سہانے

یہ کہاوت اس موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی شخص چند لوگوں یا کسی ایک فرد کے سامنے کسی ایسی بات، چیز یا جگہ یا شخص کی تعریف کرے جس سے دوسرے لوگ واقف نہ ہوں۔ تب یہی کہا جاتا ہے ”ہنہہ! دور کے ڈھول سہانے۔“ مگر اس کہاوت کی کہانی ہم سے سن لو۔

تو بھئی! بات کچھ یوں ہے کہ بہت عرصہ پہلے کسی گاؤں میں ایک خان صاحب اور ہندو بنئے کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی۔ بنئے کی دکان تھی جبکہ خان صاحب کھیتی باڑی کرتے تھے۔ ہر شام خان صاحب اپنے کام دھندے سے فارغ ہو کر بنئے کی دکان پر آ بیٹھتے اور کچھ دیر تک اس کے ساتھ گپ شپ کیا کرتے۔ خان صاحب یونہی عادتاً اس کی دکان میں رکھی ہوئی کھانے کی مختلف چیزوں کو چکھتے رہتے۔ مثلاً کبھی کسی دال کے دو چار دانے منہ میں ڈال لئے، کبھی چند چاول چبا لئے، کبھی ایک چٹکی چینی پھانک لی اور کبھی ذرا سا نمک چاٹ لیا۔ بنیا خان صاحب کا بے تکلف دوست ہونے کے باوجود تھا بڑا کنجوس۔ وہ دال کے ایک ایک دانے اور چینی کے ہر ذرے کا حساب رکھتا۔ یہ سلسلہ کوئی پچیس تیس سال تک چلا۔

ایک دن بنئے نے خاں صاحب سے کہا کہ اگرچہ ہم دونوں آپس میں دوست ہیں مگر یاری اپنی جگہ، کاروبار اپنی جگہ، میرے آپ پر ساٹھ روپیہ ادھار ہیں وہ ادا کر دیجئے۔“ اول تو ان دنوں ساٹھ روپے ایک بہت بڑی رقم تھی۔ یوں سمجھو کہ قیام پاکستان سے پہلے ایک روپیہ کا چار سیر آٹا ملتا تھا جو اب دس روپیہ کلو ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ خان صاحب نے تو کبھی بنئے سے کبھی ادھار لیا ہی نہ تھا۔ نہ سودا اور نہ رقم۔ اسلئے خان صاحب نے حیران ہو کر دریافت کیا۔

کیوں بھئی! کیسا ادھار؟ کس بات کا روپیہ۔

تب بنئے نے خان صاحب کے سامنے گزشتہ تیس برس کے ایک ایک دانے اور ایک ایک ذرے کا حساب پیش کر دیا۔ خان صاحب کو بنئے کی اس گھٹیا حرکت پر غصہ تو بہت آیا مگر انہوں نے دل ہی دل میں بنئے کو اس بات کی سزا دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے ایک

منصوبہ بنایا۔ انہوں نے بنئے سے کہا ''لالہ جی! بات یہ ہے کہ آج کل زمانہ خراب ہے۔ اتنی بڑی رقم میں تمہیں دن کے وقت دکان پر لا کر تو نہیں دے سکتا۔ تم ایسا کرو کہ رات کی تاریکی میں میرے گھر پر آ جاؤ۔ وہاں میں تمہارا ادھار چکا دوں گا۔ دو چار باتیں بھی ہو جائیں گی۔ کھانا کھائیں گے' ہنسی مذاق کریں گے۔ ہاں تو پھر آ رہے ہو ناں؟''

لالہ جی کو اس روز تو کوئی کام تھا اسلئے انہوں نے اگلے دن آنے کو کہا۔ خان صاحب نے بنئے سے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے ساتھ اپنا بہی کھاتہ (حساب کتاب کا رجسٹر) بھی لے کر آئے۔ تاکہ بنیا اس پر حساب چکتا ہونے کی رسید Payment receipt بھی لکھ دے۔ پھر خان صاحب دکان سے اٹھ کر ایک ڈھول والے کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ وہ رات کو مغرب کے بعد ان کے گھر پہنچے اور جب اسے اشارہ کیا جائے تو وہ خوب زور زور سے ڈھول بجانا شروع کر دے۔

اگلے دن جب سورج غروب ہوا اور ہلکی ہلکی تاریکی پھیلنے لگی تو بنیا دکان بند کر کے خان صاحب کے گھر آ گیا۔ خان صاحب نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا۔ پہلے تو کھانا وانا ہوا پھر خان صاحب نے کہا کہ وہ اپنا بہی کھاتہ نکال کر رکھے اور پھر خود رقم لانے کے بہانے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ مگر وہ دوسرے کمرے میں جانے کے بجائے گھر کے پچھلے دروازے پر گئے جہاں ڈھول والا ان کے حکم کا منتظر تھا۔ خان جی نے اسے ڈھول بجانے کا حکم دیا اور پھر لیا ہاتھ میں ایک ڈنڈا اور پہنچے بیٹھک میں جہاں بنیا بے چینی کے ساتھ اپنا ادھار چکتا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ خان صاحب نے بنئے کے دو چار ڈنڈے لگائے اور کہا کہ وہ اپنا بہی کھاتہ کھولے اور ان پر لاگو ہونے والے نام نہاد قرض کی وصولی لکھے۔ بنئے نے بڑی چیخ وپکار کی جو ڈھول کی آواز میں دب گئی۔ خان صاحب دروازے اور کھڑکیاں بھی مقفل کر چکے تھے اسلئے بنیا بھاگ بھی نہ سکا۔ آخر میں ڈنڈے کے سامنے بے بس ہو کر اسے وصولی کی رسید لکھنا ہی پڑی۔

کچھ دن کے بعد بنیا اپنے بیٹے کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ دور سے ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی۔ بیٹے نے کہا کہ ''ابا جی! دور سے ڈھول کی کتنی سہانی آواز آ رہی ہے۔ چلیں قریب جا کر سنتے ہیں''۔ تب بنیا بولا

''مورکھ! (نادان/ احمق) دور کے ڈھول کی آواز ایسی ہی سہانی ہوتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اس آواز کے پیچھے کوئی خان صاحب کسی بنئے کا ادھار چکا رہے ہوں گے۔''

بقیہ: حفیظ تائب

دعاؤں کا جو تحفہ ملتا ہے اس کیلئے ایسے ہی جلدی ہونی چاہیے۔ بھیا جی بتا رہے تھے کہ جب تک عیادت کرنیوالے بیٹھتے ہیں۔ فرشتے ان کیلئے دعا کرتے ہیں اور جب تک وہ وہاں بیٹھتے ہیں اللہ جی کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔

ابتدائی تعارف کے بعد حفیظ تائب صاحب نے بتایا کہ گزشتہ پندرہ سال سے پراسٹیٹ کینسر میں مبتلا ہیں۔ اب بیماری میں شدت آ گئی ہے جس کی وجہ سے گردوں کو بھی کینسر نے جکڑا ہوا ہے۔ علاج بہت کروایا ہے مگر افاقہ نہیں ہو رہا پھر بھی نماز کی ادائیگی ضرور کرتا ہوں کیونکہ یہ بہرحال فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے بہت ضروری ہے۔ آپ نے بتایا کہ آپ کی پانچ بیٹیاں ہیں اور تمام بیٹیوں کے فرائض ادا کر چکا ہوں۔ اب نوافل رہتے ہیں۔ یعنی بچیوں کی بچیوں کی شادیاں۔ بچوں کو شاعری سے خاص لگاؤ تو نہیں ہے ہاں البتہ بڑے نواسے کو بہت شوق ہے وہ اکثر نعتیہ کلام اور شاعری لے جاتا ہے اور بڑے ذوق وشوق سے ترتیب دیتا ہے۔ سب سے چھوٹی بیٹی کو نعت پڑھنے کا شوق ہے اس نے انگلش میں ماسٹر کیا ہوا ہے۔ دینی رجحان کے ساتھ انگلش کی طرف آ گئیں۔ چھوٹی بیٹی نے حضرت بلھے شاہ جو کہ پنجابی کے صوفی شاعر ہیں کے متعلق مضمون بھی تحریر کیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے نواسی کو بیٹا دیا ہے اس لئے ''پڑنانا'' بھی بن گیا ہوں۔ اچھی اولاد اللہ کا خاص تحفہ ہوتی ہے۔ میری ساری اولاد اور اس کی اولاد عبادت گزار ہے۔

حفیظ تائب کب بنے؟ کے جواب پر بتایا کہ چھوٹے ہوتے ہوئے نعت پڑھتا تھا۔ پھر جب میٹرک کا داخلہ فارم پر کرنے لگا تو نام کے خانے میں عبدالحفیظ تائب لکھ دیا۔ پھر حفیظ تائب نام مکمل ہو گیا۔ نام تو شاعرانہ ہے ہی مگر اس کا معنی بہت خوبصورت ہے۔ میٹرک کی سند پر بھی عبدالحفیظ تائب درج ہے۔ پھر میں نے تائب تخلص اپنا لیا۔

جناب عظمت شیخ (فوٹوگرافر مقامات مقدسہ) نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں نے جب بھی حفیظ صاحب کی نعتیہ شاعری پڑھی یا سنی مجھے بہت سرور ملا۔ اور بار بار سنتا ہوں۔ ان کے نعتیہ کلام کی آڈیو کیسٹ دوست و احباب کو بطور تحفہ دیتا ہوں۔ عظمت شیخ صاحب نے سوال کیا کہ آپ اتنی دلاویز اور خوبصورت نعت کیسے لکھ لیتے ہیں تو حفیظ تائب صاحب نے کہا کہ میں جب بھی نعت کہنے لگتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے میں سرکار کی بارگاہ میں ہوں اور حضرت حسانؓ کی روایت برقرار رکھتے ہوئے نعت لکھتا ہوں۔

تائب صاحب نے بتایا کہ اردو اور پنجابی شاعری کی متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں بہار نعت' صلو علیہ وآلہٗ وسلمو تسلیما' تعبیر' سک متراں دی' لیکھ (قسمت) شامل ہیں۔ تعبیر میں قومی شاعری ہے جو نعتیہ طرز پر ہے۔ نئی آنیوالی کتاب کا نام ''کوثریہ'' ہے۔ جو سورہ کوثر سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ سورہ کوثر تین آیات پر مشتمل ہے اور کوثریہ کی شاعری بھی تین مصرعوں پر ہے۔ جسے آج کل ''ہائیکو طرز'' کہا جاتا ہے۔ بہار نعت میں پاکستان کے نامور اور قابل احترام شعرا کی شاعری مرتب کی ہے۔ پیر وارث شاہؒ نے قصیدہ بردہ شریف کا پنجابی ترجمہ لکھا تھا وہ بھی بہار نعت میں شامل ہے۔ نعت کہتے ہوئے تقریباً 28 سال ہو چکے ہیں اور نعتیہ شاعری میں سرور اور لطف ملا ہے۔ پھر جب کبھی میرے سامنے حجاز مقدس کی بات ہوتی ہے تو میری وجدانی کیفیت ہو جاتی ہے اور وہ کتنے خوش قسمت انسان ہیں جو حجاز پاک کی طرف جاتے ہیں۔ بچپن کا یادگار واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ والد صاحب مسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا کرتے تھے اور میں نعت پڑھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خطبے پر زیادہ وقت لگ گیا اور میں نعت نہ پڑھ سکا۔ جب گھر آیا تو والدہ نے والد صاحب سے کہا کہ آج حفیظ نے نعت نہیں پڑھی؟ تو والد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کہ آتے ہی میری شکایت لگا دی ہے تو والدہ نے کہا کہ شکایت تو نہیں لگائی مگر جب حفیظ نعت پڑھ کر گھر آتا ہے تو اس کا چہرہ پرنور اور چمکتا ہوتا ہے مگر آج ایسا نہیں ہے۔ تائب صاحب نے پھول ٹیم کو اپنی نعتیہ شاعری کی آڈیو کیسٹ دیں۔ آخر میں سرور حسین نقشبندی نے اپنی خوبصورت آواز میں تائب صاحب کا نعتیہ کلام سنایا۔ جو کچھ یوں ہے۔ جو جناب رسالت مآب سے گہری وابستگی کا آئینہ دار ہے۔

لفظ کے بس میں نہ تھا عرض تمنا کرنا
راس آیا مجھے اشکوں کو وسیلہ کرنا
کاش قسمت میں ہو محبوب خدا کا دیدار
جن کا منصب تن و روح کو اجلا کرنا
تیرے محبوب سے منسوب ہے تائب یارب
سر محشر اسے خلقت میں نہ رسوا کرنا

حفیظ تائب صاحب کی اتنی پیاری گفتگو تھی کہ واپسی کو دل نہیں چاہ رہا تھا اور وہ بھی بیمار ہونے کے باوجود بیماری بھول کر شفقت فرماتے رہے۔ آخر میں تمام شرکا کو اپنی شاعری پر مشتمل قطعات دیئے اور گھر سے باہر آ کر پھول ٹیم کو رخصت کیا۔

جھوٹ کے پاؤں

ایک چور کا ماجرا۔ اسکی تلاش میں لوگ ایک صندوق تک آ گئے تھے زیادہ باتیں کرنے والوں کیلئے تحفہ خاص۔ فیصل آباد سے ساجد محمود کی تازہ سوغات ان دنوں وہ خود بھی پڑھنے سے زیادہ ایسے کرداروں سے ملنے میں مصروف ہیں۔

ساجد محمود ساجد (زرعی یونیورسٹی فیصل آباد)

''ڈاکٹر صاحب'' کا اصل نام تو میں بھی نہیں جانتا اور نہ کبھی جاننے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چھوٹے بڑے سب ان کو ڈاکٹر صاحب ہی کہتے تھے۔ اس نام کے پڑنے کی وجہ کچھ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب جب نویں جماعت میں پہنچے تو انہوں نے سائنس کے مضامین پڑھنے کا فیصلہ کیا چنانچہ باقی لڑکوں کی دیکھا دیکھی ڈاکٹر صاحب نے بھی سائنس کی کتابیں خرید لیں۔

جب وہ نئی کلاس میں پہنچے تو سر نے سب سے اپنے مستقبل کے ارادوں کے بارے میں پوچھا۔ سب نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔ کسی نے انجینئر بننے کا اور کسی نے پروفیسر بننے کا' کسی نے کچھ بننے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کھڑے ہو کر اعلان کیا ''جی میں ڈاکٹر بنوں گا'' ان کا نام واقعی ''ڈاکٹر صاحب'' پڑنے کی یہ کوئی خاص وجہ نہ تھی البتہ جو واقع اگلے دن پیش آیا اس نے ان کو واقعی ''ڈاکٹر'' بنا دیا۔ پہلے دن جب سر نے سائنس کی کتابوں کا تعارف کروایا اور بچوں کو محنت کی ترغیب دی اور کہا کہ ان مضامین میں آپ کو 'اندھا دھند' پڑھنا پڑے گا تو ڈاکٹر صاحب کافی گھبرا گئے۔ دوسرے دن نتیجتاً وہ کلاس سے غائب تھے۔ ان کا ایک کلاس فیلو ان کو ڈھونڈتا ہوا۔ آرٹس گروپ میں گیا تو ڈاکٹر صاحب وہاں انہماک سے کلاس پڑھنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے سائنس کی جگہ آرٹس کے مضامین رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس دن سے ان کے دوست وغیرہ چھیڑ خانی کے طور پر ''ڈاکٹر صاحب'' کہہ کر بلاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب سے میری سلام ودعا کو تھوڑا عرصہ ہی گزرا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ''کیا ہوا جو میں ڈاکٹر نہ بن سکا مطلب میڈیکل کالج میں نہ پڑھ سکا۔ آخر ساری ڈاکٹری تو میں جانتا ہی ہوں۔ بس سند ہی تو نہیں ہے''۔ ان کے پاس خون کا دباؤ اور دل کی دھڑکن معلوم کرنے کی ''ٹوٹی'' بھی ہے۔ اس سے وہ خون کا دباؤ معلوم کریں یا نہ کریں ہم جیسے سادہ دل لوگوں پر دباؤ اور رعب ضرور ڈالتے ہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ مجھے سر میں درد ہوا۔ بڑے بھائی مجھے ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔ میں اچھا خاصا متاثر ہوا۔ انہوں نے خون کا دباؤ معلوم کرنے کے بعد مجھے نصیحت کی ''سبزیاں زیادہ استعمال کیا کرو چھوٹے!''

میں نے ان کا دل رکھنے کیلئے ہاں کر دی۔ لیکن انہیں کون سمجھائے کہ ہمارے ہاں ہفتے میں سات دن سبزی ہی پکتی ہے گوشت تو کبھی قسمت سے ہی'' دوسرا مجھے درد سر کہاں تھا وہ تو سکول سے چھٹی کا ایک بہانہ تھا۔

آہستہ آہستہ مجھے پتہ چلا۔ ڈاکٹر صاحب شیخی بگھارتے ہیں۔ ہر بات کو بڑھا چڑھا کر اور اپنی طرف منسوب کر کے بیان کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ان کی گفتگو میں لفظ ''میں'' اکثر سنا جاتا یعنی میں نے یہ کیا۔ میں نے وہ کیا۔

ایک دن اپنی بہادری کا کوئی قصہ سنانے لگے۔ ''رات کا وقت تھا۔ میں ذرا رات گئے تک مطالعے کا شوقین ہوں۔ اس لئے اس روز بھی جاگ ہی رہا تھا''۔ یہ کہہ کر انہوں نے تھوڑی دیر کیلئے میری طرف دیکھا اور میں بھی مستحسن نظروں سے انہیں تکنے لگا۔ ''میں سونے کی تیاری کرنے لگا کہ اچانک پڑوسیوں کی طرف سے...... چور...... چور کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میں نے آناً فاناً جوتے پیروں میں دیئے (حالانکہ پیر جوتوں میں دینے چاہئیں تھے۔ چلو کوئی نہیں وہ اس وقت جلدی میں تھے اور جلدی میں آدمی کچھ بھی کر سکتا ہے) میں باہر نکل آیا دیکھا تو چور

بھاگ کر گلی کے نکڑ پر پہنچ چکا ہے باقی محلے والے خوف سے دبکے ہوئے ہیں۔ کسی میں بھی ہمت نہیں تھی۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ چور کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ اور بالآخر آدھے گھنٹے کی مسلسل تگ و دو کے بعد چور کو پکڑ کر پڑوسیوں اور بعد ازاں پولیس کے حوالے کر دیا۔ سب لوگ میری اس کارکردگی پر حیران تھے۔ بھئی بات تھی بھی حیرانی کی۔ اس وقت سب لوگ خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے کسی میں بھی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر چور کا پیچھا کیا جائے"۔

اس روز سے میں ڈاکٹر صاحب کی باقی خوبیوں کے ساتھ بہادری کا بھی معترف ہو گیا۔ حامد میرا پڑوسی اور دوست ہے ایک دن کہنے لگا "یار...... یہ ایم فل کیا ہوتا ہے؟" یہ تو کوئی تعلیم کی ڈگری لیکن کس درجے کی یہ پتہ نہیں"۔ "ایم فل؟" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔ "بھئی جہاں تک میرا ناقص علم ہے یہ ایم فل نہیں بلکہ ایم فل ہوتا ہے۔ ماسٹر آف فلاسفی۔ تمہیں کس نے کہہ دیا کہ یہ ایم فل ہوتا ہے؟" "وہ...... آج ڈاکٹر صاحب ملے تھے راستے میں۔ باتوں باتوں میں بتایا کہ ان کے شاگرد ایم فل کر رہے ہیں"۔ حامد نے وضاحت کی۔

بعض لوگوں کی عادت' وقت بے وقت جھوٹ بولنے کی ہوتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ آیا اس سے ان کو کچھ مادی فائدہ بھی حاصل ہوگا یا نہیں۔ ایسے لوگ اپنا اعتبار بہت جلد کھو دیتے ہیں۔ کئی دفعہ انہیں اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ جھوٹ بولنا ویسے بھی بہت بری عادت اور بات ہے لیکن بعض لوگ تھوڑے یا زیادہ فائدے کی خاطر جھوٹ بول لیتے ہیں۔ ہے تو یہ بھی غلط کہ آدمی اپنی دنیا بنانے کیلئے اپنا ایمان اور آخرت ضائع کر دے۔ دوسری قسم کے لوگ چلیں اپنے فائدے کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں ان کی سمجھ تو آتی ہے مگر پہلی قسم کے لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ بغیر فائدے اور بلاضرورت جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔ ایسے لوگ جھوٹ کے اتنے عادی ہو جاتے ہیں کہ انہیں پتہ نہیں چلتا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں یا نہیں!!

امتحانات قریب تھے میں مغرب کے بعد بیٹھا مطالعے میں مصروف تھا۔ باہر اندھیرا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ گلی میں مختلف قسم کے شور شرابے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں ان سے بے تعلق سا ہو کر اپنی پڑھائی میں مگن تھا۔ کبھی کبھی اٹھ کر کھڑکی سے ایک نگاہ غلط انداز باہر کی طرف ڈال دیتا۔ کھڑکی کے سامنے ذرا سا دور...... ڈاکٹر صاحب کا مکان روشنیوں میں جگمگ کر رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا ذکر ہو یا دیدار' نجانے کیوں ایک تبسم سا میرے لبوں پر بکھر جاتا ہے۔

میں کافی دیر سے مطالعے میں غرق تھا۔ باہر اندھیرا مکمل طور پر پھیل چکا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ دو چار صفحات پڑھ کر اٹھوں گا اور کوئی دوسرا کام کروں گا۔ میں اس سوچ میں تھا کہ باہر سے شور کا ایک ریلہ اٹھا۔ میں اپنی کتاب بند کر کے دروازہ کھول کر جلدی سے باہر کی طرف دوڑ پڑا۔ بہت سے لوگ ہاتھوں میں لاٹھیاں وغیرہ اٹھائے چور چور کی آوازیں لگاتے ہوئے ایک طرف بھاگ رہے تھے۔ میں جب مجمعے میں پہنچا تو وہ ڈاکٹر صاحب کے گھر عین قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے ایک شخص سے معلومات لینے کی کوشش کی۔ "او جی...... وہ گلی کے سرے پر جو پروفیسر صاحب ہیں۔ ان کے گھر میں دو چور گھس آئے تھے مگر کسی نے ان کو دیکھ لیا اور شور مچانے پر وہ بھاگ نکلے ان ہی کی تلاش ہو رہی ہے۔" مجمع اب رک چکا تھا۔ ایک شخص نے تجویز پیش کی "مجھے لگتا ہے وہ یہیں کہیں چھپ گئے ہیں۔ کسی کے گھر میں......" "ہاں ہاں...... یہاں تک تو ہمارے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔" "تجویز اچھی ہے" تو بھئی جلدی کرو۔ کہیں نکل نہ جائیں"۔ اپنی اپنی عقل کے مطابق اور جتنے منہ اتنی باتیں کے مصداق سب نے رائے دی۔ ایک بزرگ نے ایک ایک دو دو بندوں کو قریبی گھروں میں چور کی تلاش میں بھیج دیا۔ میں چوروں کی ڈھٹائی پر حیران ہو رہا تھا کہ ابھی عشاء کا وقت بھی نہیں ہوا اور بے وقوفوں نے چوری کی ٹھان لی۔ اس وقت تک تو بچے بھی جاگ رہے ہوتے ہیں۔ چور ضرور خطرناک ہوں گے شاید یا لازماً ان کے پاس اسلحہ بھی ہوگا۔ اسلحے کا سوچ کر میرے جسم میں جھرجھری سی پیدا ہوگئی۔ اور میں کسی قدر خوفزدہ ہو گیا۔ میرے ساتھ عرفان کو ڈاکٹر صاحب کے گھر بھیج دیا گیا۔ ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے اور انہیں صورتحال سمجھا کر مختلف کونوں اور کھدروں میں ٹارچ کی روشنی ڈالنے لگے۔ غفار (ڈاکٹر صاحب کا چھوٹا بھائی) بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ بھی سہما ہوا تھا کہ چور ان کے گھر میں نہ گھس آئے ہوں۔ دو تین کمروں میں دیکھنے کے باوجود ہمیں چور نہ ملے۔ ہمیں یا کم از کم مجھے اس بات پر خوشی ہو رہی تھی کہ ہم ابھی تک چوروں کے سامنے سے بچے ہوئے تھے۔ اچانک عرفان نے کمرے کے کونے میں ٹارچ کی روشنی ماری۔ مجھے ایک بڑا سا صندوق نظر آیا۔ غفار نے بتایا کہ یہ کپڑے' رضائیاں وغیرہ رکھنے کا صندوق ہے۔ میرے ذہن میں ایک جھماکے کے ساتھ چور کی صورت ابھر آئی۔ وہ ضرور اس کے اندر ہوں گے۔ اس کے ہاتھ میں بھری ہوئی پستول اور نجانے کیسے کیسے ڈراؤنے خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے اور ساتھ ہی دل کی دھڑکن بھی دوگنی ہو رہی تھی۔ ہم تینوں میں سے کسی کو بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ہم تینوں ایک جگہ رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد' کچھ ہچکچاہٹ کے ساتھ تینوں دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگے۔ میں نے ٹارچ سنبھال لی۔ غفار اور عرفان نے صندوق کا پٹ کھولا میں نے گھما کر روشنی اس میں ڈالی۔ میرا دل دھک کر رہ

خونی ہیرا

واشنگٹن کے اسمتھ سونین انسٹی ٹیوٹ میں "ہوپ" نامی ایک ہیرا رکھا ہے یہ ہیرا اس سے پہلے جس شخص کے قبضے میں بھی رہا وہ پراسرار انداز میں مر گیا۔ پانچ سو سال پہلے ایک ہندو جوگی نے اسے ایک مندر کے دیوتا کی پیشانی سے چوری چھپے نکال لیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ پکڑا گیا اور اسے موت کی سزا ہوئی۔ پھر وہ ہیرا جین نامی ایک فرانسیسی کے قبضے میں چلا گیا۔ بدقسمتی سے اس پر جنگلی کتوں نے حملہ کیا اور وہ زخمی ہو کر مر گیا اس کے بعد یہ ہیرا فرانس کے شاہی خاندان کے پاس پہنچ گیا۔ شہزادی ڈی لیمبیل ایک مجمع میں چند شر پسندوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئیں اور میری انتونیو کا سر گلوٹین سے کاٹا گیا جیکولیس سیلوٹ دیوانہ ہو گیا اور اس نے خود کو ہلاک کر دیا۔ ہیرا ایک روسی شہزادے کینو تووسکی کے پاس پہنچ گیا جسے اس نے اپنی بیوی کو تحفے میں پیش کر دیا بعد میں اس نے اپنی بیوی کو کسی بات پر قتل کر دیا۔ آخر میں ہنری تھامس ہوپ نے یہ ہیرا انسٹی ٹیوٹ کو پیش کر دیا۔

گیا۔ "چور صاحب" وہاں دبکے بیٹھے تھے اور اس انداز سے کہ اس کی پیٹھ نظر آرہی تھی چہرہ وہ کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا۔ اس سے پہلے کہ ہم بولتے یا مزید کارروائی کرتے اس نے ہلنا جلنا شروع کر دیا۔ غفار نے ہمت کر کے اس پر ہاتھ ڈالا "چلو۔ اب باہر نکل۔ تمہارا ڈرامہ فلاپ ہو چکا ہے"۔

"ہاں ہاں...... چ...... چ...... چلو" میں نے بھی دلیرانہ انداز اپنانے کی کوشش کی۔

"پکڑ کر باہر نکالو۔ کمبخت کو...... خوامخواہ وقت برباد کروایا" عرفان بھی آخر کار بول پڑا ہم تینوں نے اسے پکڑا اور اس کا چہرہ اپنی طرف کرنے کیلئے زور لگایا۔ اسی اثناء میں ہمارے منہ حیرت کے ساتھ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"ڈاکٹر صاحب! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں......؟" میں نے متحیر لہجے میں پوچھا۔ "ڈاکٹر صاحب؟" عرفان نے سوالیہ اور حیرانی سے پر انداز میں یہ لفظ دہرایا۔

"وہ...... وہ...... چور چلے گئے؟" ڈاکٹر صاحب نے بمشکل اپنا فقرہ مکمل کیا۔ ہمیں صورتحال سمجھنے میں ذرا سی دقت بھی محسوس نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب چور کے ڈر سے صندوق کے اندر...... جو کہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ استراحت فرما رہے تھے۔

ہم تینوں خاموش تھے۔ جبکہ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ جھوٹ کہیں نہ کہیں منہ کے بل گر جاتا ہے اور اگر وہ بچ سے بھاگ کر کہیں دور جانا بھی چاہتا ہو تو نہیں جا سکتا" کئی روز بعد حامد نے مجھے بتایا "ڈاکٹر صاحب کا اصل نام 'بہادر خان' ہے"۔

Scanned with CamScanner

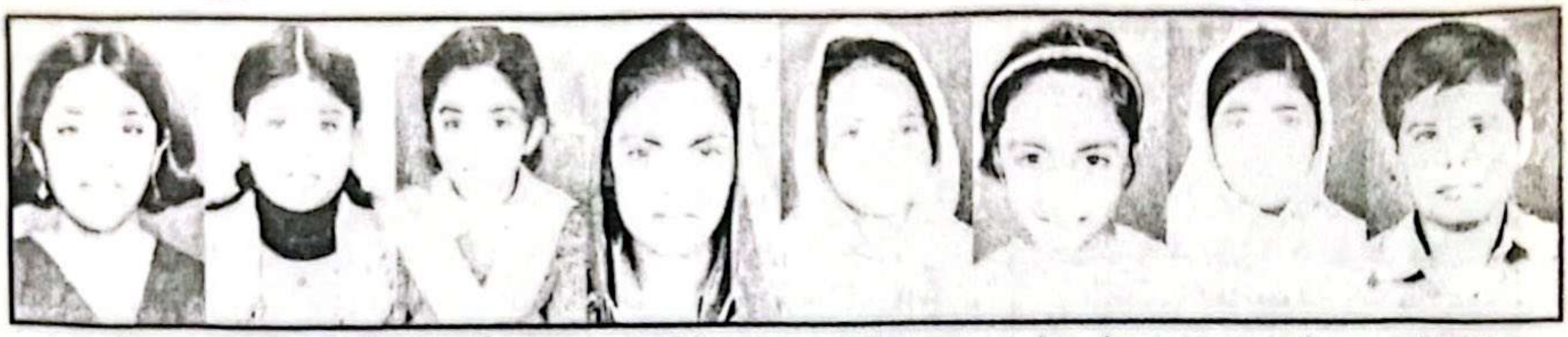

محمد رمیض خاں　رضوانہ پروین　عبیرہ رسول　نادیہ ممتاز　شافیہ خالد　ماہ رخ خان　غازیہ ندیم　عائشہ نذیر

یہ محفل تو سبھی ہی آپ کے لئے ہے

محمد نوید جان میو

محمد منور عاصی ترنڈہ محمد پناہ 1-5-1987 عاصی غالباً آپ کا تخلص ہے ویسے میں نے سنا ہے کہ ناموں کا اثر انسان کی شخصیت پر بھی ہوتا ہے تو مانا کہ آپ گناہ گار ہوں گے مگر یوں گناہ گار ہونے کا اعلان کرنا تو مناسب نہیں۔ لیکن اللہ جی کی رحمت سے بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے مگر یوں تو اسے غصہ بھی آ سکتا ہے۔

علی اکبر شاہ۔ بھائی پھیرو 2-5-1984 یہ بڑا انسان بننا چاہتے ہیں اور اولاد آدم کی خدمت کرنے کا عزم بھی رکھتے ہیں بھئی یہ دونوں تو بہت آسان کام ہیں کیونکہ بڑے انسان کچھ تو آپ اپنے نام کی وجہ سے بن گئے ہو اور کچھ وقت کے ساتھ ساتھ بڑے ہو جاؤ گے اور اپنی خدمت کر کے کہو گے کہ بھئی میں تو اولاد آدم کی خدمت کر رہا ہوں۔ خدمت کرنی ہی ہے تو دائرہ تھوڑا چھوٹا کر لیں۔

محمد لبیب الرحمن۔ ڈیرہ غازیخان 2-5-1987 ان کی سوچیں پہلے ادھر ادھر بھٹکتی رہتی تھیں وہ تو خدا بھلا کرے پھول کا کہ جس نے ان کی سوچوں کو مثبت راستہ بھجایا۔

رضوانہ پروین میلسی 3-5-1988 انہوں نے وکیل بننا ہے اسی لئے 10 گھنٹے روزانہ پڑھتی بھی ہیں ویسے مجھے بڑا شوق ہے کسی ایسے وکیل سے ملنے کا کہ جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔

وقاص گلزار، حافظ آباد۔ 5-5-1988 انہوں نے پھول اپنے دوست کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے پڑھنا شروع کیا۔

محمد زبیر لیاقت۔ سیالکوٹ 5-5-1989 انہوں نے کمانڈو آفیسر بننا ہے ویسے آپ کو پتا تو ہے ناں کہ کمانڈو بننے کیلئے کتنی محنت کرنی پڑتی ہے آپ ابھی سے اپنے ذہن کو تیار کر لو۔

وقاص شفیق اعوان۔ بالا کوٹ 5-5-1984 ان کا ارادہ ہے کہ یہ مستقبل میں اپنا کاروبار کریں گے اچھی بات ہے لیکن ایک اور بات بھی یاد رکھیے کہ اگر بزنس مین پڑھا لکھا ہو تو اس کے بزنس کو چار چاند لگ جاتے ہیں لہذا پڑھائی مکمل کر کے ہی اس لائن میں آیئے گا۔

محمد وقاص۔ بچیکی۔ 6-5-1988 یہ اپنے دوست فرحان سردار کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے انہیں بیڈ ٹائم سٹوریز میں سے "بے خبری" "آپا نکو" اور بابیہ بہت پسند ہیں۔

تہذیب الحسن کراچی 6-5-1977 ان کو عبدالصمد مظفر بھائی نے پھول تحفہ کے طور پر دیا اور یہ تحفہ ان کو ایسا بھایا کہ یہ اسی کے ہو کر رہ گئے انہوں نے نیک اور اچھا پاکستانی بننا ہے۔

محمد وہاب ساحل۔ حافظ آباد 6-5-1988 وہاب نے مستقبل میں فوجی بننے کی ٹھان رکھی ہے ویسے اگر میری بات مانیں تو F.S.C کرنے کے بعد سیکنڈ لیفٹیننٹ کیلئے اپلائی کیجئے گا۔

شازیہ احسان راولپنڈی 7 مئی بقول ان کے جب سے انہوں نے پھول پڑھنا شروع کیا ہے ان کے غصے میں کافی کمی واقع ہوئی ہے اور اب ان کا دوسروں سے ہمدردی بھی محسوس ہوتی ہے۔

ناصر عرفات۔ حافظ آباد۔ 7-5-1987 لگتا ہے کہ ان کا نام یاسر عرفات سے متاثر ہو کر رکھا گیا ہے لیکن نجانے کیوں مجھ کو یاسر عرفات انکل کچھ خاص متاثر نہیں کر سکے بہر حال یہ اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں۔

ماہ رخ خان۔ لاہور 8 مئی بھئی آپ کے نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا اگر کوئی بھائی ہے تو اس کا نام شاہ رخ ہے اب میرا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے ماہ رخ کی زندگی میں سب سے زیادہ ویلیو پڑھائی کی ہے

حافظ بلال ادریس۔ منڈی فیض آباد 8-5-1984 ان کو پھول میں نوشین آپی کی کہانیاں بہت پسند ہیں اگر کوئی دل سے لکھے تو پڑھنے میں مزہ تو آتا ہی ہے ناں

سید علی تراب زیدی۔ میلسی 9-5-1991 انہوں نے ڈی ایس پی بننے کا ارادہ کیا ہے ویسے آپ کو پتا ہے کہ یہ کن الفاظ کا مخفف ہے؟۔

ابوبکر طارق سیالکوٹ 10-5-1989 ان کے والد صاحب امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتے ہیں لہذا یہ بھی بڑے ہو کر بزنس مین بنیں گے۔

زاہد عباس ملک لاہور 10-5-1985 یہ نجانے کیسے اپنی منزل پر پہنچ پائیں گے دو کشتیوں میں تو پیر رکھ کر بیٹھے ہیں کہتے ہیں کہ یا تو سوفٹ ویئر انجینئر بنیں گے یا پھر جرنلسٹ اور اگر خدانخواستہ دونوں میں سے کچھ نہ بن سکے تو بیروزگاری کے عہدے پر تو فائز ہو ہی جائیں گے۔

محمد علی طیب۔ سمہ سٹہ۔ 10-5-1989 یہ کافی صاف گو واقع ہوئے ہیں کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ ان کی زندگی پر کسی بیڈ ٹائم سٹوری نے اثر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کو زیادہ توجہ سے نہیں پڑھتے چلیں۔

عثمان فاروقی۔ بہاولپور 11-5-1987 "لو جی کر لو گل" ان کے مستقبل میں کچھ بھی بننے کا ارادہ نہیں ہے بھائی اور کچھ نہیں بننا تو کم از کم دولہا بننے کا ارادہ ہی کر لو ویسے عثمان بھائی آئی سی ایس کے سٹوڈنٹ ہیں اور ان کی زندگی میں ان کے دوستوں کی بہت ویلیو ہے۔

عمران وزیر۔ لاہور 11-5-87 انہوں نے 3 گھنٹے پڑھ کر انجینئر بننا ہے تو عمران بھائی اتنی دیر پڑھ کر تو وہ والا انجینئر ہی بنا جا سکتا ہے کہ جو گاڑیوں کو پنکچر لگاتا ہے۔

محمد زبیر خان۔ میلسی 12-5-89 زبیر بھائی آپ زمینداری میں اپنے والد صاحب کا ہاتھ بٹایا کرو تاکہ آپ کو آرمی جوائن کرنے میں آسانی رہے۔

محمد رفیق لاہور 12-5-1976 واہ جی واہ یہ تو ہمارے ہم مکتب نکلے میں نے بھی میٹرک گورنمنٹ چوبرجی گارڈنز سکول سے کیا تھا اور آپ بھی اسی سکول میں پڑھتے رہے ہو انہوں نے بزنس مین بننا ہے۔

مرزا وحید نارنگ منڈی 13 مئی ان کو پھول میں بچوں کی کہانیاں بہت پسند ہیں بھئی اب بچوں کو بڑوں کی کہانیاں کیسے پسند آ سکتی ہیں ویسے ان کے علاقے کے بارے میں پروفیسر تنویر صاحب کا کہنا ہے کہ اس کا نام نارنگ سے تبدیل کر کے نورنگ رکھ دینا چاہیے کیونکہ ان کے مطابق وہاں رنگ ہی رنگ بکھرے ہیں۔

رائے افتخار وار برٹن 13-5-1987 افتخار صاحب یہ کیا بات ہوئی کہ آپ پھول کے علاوہ اور کوئی میگزین پڑھتے ہی نہیں ہیں بھئی دوسرے لوگ بھی محنت کرتے ہیں اور یقیناً اچھی اور معیاری چیزیں چھاپتے ہیں وہ بھی

محمد رفیق　علی اکبر شاہ　عثمان اکرم　محمد زبیر لیاقت　علی رضا　افتخار صادق　زاہد عباس ملک　ابوبکر طارق

فیصل نذیر — محمد طاہر اقبال — محمد منور — وسیم عباس — حافظ بلال ادریس — تہذیب الحسن — سید علی تراب — محمد زبیر خان

پڑھا کریں۔

غازیہ ندیم لاہور 16-5-1995 پیاری بہنا یہ آپ نے کونسی بیڈ ٹائم سٹوریز کے نام لکھ بھیجے ہیں کربلا کا واقعہ وغیرہ وغیرہ ایسی بیڈ ٹائم سٹوری کم از کم بھیا نے تو نہیں لکھی ہوگی۔

وسیم عباس میلسی 17-5-1987 یہ کہتے ہیں کہ پھول ایک اچھا اور معیاری رسالہ ہے تو یہ بات تو ان سب لوگوں کو پتا ہے کہ جو پھول کو صرف دیکھتے اور خریدتے ہی نہیں بلکہ پڑھتے بھی ہیں۔

محمد طاہر اقبال بھٹی ۔فیصل آباد 17-5-1988 یہ صرف 3 گھنٹے پڑھ کر انجینئر +اچھا انسان+ ہمدرد پاکستانی بننا چاہتے ہیں بھائی میرے یہ مقابلے کا دور ہے اتنا کم پڑھو گے تو ہمیشہ لائن میں لگے رہو گے کیا سمجھے؟

خالد محمود عباسی ۔لیاقت پور 20-5-1984 خالد بھائی پھول کے علاوہ عمران سیریز اور آداب عرض جیسے رسالے بھی پڑھتے ہیں۔

ساجد محمود کالیکی منڈی 20-5-1981 یہ مستقبل میں ایک بڑا مصور بننا چاہتے ہیں تو ساجد بھائی آپ قدرت کے شاہکاروں کا مطالعہ کیا کریں اور اگر ممکن ہو سکے تو قدرتی مناظر کو اپنے کینوس پر ابھارا کریں۔

فیصل نذیر لاہور 20-5-1980 ان کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے اب یہ پتا نہیں کہ کتابیں کورس سے متعلقہ ہوتی ہیں یا پھر کورس سے ہٹ کر ویسے کسی سیانے کا کہنا ہے کہ ہم لوگ ڈگریاں لینے کے لئے پڑھتے ہیں اسی لئے ہمارے پاس علم نہیں ہے۔

رانا سہیل بہاولنگر 21-5-1980 انہوں نے شاپ کیپر بننا ہے ویسے اگر آپ چاہیں تو آپ اپنی فیکٹری لگانے کا خواب بھی دیکھ سکتے ہیں۔

سعد امجد میلسی 21-5-1997 یہ چھوٹے سے پھول ساتھی ابھی پریپ میں ہیں لیکن انہوں نے سوچ لیا ہے کہ بڑے ہو کر پولیس انسپکٹر بنیں گے

سید ضیغم رسول شاہ لاہور 22-5-1991 ان کو مختلف مقامات کی سیر کرنا بہت پسند ہے ویسے کتنا آسان کام ہے بندہ گھر بیٹھ کر ہی دو جہاں کی سیر کر سکتا ہے۔

حافظ عمر فاروق ۔ بہاولپور 22-5-1985 حافظ صاحب کو پھول میں ٹیلی ٹو ٹنک کالم بہت پسند ہے تو بھائی آپ خود بھی تو ٹیلی ٹو ٹنک کالم میں حصہ لیا کریں ناں اور ہاں شارز کا سلسلہ پھول میں شروع نہیں ہو سکتا اس کے لئے معذرت۔

محمد ابوبکر سلیم ۔ نارنگ منڈی 23-5-1994 انہوں نے بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا ہے ابھی تو یہ 5th کلاس کے طالب علم ہیں اور ان کو پھول میں لطائف والا کالم بہت پسند ہے۔

عثمان اکرم لاہور 25-5-1984 یہ اپنے والد صاحب کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے اب یہ پتا نہیں کہ والدین کی خدمت بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

علی رضا ۔ چکوال 26-5-1985 واہ جی واہ یہ فطرت کا مطالعہ کرنے کا شوق رکھتے ہیں اس کے علاوہ بی سی ایس کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھے ہیں۔

مہوش یوسف لاہور 26-5-1986 فی الحال تو یہ ایک اچھا انسان بننے کی کوششوں میں ہیں اچھا انسان بننے کے بعد خدا جانے ان کا کیا بنے گا عمران سیریز جاسوسی اور سسپنس ڈائجسٹ زیر مطالعہ ہیں خدا خیر ہی کرے۔

نادیہ ممتاز میلسی 27-5-1987 یہ مستقبل میں استانی بننا چاہتی ہیں یعنی یہ حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرنا چاہتی ہیں کہ

عثمان جان — عثمان فاروق — حافظ عمر فاروق — ساجد محمود — محمد وقاص — محمد لبیب الرحمٰن — محمد وہاب ساحل

سیدہ حناز یبا شیرازی ۔نارووال 24 مئی ان کو اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا مصوری کرنا شاعری کرنا موسیقی سننا اور دوستیاں کرنا اچھا لگتا ہے پھول نے ان کو خوش رہنا سکھایا اور جینے کا حوصلہ دیا۔

محمد عثمان جان ۔ ٹیکسی 24-5-1990 ان کو بیڈ ٹائم سٹوریز میں سے ''پھرکی'' ''آپا گٹو'' اور آ لنے سے گری بہت پسند ہیں۔

ریاست بوبی شاکی بھٹیاں 25-5-1986 یہ مستقبل میں فوج میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اگر آپ کا ارادہ پکا ہے تو آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔

محمد رمیض خان ۔ میلسی ۔29-5-1992 یہ 2 گھنٹے پڑھ کر انسپکٹر بننے والی بات میری سمجھ سے تو باہر ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اتنا کم پڑھ کر آپ سپاہی بھرتی ہو جاؤ۔

''تم میں سے بہترین ہے وہ شخص جس نے علم حاصل کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا''

افتخال صادق ۔ حافظ آباد ۔29-5-1993 ان کی زندگی کی سب سے اہم و لیو کردار کی پختگی کی ہے یہ دن میں پڑھائی کو 7 گھنٹے دیتی ہیں۔

شافیہ خالد نارنگ منڈی 28-5-1995 ان کو ٹیچر بننے کم شوق ہے آپ ایسا کریں محلے کے غریب بچوں کو پڑھا دیا کریں

عبیرہ رسول ۔لاہور 29-5-1995 عبیرہ کو کھلونوں کے ساتھ کھیلنا اچھا لگتا ہے یہ دوئم کلاس کی سٹوڈنٹ ہیں اور انہوں نے بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا ہے۔

عائشہ نذیر ۔ حافظ آباد ۔ 31 مئی انہوں نے ٹیچر بننا ہے تو بن جائیں آپ کو کس نے روکنا ہے ہاں البتہ یہ یاد رکھیں کہ پیار سے بچے زیادہ اچھا پڑھتے ہیں۔

وقاص گلزار — رائے افتخار — ابوبکر — خالد محمود عباسی — ناصر عرفات — سید ضیغم رسول شاہ — ریاست بوبی — سعد امجد

دھندلا منظر

ایک منظر کا ماجرا کلاس ٹیچر ہی نہیں سکول پرنسپل بھی پریشان ہو گئی تھیں پہلے ایسا کب ہوا تھا کسی ایک لڑکی کیلئے کوئی یوں بھی کرتا ہے۔صرف اپنے لئے جینے اور اپنے ہی لئے سوچنے والوں کی نذر

ربیعہ علی، دمام سعودی عرب

وہ آج پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، سب ہی نے تو اسے ڈانٹا تھا، یہاں تک کہ چھوٹا تیسری جماعت والا بھائی بھی پیچھے نہ رہا اور دو لفظ کہہ کر ڈانٹنے کا حق تو ادا کر ہی دیا تھا۔ وہ سب کی ڈانٹ سنتی رہی اور بظاہر تو ڈھیٹ بنی بیٹھی تھی، مگر اس کا دل حقیقتاً دکھ رہا تھا۔''یااللہ، یا میں واقعی پاگل ہوں یا یہ لوگ مجھے سمجھتے نہیں ہیں'' وہ دل ہی دل میں اللہ جی سے مخاطب تھی۔

''آخر میں نے اپنی دوست کے پریکٹیکل پرنٹ کر کے کونسا جرم کر دیا ہے جو یہ سب میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں'' اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ''ساری کتابوں میں تو لکھا ہے کہ زندگی وہ ہوتی ہے، جو دوسروں کیلئے ہو، ایک میرے گھر والے ہیں، جہاں کسی کی مدد کی اور ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے''۔ وہ اب گلوں شکووں پر اتر آئی تھی۔

''اللہ جی، ٹھیک ہے میرے پرنٹنگ کے کلرز ختم ہونے والے ہیں۔ اور نئی Cartoldge مہنگی بھی آتی ہے۔ مگر دوسروں کے کام آنے سے ثواب بھی تو ملتا ہے اور مل جل کر کام کرنے سے برکت بھی تو ہوتی ہے نا''

وہ اللہ جی سے تائید لینا چاہ رہی تھی ''پھر میرے گھر والے کیوں یہ بات نہیں سمجھتے، آخر انہوں نے ہی مجھے بچپن سے سکھایا ہے کہ دوسروں کے کام آنے سے ......'' ''باجی'' اچانک کسی نے اس کے خیالات کا حصار توڑ دیا۔ اس نے سامنے دیکھا تو چھوٹا بھائی اس سے کچھ کہہ رہا تھا، خیالات میں الجھنے کے باعث اسے بس اتنا سمجھ میں آیا کہ امی اسے بلا رہی تھیں۔ وہ غائب دماغ سی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے پیچھے چل دی''جی امی'' ''مروہ بیٹا ذرا دیکھنا، کچھ مہمان آ رہے ہیں، کھانا تو میں نے پکا لیا ہے تم ذرا سلاد اور رائتہ تیار کر لو'' ''جی اچھا، اور کچھ ''اس نے فرمانبرداری سے کہا''نہیں بس باقی کام تو ہو گیا ہے، میں ذرا نماز پڑھ لوں'' یہ کہتی ہوئی وہ کچن سے باہر نکل گئیں۔ اس نے ساری چیزیں نکال کر رکھیں اور سلاد کاٹنے لگی، مگر چھری سے زیادہ تیز رفتاری اس کا دماغ دکھا رہا تھا۔ پھر وہی خیالات اسے ستانے لگے، مگر اس نے انہیں جھٹکتے ہوئے تسبیح کرنا شروع کر دی، کبھی سنا تھا کہ ''بے شک اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے'' اس آیت کا مطلب اسے آج معلوم ہوا تھا۔

''یار مروہ، پہلے مجھے دو، دوستوں کو'' عائشہ نے بڑی التجا سے اس کی طرف دیکھا۔ مروہ انگلش کے کچھ نوٹس فوٹو کاپی کروا کے لائی تھی اور اب کلاس میں

بانٹ رہی تھی۔ عائشہ کی بات سن کر وہ ہلکا سا مسکرائی ''دوست تو سب ہیں'' ''اچھا'' عائشہ اچھی خاصی حیران ہو گئی تھی۔ ''یعنی پوری کلاس سے تمہاری دوستی ہے؟'' ''اور کیا، سب ہی سے الحمدللہ اچھی سلام دعا بلکہ بات چیت بھی ہے'' عائشہ ابھی تک حیرانی کا شکار تھی، اس نے تو کبھی اپنے گروپ سے ادھر ادھر جانے کا یا کسی اور سے بات کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ ''کافی عجیب خیالات ہیں تمہارے'' اس وقت تو وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی، مگر اگلے دن اس نے پھر مروہ کو پکڑ لیا۔ ''یار تم ہر کسی کے ساتھ اتنا اچھا برتاؤ کرتی وہ، کبھی نہ کبھی تمہارے ساتھ بھی تو دھوکا ہوا ہو گا'' ''نہیں عائشہ، اللہ کا شکر ہے، مجھے ہمیشہ ہی بہت اچھی سہیلیاں ملی ہیں'' مروہ نے چمکتی آنکھوں سے جواب دیا ''پتا ہے مروہ، پہلے میں سوچا کرتی تھی کہ یہ دنیا اور دنیا والے بہت ظالم ہیں اور جو کوئی شخص اچھا بننے کی کوشش کرتا ہے، الٹا اس بیچارے کو منہ کی کھانی پڑتی ہے، مگر تمہیں اتنا مطمئن اور خوش دیکھ کر میرے ان خیالات میں دراڑ پڑ گئی۔

یہ سن کر مروہ ہولے سے مسکرا دی ''پتا ہے فرچن، یہ خوشی اور اطمینان دوسروں کی مدد کرنے سے حاصل ہوتی ہے مگر اچھا بننا بھی اتنا آسان نہیں ہے، اپنے دل کی ہر بات نظر انداز کرنا پڑتی ہے، کیونکہ یہ تو صرف بدگمانیوں اور شک و شبہ پر آمادہ کرتا ہے، اصل کام ان بدگمانیوں کو دبا کر اچھی سوچ کو دل میں جگہ دینا ہوتا ہے اور جب دل میں اچھے خیالات ہوں تو باہر بھی سب لوگ اچھے ہی نظر آتے ہیں'' عائشہ نے کچھ سمجھتے ہوئے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا، ظاہر ہے کسی چیز کا جب تک خود تجربہ نہ ہو۔ اس پر کیسے رائے دی جا سکتی ہے۔

مگر اتنی اچھی سوچ رکھنے والی اور سب کے لئے اچھا سوچنے والی مروہ کا بھی یقین آج کچھ متزلزل سا ہو گیا تھا۔ جب حنا نے اس سے اپنی پوری پریکٹیکل بک مکمل کرا کے بہت آسانی سے اس سے منہ موڑ لیا تھا، چھوٹے منہ شکریہ کہنے تک کی توفیق نہیں ہوئی تھی۔ اسے، مروہ کے دل میں کئی وسوسوں اور برے خیالات نے ڈیرا ڈالنے کی کوشش کی، مگر وہ بھی اتنی جلدی ہار ماننے والی نہ تھی، کوئی بات نہیں بے چاری کو خیال نہیں رہا ہو گا'' اس نے اپنے آپ کو تسلی دی۔

آج غانیہ نے اسے اپنے پرنٹ پریکٹیکلز کرنے کو دیئے تھے وہ گھر آ کر جب انہیں پرنٹ کرنے والی تھی تو اس کی چھوٹی بہن آ گئی۔

ارے آج کس کے لے آئی ہو؟ اسے تو عقل ہی نہیں ہے، پوری کلاس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اس نے، ان کے ہاتھ بھی ایک بیوقوف آ گئی، جو جی چاہا کرا لیا'' وہ چھوٹی ہو کر بھی تمیز کی حدیں پار کر رہی تھی۔ مگر ٹھنڈے دل و دماغ کی حامل مروہ نے اس کی کسی بات پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ جب اس کی بہن نے دیکھا کہ اس پر تو کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تو وہ امی، چھوٹے بہن بھائیوں، سب کو جمع کر کے لے آئی۔ پھر ایک طرف وہ تھی، اور ایک طرف سب گھر والے، مگر وہ چپ چاپ بیٹھی اپنا کام کرتی رہی۔ شاید وہ بے حس ہو گئی تھی یا غانیہ کا کام مکمل ہونے کی فکر تھی۔ ''مس نے بھی تو کل ہی چیک کرنے ہیں، بے چاری کے گھر پرنٹر بھی نہیں ہے'' وہ شاید اونچی آواز میں بول گئی تھی۔ ''تو تیرے باپ کے پاس حرام کا پیسا ہے، یا کوئی کاروبار ہے جو یوں پیسہ سہیلیوں پر لٹایا جا رہا ہے'' مگر وہ ایک بار پھر خاموش ہو چکی تھی، اور تب ہی اٹھی جب سارا کام مکمل ہو چکا تھا، مگر کام مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی قوت برداشت بھی جواب دیتی جا رہی تھی پہلے تو وہ اپنے گھر والوں کے تبصروں کو نظر انداز کرتی رہی، مگر کب تک اور جب اس نے ان کی بات پر کان دھرنے شروع کئے تو بہت سی بدگمانیاں اور بے یقینی اس کے گرد ڈیرا ڈالنے لگیں۔ ''واقعی یہ دنیا تو ہے ہی مطلبی، کام اور مطلب نکال کر سارے بھول جاتے ہیں، لوگ تو اپنے پیچھے قدموں کے نشان تک مٹا آتے ہیں کہ کہیں کوئی ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان تک نہ پہنچ جائے، وہ خود بھی مطلبی ہیں، اور دوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتے ہیں'' مگر مروہ تو سب کے کام صرف اللہ جی کو خوش کرنے اور دعائیں لینے کیلئے کرتی تھی'' ''لیکن ایسے لوگ تو دعائیں بھی نہیں دیتے'' بدگمانی نے پھر سر اٹھایا ''چلو کوئی بات نہیں، اللہ جی تو دلوں کا حال تک جانتے ہیں'' اس نے اپنے آپ کو سمجھایا مگر پھر بھی دور کہیں اس کا ذہن تمام اچھے خیالات کی نفی کر رہا تھا۔ مروہ جب بہت الجھ گئی تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر سارا معاملہ اللہ جی کے سپرد کر دیا، اس سے وہ کچھ مطمئن سی ہو گئی تھی۔ ''ارے غانیہ، کہاں ہو؟ جب سے ڈھونڈھ رہی ہوں، یہ لو تمہارا سارا کام مکمل ہو گیا ہے'' مروہ نے پھولی ہوئی سانس میں اس کے ہاتھ میں کاپی تھما دی۔ ''بہت شکریہ مروہ، تم بہت اچھی ہو، اللہ کرے تمہارے ڈھیر سارے مارکس آئیں'' غانیہ کے ان الفاظ نے اس کے اندر تک ٹھنڈک اتار دی تھی۔

''مروہ حسن، ذرا کھڑے ہو جایئے'' مس کی آواز پہ پوری کلاس پرچہ چھوڑ کر متوجہ ہونے پر مجبور ہو گئی ''یس مس'' مروہ نے کھڑے ہوتے ہوئے مودب انداز میں کہا۔ اتنے میں مس نے قریب آ کر اس کے ڈیسک میں سے کاغذ کے کچھ ٹکڑے نکالے، کم از کم آپ جیسی لڑکی سے میں یہ توقع نہیں کر رہی تھی'' مس کے الفاظ اس کے کان میں تیر کی طرح جا لگے۔ ''مس یہ میرے نہیں ہیں'' وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی ''مجھے کچھ نہیں سننا، میرے ساتھ پرنسپل آفس میں چلئے'' وہ ابھی صفائی پیش کرنے کا سوچ رہی تھی کہ غانیہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ''مس یہ چیزیں مروہ کی نہیں ہیں، میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں'' مس نے اسے گھور کر کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ اچانک تحریم، فرحین، فاطمہ اور بہت سی لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ''نو مس، مروہ ایسی نہیں ہے، آپ اس کے خلاف کچھ نہیں کریں گی، ورنہ ہم امتحان دینے سے انکار کر دیں گی'' مس عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گئیں، کیونکہ اتنی ساری لڑکیوں کا ایک ساتھ کسی ایک لڑکی کا ساتھ دینا کوئی عام بات نہیں تھی، یہ مختلف گروپس کی لڑکیاں تھیں جو عام حالات میں ایک دوسرے کی دشمن بنی ہوتی تھیں، مگر مروہ کی بے گناہی پر سب متفق تھیں۔ یہ سب وہ تھیں جنہیں کسی نہ کسی موقع پر مدد کی ضرورت پڑی تھی۔ اور مروہ نے پورے اخلاص اور محبت سے انکا کام نمٹایا تھا۔ جب مس نے دیکھا کہ لڑکیاں قابو میں نہیں آ رہی ہیں تو وہ چپکے سے جا کر میڈم کو بلا لائیں۔ اور سارا واقعہ ان کے سامنے گوش گزار کر دیا۔ لڑکیوں نے جب میڈم کے سامنے بھی احتجاج کیا۔ تو وہ کشمکش کا شکار ہو گئیں، وہ خود بھی مروہ سے واقف تھیں، اور اس کے بارے میں ان کے ذاتی خیالات بہت اچھے تھے۔ چنانچہ لڑکیوں کے اصرار اور گواہی پر انہوں نے بھی یقین کر لیا، اور مروہ کو بیٹھ جانے کا کہہ کر وہ پرچیاں اپنے ساتھ لے کر آفس چلی گئیں۔ لڑکیوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں محبت اور خلوص کے جذبے بہت کچھ سنا رہے تھے مگر مروہ اتنے پیارے جذبات دیکھنے سے محروم رہ گئی۔ کیونکہ اس کی آنکھوں میں موجود شکر اور خوشی کے آنسوؤں نے سارا منظر دھندلا دیا تھا۔

طلع البدر علینا

فائزہ عروج

کہتے ہیں دنیا کے سارے اندھیرے ملکر ایک چراغ کو نہیں بجھا سکتے ایسے ہی دنیا کے سارے جھوٹ ملکر ایک سچ کو مٹا نہیں سکتے اور ساری برائیاں ملکر ایک نیکی کو ختم نہیں کر سکتیں۔ سوچیے بیٹے سچ بولتے رہیے نیکیاں کرتے رہیے اور دنیا میں روشنی پھیلاتے رہیے۔

ہاں پیارے لوگو! آپ کی پچھلے پانچ چھ ماہ کی ڈاک اکٹھی میرے سامنے پڑی ہے وہ جنہوں نے فوٹوسٹیٹ کروا کے یا کتاب و مصنف کے حوالے سے اپنی تحریریں بھیجی ہیں بے فکر ہو جائیں باری آنے پر آپ کی تحریر ضرور چھپے گی اسی طرح لکھتے رہیئے۔ محبتیں اور دعائیں بھیجتے رہیئے کوشش کرتے

محمد ﷺ کے مذہب کو میں نے ہمیشہ اس کی حیران کن قوت اور صداقت کی وجہ سے اعلیٰ ترین مقام دیا ہے

رہیئے خوشیاں بانٹنے کی اجالے پھیلانے کی بارش کا پہلا قطرہ بننے کی......

کتاب ہدایت

اس نے دو سمندروں کو چھوڑ رکھا ہے کہ باہم مل جائیں پھر بھی ان کے درمیان پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے......ان سمندروں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔(سورۃ الرحمٰن ۵۵)

اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو باہم ملا رکھا ہے ایک شیریں اور تسکین بخش ہے اور دوسرا کھارا اور کڑوا۔ دونوں سمندروں کے درمیان ایک پردہ اور رکاوٹ ہے۔(الفرقان ۵۳)

اللہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اسی کے اندر دریا بنائے اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان پردہ حائل کر دیا۔(النحل ۱۶)

اور پانی کے یہ دو سمندر یکساں نہیں ہیں یہ میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا خوشگوار ہے (جبکہ) یہ (دوسرا) کھاری اور کڑوا ہے مگر تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا سامان نکالتے اور پہنتے ہو(الفاطر ۱۲)

مندرجہ بالا آیات پر غور کیجئے "یہ مرج البحرین کیا ہے؟ اور دو سمندروں کے درمیان "برزخ" یا پردہ کیسے حائل ہو سکتا ہے کہ بہتا پانی آپس میں نہ ملے؟

آیئے اب سائنسی تحقیقات کی روشنی میں سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ نے چھوٹی جماعتوں میں بحری رووں کے بارے میں پڑھا ہوگا کہ کس طرح سمندروں میں ٹھنڈے اور گرم پانی کے دریا بہتے ہیں اور آپس میں ملتے بھی نہیں۔ کتنی Imazing. بات ہے اس حیرت انگیز بات کی وضاحت کے لئے ایک اور چھوٹی سی مثال دوں......تریموں یا اٹک کے پاس ملنے والے دریاؤں کا پانی کتنی دور تک یوں ساتھ ساتھ چلتا ہے کہ مختلف رنگوں والے دریا ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ و شناخت کئے جا سکتے ہیں۔

اگر ہم سائنسی تحقیقات کے حوالے سے مزید گہرائی میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ جو دو سمندر آپس میں اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ کسی نادیدہ آڑ کے باعث ایک سمندر کا رنگ دوسرے سے واضح طور پر مختلف نظر آتا ہے ان کا میٹھا اور کھاری پانی بھی ایک دوسرے میں مکس نہیں ہوتا۔ ان کے اندر پائی جانے والی مخلوقات سمندری حیات اور پھول پودے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان کے کیمیائی اجزاء اور نکلنے والے موتی مونگے تک میں فرق ہیں۔

ایک فرانسیسی سائنسدان جیک وتی کوسٹو، نے سائنسی تحقیقات سے دریافت کیا کہ بحیرہ روم اور بحیرہ اوقیانوس کیمیاوی و حیاتیاتی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس نے مزید وضاحت کی کہ جبرالٹر کے جنوبی ساحلوں (مراکش) اور شمالی ساحلوں (سپین) سے سمندر کے اندر غیر متوقع طور پر میٹھے پانی کے بڑے بڑے چشمے ابلتے ہیں۔ یہ تیزی سے 45 ڈگری سے ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ہیں اور ڈیم کی طرح کنگھی کے دندوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اس عمل کی وجہ سے بحیرہ روم اور بحیرہ اوقیانوس ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے۔

حدیث آف دی منتھ

حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے کتا پالا سوائے ایسے شخص کے جو

جب بھوکا ہوں تو تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں تیری تعریف کروں

جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے کتا پالے تو اس کے عملوں میں سے ہر روز دو قیراط کے برابر ثواب کم ہوتا رہتا ہے۔(صحیح بخاری)

بک آف دی منتھ

اس ماہ کی کتاب کا انتخاب "منان لطیف ستی راولپنڈی" کا ہے انہوں نے جو کتاب منتخب کی ہے وہ ہے۔ "محمد رسول اللہ ﷺ" اس کے مصنف خواجہ شمس الدین عظیمی ہیں اور یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ فاضل مصنف معروف روحانی سکالر ہیں اور روحانیت پر ایک درجن سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں وہ سیرت النبی ﷺ پر اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ ایک عام پڑھا لکھا مسلمان سیرت النبی ﷺ نہ صرف آسانی سے پڑھ سکے بلکہ اسے سمجھ کر اپنا معمول حیات بنا کر ایک کامیاب مسلمان بن سکے۔ پہلی دو جلدوں میں سیرت طیبہ کے چیدہ چیدہ واقعات نہایت آسان زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ تیسری جلد بڑی خوبصورت کوشش ہے اس جلد میں مصنف نے معجزات نبی ﷺ کی سائنسی نکتہ نظر سے تشریح پیش کی ہے اپنی نوعیت کی غالباً یہ پہلی کوشش ہے اس کتاب کی طباعت بہت خوبصورت ہے اور قیمت بھی نہایت معقول ہے۔

ہمارے حضور ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں......

محمد ﷺ کے مذہب کو میں نے ہمیشہ اس کی حیران کن قوت اور صداقت کی وجہ سے اعلیٰ ترین مقام دیا ہے۔ میرے خیال میں محمد ﷺ کا مذہب دنیا کا واحد مذہب ہے ہر دور کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے لئے کشش رکھتا ہے۔ میں نے اس حیران کن انسان (حضرت محمد ﷺ) کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اس سے قطع نظر کہ انہیں مسیح کا دشمن قرار دیا جاتا ہے محمد (ﷺ) ہی انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ اگر آپ ﷺ جیسا کوئی شخص دنیا کا حکمران ہوتا تو ہماری دنیا کے سارے مسائل حل ہو چکے ہوتے اور یہ دنیا خوشیوں اور امن کا گہوارہ بن جاتی۔

(جارج برنارڈ شا، بحوالہ صلو علیہ وسلمو تسلیما، از محمد مقصود الحسن مرزا) یہ انتخاب بھی منان لطیف ستی کا ہے (منان بھائی آپ کی کاوش اچھی تو تھی پر نیا کالم اور نیا آئیڈیا لایئے پھول آپ کو ویلکم کہے گا)

صبر اور شکر

ہمارے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ آپ ﷺ چاہیں تو مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تا کہ جب بھوکا ہوں تو تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں تیری تعریف کروں (سبحان اللہ)

مولانا محمد زکریا کی کتاب فضائل اعمال سے عظمیٰ حمید کی پسند

میں گدائے در شاہ کونین ہوں
شیش محلوں کی مجھ کو تمنا نہیں
ہو میسر زمیں پر کہ زیر زمیں
مجھ کو طیبہ میں اک اپنا گھر چاہیے
(نارووال سے نعیمہ نورین کی آرزو)

پانچ کام ......

ایک بار حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "اے علیؓ رات کو پانچ کام کر کے سویا کرو۔

۱:۔ چار ہزار دینار صدقہ دیکر سویا کرو
۲:۔ ایک قرآن پڑھ کر سویا کرو
۳:۔ جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو
۴:۔ دو لڑنے والوں میں صلح کروا کے سویا کرو
۵:۔ ایک حج ادا کر کے سویا کرو

حضرت علیؓ نے فرمایا "یارسول اللہ ﷺ اتنے سارے کام

میں کس طرح کروں گا"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ا:۔ چار مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینا صدقہ دینے کے برابر ہے۔

۲:۔ تین مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھ کر سویا کرو یہ ایک قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔

۳:۔ تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت ادا ہو جائے گی۔

۴:۔ دس بار استغفار پڑھ کر سونے سے دو لڑنے والوں میں صلح کروانیکے برابر ثواب ملے گا۔

۵:۔ اور پانچواں عمل......؟

واصف علی پرنس جنہوں نے حافظ آباد سے یہ حدیث بھیجی ہے پانچواں عمل لکھنا ہی بھول گئے ہیں واصف بھائی عمل پورا کیا جائے تبھی ثواب بھی پورا ملتا ہے ساتھیو آپ بتایئے کہ یہ پانچواں عمل کونسا ہے؟ اور ہاں یہ حدیث کس کتاب میں مذکور ہے حوالہ ضرور دیجئے گا۔

ساتھیو یاد ہے پچھلے سے پچھلے ماہ ہم نے ایک سوال پوچھا تھا نبوت کی چار علامات سے متعلق...... مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ خلاف توقع بہت سے ساتھیوں نے اس سوال کا درست جواب دیا۔ شاباش دوستو...... ایسے ہی سیرت النبی کا دلجمعی سے مطالعہ کرتے رہو اپنی زندگیوں کو حیات طیبہ کے مطابق ڈھالتے رہو۔

درست جواب دینے والے ساتھیوں کے نام یہ ہیں۔ محمد نعیم اختر خان احمد پور شرقیہ صبیحہ عبدالقدوس خانیوال امجد علی بٹ ننکانہ اقصیٰ فیض بہاول پور وجیہہ اکرم جڑانوالہ رابعہ افتخار لاہور فریال آفرین بھکر اقصی ماہین میانوالی عائشہ ملک لاہور

آپ ﷺ کے حجرے کے آس پاس کہیں
میں کوئی کچا راستہ ہوتا
بیچ طائف بوقت سنگ زنی
آپ ﷺ کے لب پہ بجی دعا ہوتا
کسی غزوہ میں زخمی ہو کر میں
آپ ﷺ کے قدموں میں جا گرا ہوتا
کاش! احد میں شریک ہو سکتا
اور باقی نہ پھر بچا ہوتا
(شاعر حسن نثار، انتخاب امی)

ہمارے حضو ﷺ نے فرمایا

جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو جب تک کہ وہ پہلے سلام نہ کرے (یا سلام کا جواب نہ دے)

مظلوم کی دعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں

باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے۔

آپس میں تحفہ بھیجا کرو کہ تحفہ دل کی کدورت دور کر دیتا ہے۔ (مخزن اخلاق سے امجد حسین رضوی کا انتخاب)

پانسہ پلٹ گیا ......

حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں موئے مبارک سلے ہوئے تھے۔ انہی کی برکت سے اللہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ہر جنگ میں فتح سے ہمکنار کیا۔ ایک مرتبہ حضرت خالدؓ تھوڑی سی فوج ساتھ لئے ملک شام میں جبلہ بن ایلم کی قوم سے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے اور ٹوپی مبارک گھر بھول گئے۔ مقابلے میں رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا تو انہوں نے مسلمانوں پر سخت حملہ کر دیا۔ مسلمان پسپا ہونے لگے تبھی حضرت رافع بن عمر طائیؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا معلوم ہوتا ہے آج ہماری قضا آ گئی ہے حضرت خالدؓ نے جواب دیا سچ کہتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ آج میں وہ ٹوپی گھر بھول آیا ہوں جس میں حضور پر نور ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔ ادھر اسی رات مدینے کے تاجدار محمد ﷺ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جو لشکر کے امیر تھے) کے خواب میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا تم اس وقت سو رہے ہو۔ اٹھو اور خالد بن ولید کی مدد کو پہنچو کفار نے انہیں گھیر لیا ہے حضرت ابوعبیدہؓ اسی وقت اٹھے اور لشکر کو تیار کر کے روانہ ہو گئے۔

راستے میں انہیں ایک سوار نظر آیا آپ نے اسے رکوایا جب دیکھا تو وہ حضرت خالدؓ کی زوجہ محترمہ تھیں آپ نے ان سے تیز رفتاری کی وجہ اور حال دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا اے امیر رات کو جب مجھے علم ہوا کہ حضرت خالدؓ کی مدد کے لئے لشکر جا رہا ہے وہ مشکل میں ہیں میں نے سوچا وہ کبھی ناکام نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔ تبھی میری نظر اس ٹوپی پر پڑی میں اسی وقت ٹوپی لیکر چل پڑی کہ کسی طرح ٹوپی ان تک پہنچا دوں۔ ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ زندگیوں سے مایوس ہو گئے تھے راوی حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جیسے ہی وہ ٹوپی حضرت خالد بن ولیدؓ تک پہنچی اور انہوں نے اسے پہن کر کفار پر حملہ کیا تو لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ (یہ واقعہ فیضان سنت، سے محمد ندیم حیدر رینالہ خورد نے بھیجا ہے ندیم بھائی آپ کے تمام فوٹو سٹیٹ واقعات موصول ہو گئے ہیں لیکن ان میں سے صرف یہی واقعہ سیرت النبی ﷺ سے متعلق تھا سو شائع ہو گیا آئندہ خیال رکھیے گا)

سوچنے کی بات ......

کتنے ہی لوگ یہ سوچے بنا یہ احساس کئے بغیر ہی اتنی لمبی زندگی گزار کر جہان فانی سے کوچ کر جاتے ہیں کہ وہ کیوں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کا مقصد کیا تھا ان کے وجود کی حیثیت کیا تھی۔ زندگی ہمارے رب کی نعمت ہے اس زندگی کی قدر کرنا اور اس سے دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھانا ہمارا فرض ہے کیا یہ بدقسمتی نہیں کہ انسان یہ جانے بغیر ہی مر جائے کہ اس کی پیدائش کا مقصد کیا تھا؟ وہ دنیا میں کیوں آیا؟

اس سوال کا جواب جاننا مشکل نہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک گائیڈ بک بھی عنایت فرمائی ہے...... کتاب ہدایت...... جو زندگی کے ہر ہر عمل اور ہر ہر قدم کے لئے ہمارے پاس مشعل راہ کی صورت موجود ہے۔ زندگی کا مقصد بھی اس میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ ضرورت تو صرف اس کتاب کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بہت ہی پیارے نبی ﷺ کے ذریعے ہمیں یہ بھی دکھا دیا کہ سیدھے راستے پر چلنا اور اللہ کے بتائے احکامات پر عمل کرنا کچھ اتنا بھی مشکل نہیں بس بندہ نفس کی غلامی سے نجات پالے تو بشر سے "عبد" بننا بہت آسان ہے۔

مظلوم کی دعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں

حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں موئے مبارک سلے ہوئے تھے۔ انہی کی برکت سے اللہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ہر جنگ میں فتح سے ہمکنار کیا۔

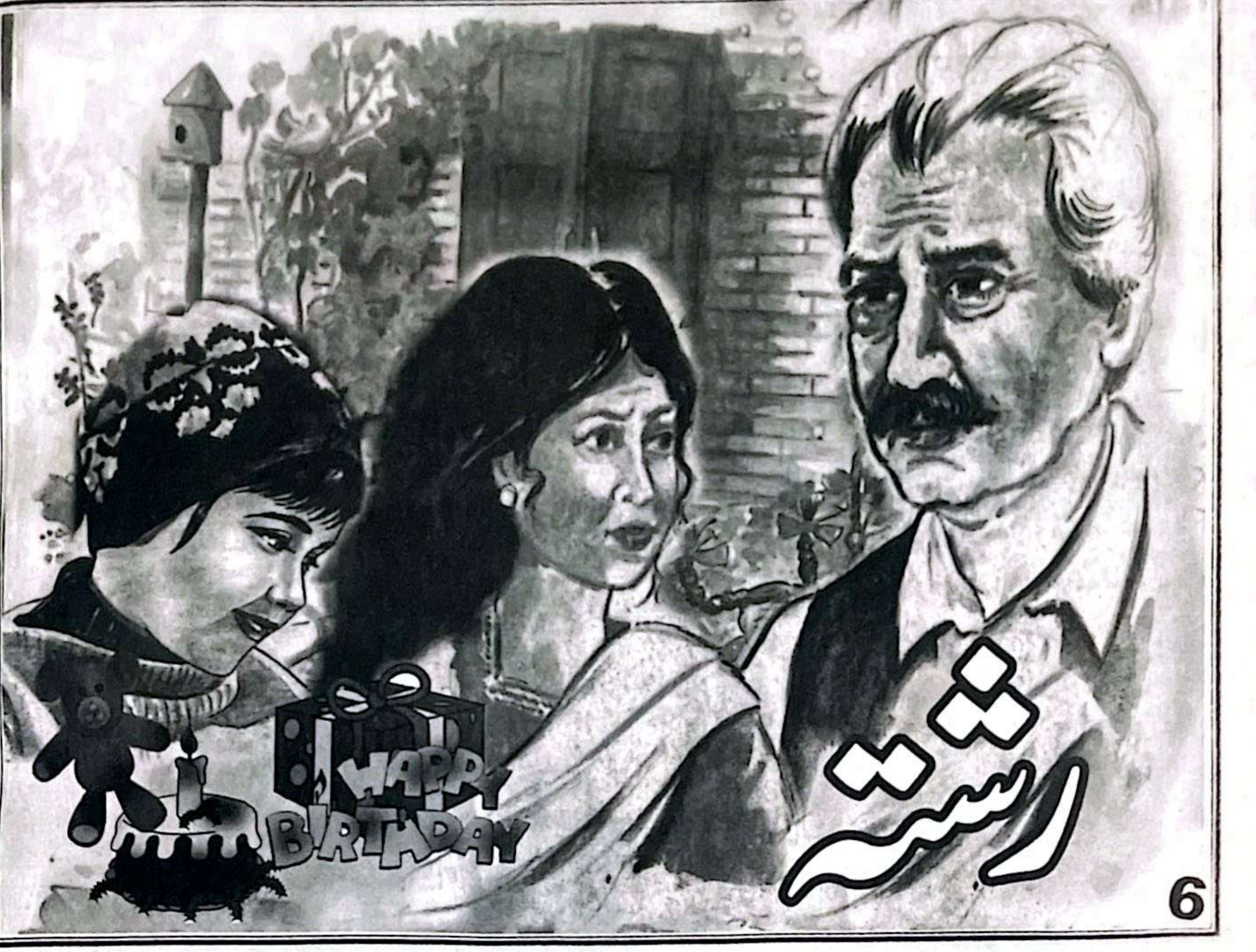

رشتہ

علی سفیان آفاقی

شیخ عالمگیر کی شاندار اور وسیع و عریض کوٹھی رنگا رنگ روشنیوں سے سجی ہوئی تھی۔ کوٹھی کے باہر قیمتی کاروں کی ریل پیل تھی۔ یہ سب شیخ عالمگیر کے بیٹے کی پہلی سالگرہ کی تقریب میں شریک ہونے کیلئے آ رہے تھے۔ شیخ عالمگیر کو شہر میں ایک ممتاز صنعتکار اور سرمایہ کار کی حیثیت سے نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ وہ چیمبر آف کامرس کے صدر بھی رہ چکے تھے اور صنعتکاروں کی مختلف انجمنوں کے سربراہ اور عہدیدار کے فرائض بھی سرانجام دے چکے تھے۔ انہیں دنیا کی ہر نعمت حاصل تھی۔ ایک دولت منداور معزز خاندان میں انکی شادی ہوئی تھی۔ ان کی بیگم رضیہ بیگم ایک خوش شکل اور تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ بہت مہذب اور سوشل حلقوں میں انتہائی مقبول تھیں۔ کوئی محفل ان دونوں کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی تھی۔ انہیں دنیا کی ہر نعمت اور آسائش حاصل تھی لیکن ایک کمی ایسی بھی تھی جسے وہ اور شیخ عالمگیر کسی صورت نہ تو پوری کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے بھلا سکتے تھے۔ وہ شادی کے چھ سات بعد بھی اولاد سے محروم تھے۔

اولاد سے محرومی ہر ایک کیلئے بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی خواہش ہے جو ہر شادی شدہ مرد و عورت کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ انتہائی ماڈرن اور فیشن ایبل خواتین بھی ماں بننے کی تمنا رکھتی ہیں اور اس نعمت کو حاصل کرنے کیلئے دعائیں کرتی رہتی ہیں۔ اگر شادی کے بعد بچے کی پیدائش میں دیر ہو جائے تو نہ صرف ان کی محرومی کے احساس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ عزیز رشتے دار، خصوصاً شوہر کے گھر والے پہلے دبی زبان میں اور پھر کھلے عام اس پر تبصرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بعض اوقات تو نوبت تعلقات کی کشیدگی اور طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ خاندان اور روشن خیال شوہر بھی اس خامی سے محفوظ نہیں ہوتے۔ وہ بھی اولاد نہ ہونے کی تمام تر ذمہ داری اپنی بیوی پر ہی ڈال دیتے ہیں۔

اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ یہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہا کہ اولاد کی پیدائش سے محرومی کا سبب کیا ہے۔ مختلف طبی ٹیسٹوں کے ذریعے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اگر یہ قدرتی نقص ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے۔ شوہر یا بیوی؟ لیکن ہمارے معاشرے میں یہ رواج ہے کہ اسکا ذمہ دار عموماً بیوی ہی کو ٹھہرایا جاتا ہے اور اگر ٹیسٹ بھی کرائے جائیں تو بیوی ہی کے کرائے جاتے ہیں۔ اگر رپورٹ سے ظاہر ہو جائے کہ بیوی میں کوئی قدرتی اور جسمانی خرابی نہیں ہے اور وہ ماں بننے کی صلاحیتوں سے محروم نہیں ہے تو اسکے بعد بھی نکتہ چینی کرنے والی زبانیں بند نہیں ہوتیں۔ ساس نندیں اور دوسرے سسرالی عزیز بیوی کو منحوس کہہ کر کوشش کرتے ہیں کہ شوہر دوسری شادی کر لے۔ اگر شوہر اس پر رضامند نہ بھی ہو تو اسے اس قدر مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی محبوب بیوی کو طلاق دینے یا پھر اس کی اجازت سے دوسری شادی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ ایک بے گناہ عورت کا گھر اجاڑنے والی اور اس کے ساتھ ناانصافی کرنے والی بھی عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ ان ہی کے اکسانے پر ان کے بیٹے یا بھائی دوسری شادی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں حالانکہ خود ان کی ایسی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ ایک المناک بات یہ بھی ہے کہ بیوی کا ٹیسٹ تو فوراً کرا لیا جاتا ہے لیکن شوہر یہ ٹیسٹ کرانے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ ان کا اصرار ہوتا ہے کہ میرے اندر کوئی خرابی نہیں ہے۔ یہ صرف میری بیوی کا قصور ہے کہ وہ ماں نہیں بن سکتی۔

شیخ عالمگیر اور ان کی بیوی نفیسہ خوش قسمتی سے ان حالات سے محفوظ رہے تھے۔ ان پر خاندان والوں نے دباؤ تو ڈالا لیکن شیخ عالمگیر نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ اولاد تو اللہ کی دین ہوتی

ہے۔اگر اسے منظور ہوگا تو ہم بھی والدین بن جائیں گے۔اگر اسکی رضا نہ ہوئی تو میں کتنی بھی شادیاں کرلوں اولاد سے محروم ہی رہوں گا۔

شاید اللہ پر اس مکمل اعتماد اور بھروسے کا صلہ اللہ میاں نے انہیں اس طرح دیا کہ شادی کے پانچ چھ سال بعد جبکہ وہ اولاد کی طرف سے مایوس ہو کر صبر کر چکے تھے ان کی بیگم کی گود ہری ہوگئی۔جب انہیں یہ معلوم ہوا تو ان کی خوشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔سارے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔خیرات اور نذر نیاز دی گئی۔ڈاکٹروں کے مشوروں کے مطابق ہر طرح کی احتیاط برتی گئی۔

آخر ایک روز شیخ عالمگیر اور نفیسہ بیگم ایک خوبصورت اور صحت مند بچے کے ماں باپ بن گئے۔ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔انہوں نے اس خوشی میں بچے کی پہلی سالگرہ کے موقعے پر بہت بڑے پیمانے پر تقریب منعقد کی تھی جس میں ہزاروں مہمانوں نے شرکت کی۔بچے کو قیمتی تحائف دیئے اور شیخ عالمگیر اور ان کی بیگم نفیسہ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ انہیں اور بھی بچے عطا فرمائے۔

اس تقریب میں مہمانوں کی ریل پیل تھی۔زرق برق ملبوسات اور قیمتی زیورات سے سجی ہوئی بیگمات اور قیمتی سوٹ بوٹ میں ملبوس ان کے شوہر نقد رقم یا قیمتی تحائف لیکر آئے تھے اور شیخ عالمگیر اور ان کی بیگم کو مبارکبادیں دے رہے تھے۔

شیخ عالمگیر نے اپنے بچے کا نام اورنگ زیب رکھا تھا۔ان کے دوستوں نے ان سے کہا کہ بھئی آپ نے تو ایک ہی نام کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں۔اورنگ زیب ہندوستان کے مغل شہنشاہ شاہجہان کے بیٹے کا نام تھا جو سلطنت سنبھالنے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کے نام سے جانا گیا۔اس نے پچاس سال سے زائد عرصے ہندوستان پر حکمرانی کی تھی۔وہ مذہبی خیالات کا نیک دل انسان تھا۔اس سے پہلے مغل شہنشاہوں نے ہندوؤں کو خوش کرنے کیلئے ہندوانہ رسم و رواج اپنا لئے تھے۔ہندو عورتوں سے شادیاں بھی کرلی تھیں جسکی وجہ سے معاشرے میں مسلمانوں نے بھی رفتہ رفتہ ہندوانہ رسوم کو اپنی زندگی میں شامل کرلیا تھا۔آج ہم جہیز، لڑکی والوں کو کمتر سمجھنے اور عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کے جو تماشے دیکھ رہے ہیں یہ سب ہندوؤں کے اثرات ہیں۔سارے برصغیر میں یہ رسومات عام ہوگئیں۔یہاں تک کہ سری لنکا جو پہلے ہندوستانی سلطنت ہی کا ایک حصہ تھا وہاں بھی یہی ہندوانہ رسوم جڑ پکڑ چکی ہیں اور بھاری جہیز کے بغیر اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خاندانی لڑکیوں کی بھی شادی نہیں ہوسکتی۔

اسلام نے ان چیزوں کی سختی سے مذمت کی ہے۔پاکستان ہندوستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں میں جہیز اور شادی بیاہ کی جو رسمیں جڑ پکڑ چکی ہیں دوسرے اسلامی ممالک میں ان کا نام و نشان تک نہیں ہے۔دور جانے کی ضرورت نہیں ہے صوبہ سرحد میں بھی یہ دستور نہیں پایا جاتا کیونکہ وہاں ہندوؤں کی آبادی بہت کم تھی اور پٹھان اپنے پرانے کلچر اور رسم و رواج کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھے۔یہی وجہ ہے کہ صوبہ سرحد میں لڑکیوں کی شادی کے موقع پر ان کے والدین کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر جہیز دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔نہ ہی لڑکے والے یہ توقع رکھتے ہیں کہ دلہن اپنے ساتھ دولت، جائیداد، زیورات اور فرنیچر لیکر آئے گی۔اسکے برعکس وہاں اور دوسرے بہت سے مسلم ملکوں میں لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی والوں کو روپیہ پیش کیا جاتا ہے۔کیوں کیسی عجیب بات ہے نا؟اس سے اندازہ لگائیے کہ ہم ہندوؤں کے غلط اور بے جا رسومات میں کس بری طرح الجھ کر رہ گئے ہیں جس سے غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں کو اپنی بیٹیوں کی شادی کرنے میں بہت مشکلات سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ لڑکے والوں کے بے جا مطالبات پورے نہیں کر سکتے۔کتنے ظلم اور ناانصافی کی بات ہے کہ ماں باپ نے اپنی جس لاڈلی بیٹی کو سالہا سال تک پال پوس کر بڑا کیا ہے۔اسکی ہر فرمائش پوری کی ہے۔اسکی ذرا سی تکلیف پر بھی بے چین ہوتے رہے ہیں اسکی شادی کے موقع پر اپنے اس جگر کے ٹکڑے کو خود سے الگ کر دیتے ہیں۔ان کیلئے یہی صدمہ اور غم کیا کم ہے کہ اس پر سے یہ مطالبہ بھی کیا جائے کہ وہ اس بیٹی کو جدا کرنے کا معاوضہ بھی ادا کریں؟ ہندو مذہب اور معاشرے میں کیونکہ عورت کو بہت کمتر سمجھا جاتا ہے۔اس کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا۔وہ اپنے والدین کے ترکے میں سے کوئی حصہ بھی نہیں لے سکتی۔شادی کے بعد وہ شوہر اور سسرال والوں کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہم مسلمان بھی ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ان ہی خراب رسومات کے پابند ہوگئے ہیں اور قریب قریب سارے وہی طریقے اپنا لئے ہیں جو ہندوؤں میں رائج ہیں۔

خیر! یہ تکلیف دہ حقیقت اپنی جگہ مگر ہم آپ کو شیخ عالمگیر کے بیٹے کی سالگرہ کا احوال سنا رہے تھے۔وہ ان کی بیوی خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ان کا خوبصورت ایک سال کا بچہ اورنگ زیب جسے وہ پیار میں زیبی کہا کرتے تھے خوبصورت اور قیمتی لباس پہنے ہوئے ساری محفل کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔کوئی اس کی نظر اتار رہا تھا تو کوئی خاتون اس کے صدقے جا رہی تھیں۔ہر کوئی اپنی حیثیت اور توفیق کے مطابق سالگرہ کی خوشی میں تحائف اور نقد رقم کے لفافے پیش کر رہا تھا۔بہت سے لوگ قیمتی کھلونے بھی لیکر آئے تھے جن کا ننھے زیبی کے آس پاس ڈھیر لگا ہوا تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سے کھلونے سے کھیلے۔سبھی ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے۔

سالگرہ کی محفل میں اپنے والدین کے ساتھ آنے والے دوسرے بچے للچائی ہوئی نظروں سے ان کھلونوں کو دیکھ رہے تھے۔ایسی بات نہیں ہے کہ ان کے گھروں میں کھلونوں کی کمی تھی کیونکہ وہ سب امیر ماں باپ کے بچے تھے لیکن بچوں کی عادت اور نفسیات ہوتی ہے کہ وہ اپنی چیزوں کے مقابلے میں دوسروں کی چیزوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور انہیں اپنانے کی ضد کرتے ہیں۔نفیسہ بیگم نے بچوں کی بے تابی کو دیکھتے ہوئے بہت سے کھلونے نکال کر فرش پر رکھ دیئے تھے تاکہ تمام بچے ان سے کھیل کر خوش ہو جائیں۔اس ترکیب کا ایک فائدہ یہ تھا کہ بچے شرارتوں کو بھول گئے تھے اور نہ ہی اپنے ماں باپ کو بے جا ضدوں اور فرمائشوں سے تنگ کر رہے تھے۔وہ سب کھلونوں سے کھیلنے میں مصروف تھے۔کھلونوں کی کمی نہیں تھی مگر اپنی بچکانہ فطرت کے مطابق ہر بچہ دوسرے بچے کے کھلونے کو لینے کی ضد کر رہا تھا۔غرض یہ کہ محفل میں خوب چہل پہل اور رونق تھی۔بچوں کی آوازوں اور شور کی وجہ سے اس تقریب میں کچھ زیادہ ہی رونق پیدا ہو گئی تھی۔بچوں کو کون پسند نہیں کرتا۔ان کی معصوم حرکتوں سے سبھی خوش ہوتے ہیں کیونکہ بچوں ہی کے دم سے گھروں میں رونق ہوتی ہے۔کسی بھی گھر میں ایک ننھا سا بچہ بھی گھر کے ہر فرد کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور سب لوگ اسی کی حرکتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جو لوگ بچوں سے محروم ہوتے ہیں وہ تنہائی اور غم و الم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

معصوم بچوں کے ہنسنے کی آوازیں۔انکے بھاگتے ہوئے چھوٹے چھوٹے پیروں سے پیدا ہونے والی آوازیں۔ان کی ہنسی اور ان کا رونا سبھی کچھ گھروں کی رونق بڑھانے میں مدد دیتا ہے۔خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو اولاد کی نعمت سے مالا مال ہوتے ہیں۔اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ اولاد سے بڑی کوئی اور نعمت نہیں ہوتی۔اولاد کی قدر ان لوگوں کے دل سے پوچھیں جو خدا کے ان فرشتوں سے محروم ہی رہتے ہیں۔

شیخ عالمگیر کے خوبصورت ڈرائنگ روم اور لان میں مہمان بھرے ہوئے تھے مگر انہیں اور ان کی بیگم کو بے چینی سے کسی کا انتظار تھا۔آخر تنگ آ کر نفیسہ بیگم نے شیخ عالمگیر سے کہا کہ آپ ہی ذرا شوکت بھائی کو موبائل سے فون کر کے پوچھئے کہ وہ اب تک کیوں نہیں آئے ہیں۔

شوکت علی اور شیخ عالمگیر بچپن کے دوست تھے۔شیخ عالمگیر کی طرح شوکت علی بھی بہت بڑے صنعتکار تھے۔اللہ کا دیا سبھی کچھ تھا۔ایک خوبصورت، مہذب اور تعلیم یافتہ بیوی بھی ان کے نصیب کو چمکانے کیلئے موجود تھیں۔لوگ اس جوڑے پر رشک کرتے تھے۔شوکت علی اور ان کی بیگم فریدہ خانم بھی اللہ کی نعمتوں کیلئے ہر وقت شکر ادا کرتے رہتے تھے جس نے انہیں دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا۔سوائے ایک چیز کے۔

جاری ہے

اقوال بطلیموس

☆ تین آدمی دوست ہیں میرے۔ایک وہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے، دوسرا وہ جو مجھ سے نفرت کرتا ہے اور تیسرا وہ جو مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتا کیونکہ پہلا محبت کا سبق، دوسرا احتیاط کا سبق اور تیسرا خود اعتباری کا سبق سکھاتا ہے۔

☆ کسی نے پوچھا کہ جھوٹ بولنے میں کیا نقصان ہے۔اس نے کہا کہ اس کی سچی بات کا اعتبار بھی جاتا رہتا ہے

☆ حکمت عملی قوت بازو سے زیادہ کام کرتی ہے

مرسلہ: محمد اکرام قمر بچیکی

ماہنامہ پھول

بعد کے منظر کا خوف

ہم نشین سمجھ میرا ہے اس طرف روئے سخن
معاف کرنا ہو اگر اس میں حقائق کی چبھن
جس زمانے میں حقیقت اصل سے ہٹ جائے گی
جھوٹ کی سچ میں ملاوٹ بے دھڑک کی جائے گی
روشنی جلتے چراغوں سے بھی چھینی جائے گی
سر اٹھانے کی جسارت پہ سزا دی جائے گی
جز د خوشامد کے نہ کوئی بول بولا جائے گا
جب حریفوں کا صبر زنداں میں تولا جائے گا
قہر توڑا جائے جب انسانیت کے نام پر
شمر بنا چاہے حر یزیدیت کے نام پر
کچھ لٹیروں کی متاع فضل خدا کہلائے گی
پیٹ بھر کھانے پہ اوروں کی تباہی آئے گی
جب عزاداروں کے اپنے ہاتھ میں تلوار ہو
خود مسیحا قتل کرنے کیلئے تیار ہو
تب قیامت کیلئے سمجھو فضا ہموار ہے
اور ٹوٹنے کو ستم گاروں پہ فلک تیار ہے

خالد عیاض خان

ہوش ٹھکانے آ جائے

ایسا نہ ہو کل کوئی ہم کو آزاد کرانے آ جائے!
بہتر ہے نہ ہم بیہوش رہیں اب ہوش ٹھکانے آ جائے
ہم گھر میں گھر کی بات سنیں ہمسایوں کو دیکھیں پرکھیں
ایسا نہ ہو کوئی شیشہ گر آئینہ دکھانے آ جائے
ہم نے جو بنایا ہے اب تک پہلے اس کو برباد کرے
پھر بھاری مشینیں لے کر وہ ملبے کو ہٹانے آ جائے
پہلے وہ ہمارے جسموں کو اور روحوں کو زخمی کر دے
اور پھر وہ ہماری چوٹوں پر مرہم بھی لگانے آ جائے
ایران کو ہم ہمراز کریں اور چین سے کھل کر بات کریں
پھر چنیں ہم امریکہ سے گر ہم کو ستانے آ جائے
رکھنی ہے گہری سوچوں میں ہم کو بدنیت بھارت کی
یہ بش کی بلی جانے کب پھر داؤ لڑانے آ جائے
دشمن کے قبضے میں اب تک اپنی شہ رگ کشمیر کی ہے
کب جانے پھر اس پر قاتل اک چھری چلانے آ جائے
یہ سوہنی دھرتی اب اپنے بیٹوں کو صدائیں دیتی ہے
جو ہے دنیا میں جہاں کہیں اب فرض نبھانے آ جائے
مت سمجھو اس کو امن و امان ہم ہر دم حال جنگ میں ہیں
کوئی اندھی آندھی چپکے سے ہم کو نہ مٹانے آ جائے
اک نازک وقت ہے یہ ساغر ہم گھرے ہوئے ہیں مشکل میں
کوئی قائداعظم پھر ہم کو نئی راہ دکھانے آ جائے

ریاض الرحمٰن ساغر

یانکی Yankee

''خدا امریکہ پر رحم کرے''
وہ پھر چلے ہیں
''یانکی'' اپنی بکتربند گاڑیوں میں سینہ تانے
خوشی کے گیت گاتے
روئے زمین پر فولادی گھوڑے دوڑاتے
''امریکہ خدا ہے'' کے نغمے الاپتے
مفلوک الحال بستیاں لاشوں سے پٹ گئی ہیں
یہ وہ تھے جو ساتھ نہ دے سکے
دوسرے جو (امریکہ کی) حمد وثناء کے گیت گانے
کے منکر ہیں
جن کی گویائی چھن رہی ہے
جن کو سر بھول گئے ہیں
شہسواروں کے پاس آہنی کوڑے ہیں
جن سے کٹے سر چمکتی ریت پر لڑھکتے ہیں
کاسہ سر لہو کی چیڑیوں میں غلطاں ہیں
خشک مٹی میں وہ داغ سے لگتے ہیں
آنکھیں ڈھیلوں سے باہر ابل پڑی ہیں اور
ناک صرف مردوں کی بو سونگھ سکتی ہے

اور
زندگی سے محروم فضا
''امریکہ خدا ہے'' کے ترانے سے گونج رہی ہے

☆برطانوی جریدہ ''گارڈین'' میں ممتاز ڈرامہ نویس ہیرلڈ پنٹر کی نظم کا ترجمہ
☆(یانکی) امریکیوں کو نفرت کے طور پر کہا جاتا ہے)

منظوم ترجمہ محسن فارانی

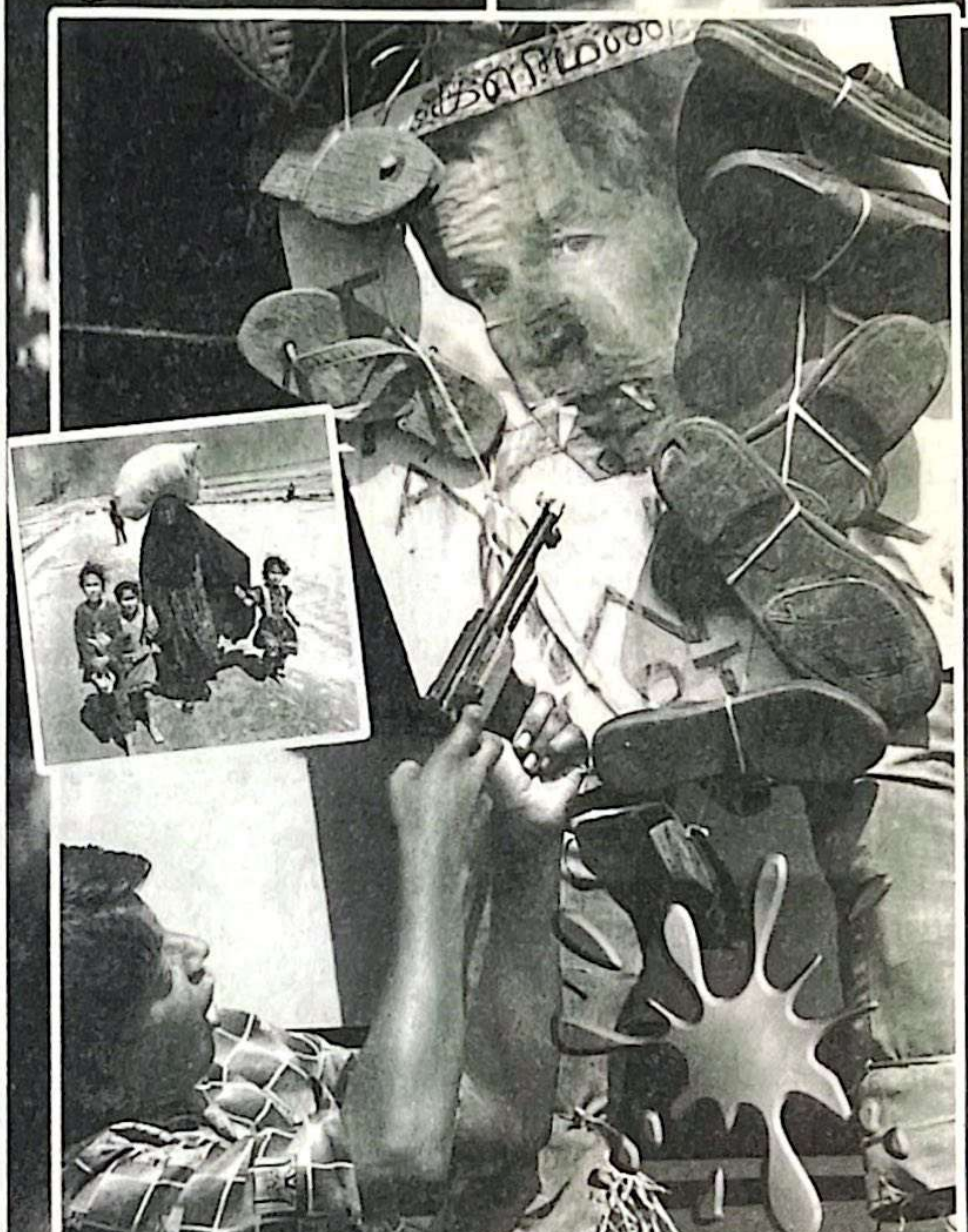

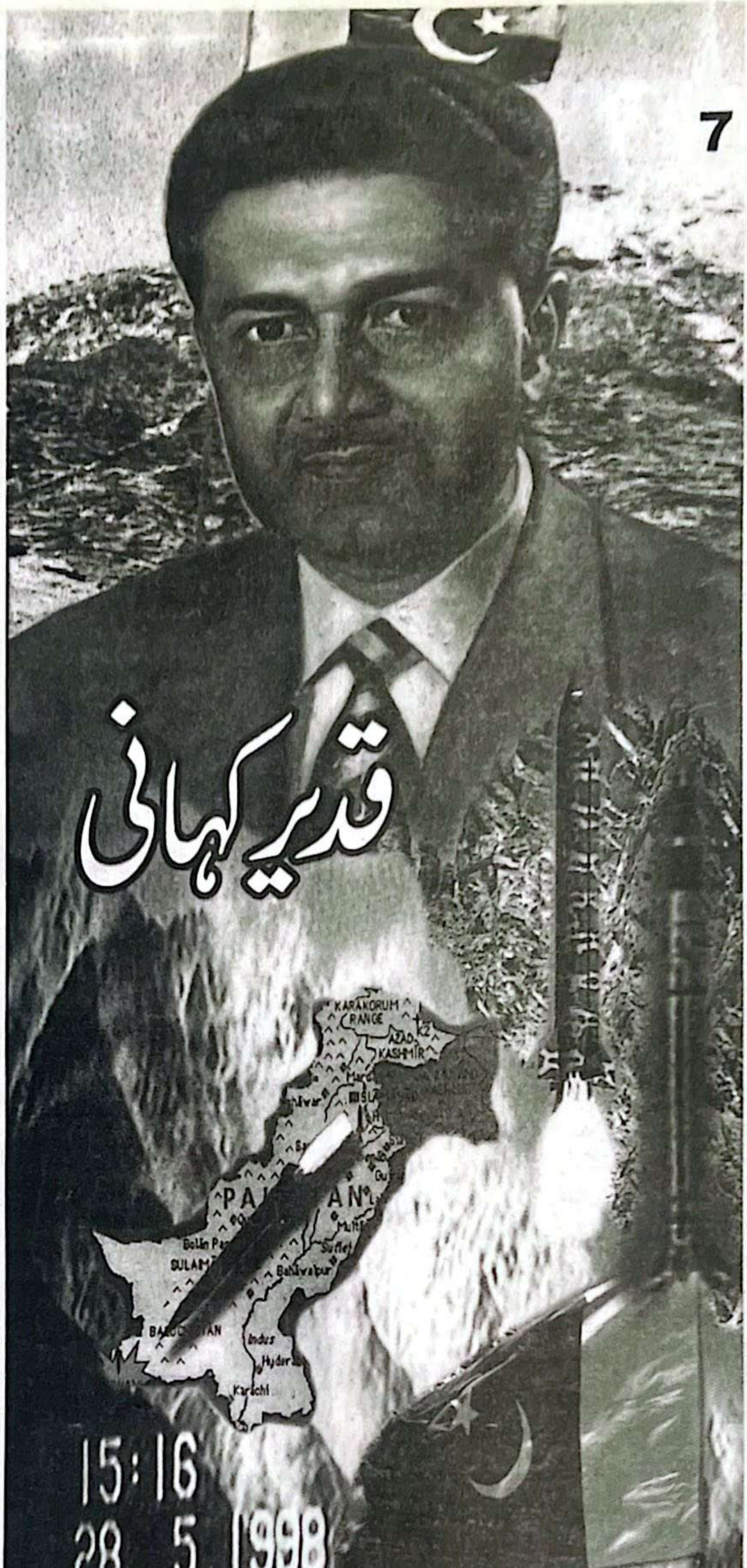

قدیر کہانی

پاکستانی بچوں کیلئے لکھی جانے والی پہلی سلسلہ وار کہانی جو آپ کو حیرت زدہ کردے گی۔
شاہد نذیر چودھری کے قلم سے ایک زندہ رہنے والی کہانی ...... صرف پھول کیلئے

شاہد نذیر چودھری

چاغی ...... پاکستان کی تاریخ میں ایٹمی جولان گاہ کی حیثیت اختیار کر جائے گا' میں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں اکثر اسکے تپتے بنجر صحراؤں اور ہیبت ناک سیاہ پہاڑ کو دیکھ کر سہم جاتا اور خوف سے جھر جھری لے کر سوچتا تھا!! ملکہ سبا کا یہ خوش رنگ' باغوں اور نہروں کا خطۂ دل بہار پھر کبھی ان بہاروں کی جانب لوٹ سکے گا۔ اسکے عظیم پہاڑ راس کوہ پر جہاں اب کسی انسان کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں یہاں صدیوں پہلے سبزے کی قبا اوڑھے یہ کوہسار فضاؤں کو معطر رکھتے تھے مگر اب یہ صرف پہاڑ بن کر رہ گئے ہیں۔ میرے چاغی کے سینے پر گاڑی ہوئی قدرت کی یہ میخیں میرے سینے پر بوجھ بن کر رہ گئی ہیں۔ وہ پہر کب آئے گا جب میں تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں تحریر اس خطہ گل بہار کا روپ دیکھ سکوں گا۔ میرے بس میں ہوتا تو چاغی کی تپتی ریت اور پہاڑوں پر پھول کھلا دیتا' اسکے وجود پر صدیوں سے جمی بے ثباتی کی گرد اڑا دیتا مگر میری حیثیت ان عظیم پہاڑوں اور صحرائے بسیط کے سامنے ہیچ ہے۔ میں صرف ماضی کے ان پر شکوہ مناظر کو تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں ہی دیکھ سکتا ہوں اور آہ و زاری سے سینہ کوٹ سکتا ہوں۔ میرے لبوں سے سسکیاں نکلتی ہیں اور دعائیں فلک اعظم کی طرف پرواز کر جاتی ہیں' میں کرب سے سوچتا ہوں کہ نہ جانے میرے اللہ کے برگزیدہ اطاعت شعار ملائکہ آنسوؤں سے لبریز میری دعاؤں کو لے کر اس دربار جلالت میں پہنچے بھی ہوں گے کہ نہیں۔ میری دعاؤں اور آشاؤں کو ملائکہ نے اس قابل بھی جانا ہوگا کہ نہیں ...... کہ انہیں حضور ذوالجلال میں پیش کیا جائے۔ شاید ...... میں ہمیشہ کی طرح نامراد رہتا' مایوسی کی سیاہ راتوں میں شب و روز گزار دیتا۔ ان بوڑھی آنکھوں اور جھکے ہوئے تن کی کمانوں کی طرح جو چاغی کے تپتے دہکتے صحراؤں میں بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے درزیدہ نظروں سے ان ہیبت ناک کوہساروں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ کہن سالہ انسان صدیوں سے ان صحراؤں اور کوہساروں کی الف لیلوی داستانیں سنتے آئے ہیں اور آج بھی اس امید پر زندہ ہیں شاید۔ ماضی کی دھول سے ان صحراؤں اور کوہساروں کا ہنستا مسکراتا زرخیزی سے مالا مال روپ سامنے آجائے اور یہ خطہ ایک بار پھر ساری کائنات کا منظور نظر ٹھہر جائے

وہ پہر پھر آنے کو تھا کہ میں بھی جھکی ہوئی بجھی ہوئی آنکھوں پر ہتھیلی سے چھجا بنا کر کسی جھاڑی کی ٹیڑھی جڑ کو کاٹ کر اسکی لاٹھی کے سہارے بکریاں چراتا پھرتا یا پھر کسی ٹنڈ منڈ کھجور کے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر اپنی آنے والی نسلوں کو اس خطہ میں آنے والے کسی مہدی کی نوید سنا رہا ہوتا ..... لیکن رب ذوالجلال نے میری امیدوں کے چراغ روشن کر دیئے' میرا ماضی مجھے لوٹا دیا۔ میری آن بان شان بحال کر دی اور میرے تپتے صحراؤں کو جنت کے باغ بنا دیا۔ میرا فخر میرا مان۔ میرا چاغی۔ صدیوں کی دھول جھاڑ کر میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ یہ معجزہ۔ یہ کرشمہ کیسے ظہور پذیر ہوا۔ چاغی میں چہل پہل تھی۔ یہ 25 مئی 1998ء کی تپتی ہوئی دوپہر کا قصہ ہے۔ پورے علاقے میں جوش و جذبہ کی فراوانی کا عالم تھا اور یہاں آنے والوں کے چہرے صحراؤں کی دھول اور تپش سے بے نیاز اس عظیم پہاڑ راس کوہ کی جانب رواں دواں تھے۔ لیکن ان کی تمکنت' جلال سنجیدگی اور احتیاط لئے ہوئے تھی۔

میں اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا اپنی گوٹھ کی جانب بڑھ گیا۔ یہ قافلہ جو جیپوں پر آ رہا تھا' فضا میں ہیلی کاپٹروں کی آمد جاری تھی یہ سلسلہ اگلی صبح تک جاری رہا۔ میں رات بھر نہ سو سکا۔ بار بار دل و نگاہ اس جانب بڑھنے کو مچل رہے تھے جہاں قافلوں کا اجتماع ہو رہا تھا۔ پو پھوٹتے ہی میں بکریوں کو لے کر راس کوہ کی جانب بڑھنے لگا تو مجھے ایک ملیشیا جوان نے روک دیا۔

''سنو لڑکے! آج تم ادھر نہیں جا سکو گے۔''

میں نے اسکی چمکتی آنکھوں میں دیکھا ''صاحب میری بکریاں ...... گھاس نہ ملی تو .....'' ''اگر آج کا پہر تم نے کاٹ لیا تو ...... یاد رکھو ...... پھر اگلی

کئی صدیوں کے پیٹ بھر کر کھانے کو ملے گا۔ تمہارے چاغی کی تقدیر سنور رہی ہے...... "اس نے دور...... راس کوہ کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ میں نے آنکھیں میچ کر بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا۔ بکریاں راس کوہ کی طرف بڑھیں تو محافظ بولا "انہیں روکو۔ آگے باڑھ لگا دی گئی ہے۔ اس میں بجلی دوڑ رہی ہے۔" راتوں رات چاغی کا یہ علاقہ دوستان اور راس کوہ ایسا پلٹا کھائے گا' میں نے ہم کلامی کی اور جھٹ سے بکریوں کو گھیر کر واپس ہولیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ تپتے صحرا میں ہوائیں گردش کرنے لگیں۔ میں نے راس کوہ کی طرف دیکھا تو دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں غبار اٹھنے لگا اور راس کوہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے محافظ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ان گنت اندیشے ابھرے۔

"تم نے وہ غبار دیکھا ہے۔" میں نے اقرار میں سر ہلایا۔ "یہ...... یہ صحرائی طوفان کی آمد ہے۔ دعا کرو یہ طوفان ختم ہو جائے...... ورنہ" میں نے جھٹ سے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ میں نے بغیر کوئی سوال کئے دعا کی تھی۔ پھر ہاتھ منہ پر پھیرنے کے بعد پوچھا "کیا تمہیں کسی اندیشے کا خطرہ ہے۔ کیا میرے چاغی کی تقدیر کو اس طوفان سے خطرہ ہے۔"

"ہاں...... بہت زیادہ خطرہ ہے۔" وہ زیر لب بولا اور پھر اسکے لب پھڑ پھڑانے لگے۔ وہ سورۃ فتح کی آیات پڑھ رہا تھا۔ میں بھی اسکے ساتھ شریک ہو گیا۔ وہ صبح گئی' رات گزری' پھر سویرا ہوا...... صحرائی طوفان بڑھتا چلا گیا زندگی پورے صحرا میں ساکت ہو گئی تھی۔ محافظ جوان طوفان میں کھڑا رہا۔ اس کے سارے وجود پر ریت نے پیوند لگا دیئے تھے۔ 27 مئی کو میں نے دیکھا۔ وہ زار و قطار رو رہا تھا۔ مجھے کہنے لگا۔ "لڑکے۔ دعا کرو یہ طوفان رک جائے۔ ورنہ تمہارے چاغی کی تقدیر نہیں سنورے گی۔" وہ میری بے کل روح کی تمناؤں کے بھید جانتا تھا۔ میرے کرب کی کمزوری کا اسے احساس تھا۔ میں نے پہلی بار اس سے سوال کیا اور پوچھا۔

"میں سجدے سے سر نہیں اٹھاؤں گا۔ مگر مجھے کچھ تو بتاؤ کہ راس کوہ میں کیا ہونے والا ہے۔" "لڑکے۔ میں نہیں جانتا۔" اس نے یکلخت ہونٹ سختی سے بند کر لئے۔ مٹھی بھر ریت جو اسکے چہرے پر جمی تھی اسکے دہن میں داخل ہو گئی لیکن اس نے لب نہیں کھولے۔ جب میں واپس پلٹا تو وہ سرگوشی میں بولا۔ "یہ راز کی بات ہے۔ تمہیں نہیں بتا سکتا۔ لیکن یہ طوفان رک گیا تو راز بھی کھل جائے گا۔" "تو پھر میرا یہ صحرائی طوفان تمہارے مقفل راز کے پٹ توڑ ڈالے گا۔" میں نے نہ جانے کیوں یہ کہا تھا۔ اس پر وہ مچل اٹھا اور دھاڑا۔ "بددعا کرتے ہو" "نہیں یہ دعا کا پہلا زینہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں اللہ سے کیا مانگوں۔" میں نے اس کی قہر بھری نظروں کو نظر انداز کر دیا۔

"ادھر آؤ......" اس نے پاس بلایا اور جیب سے میلا کچیلا سا بٹوہ نکال کر اخبار کا ایک ٹکڑا نکالا "یہ دیکھو۔ تم جانتے ہو۔ یہ کون ہیں" اس نے ایک روشن جبیں چہرے والی تصویر مجھے دکھائی۔

"میں نہیں جانتا......" "تم انہیں نہیں جانتے...... بدبخت۔" وہ خفگی سے بولا اور تصویر بٹوے میں ڈال کر جیب میں رکھ لیا۔ "یہ وہ مسیحا ہیں جو تمہارے چاغی میں آنے والے ہیں۔" "مسیحا۔ مہدی پاکستان۔" میری زبان سے نکلا۔ "کیا یہ اللہ کے پیارے بزرگ ہیں۔"

"ہاں اللہ کے یہ پیارے بندے ہمارے محسن ہیں۔ ہمارے نجات دہندہ ہیں۔" "پاکستان کے نجات دہندہ۔ وہ تو قائداعظم ہیں۔" میں نے سکول کی کتابوں میں صرف ان کے بارے میں ہی پڑھا اور سنا تھا۔ یہ کب سے ہمارے نجات دہندہ ہو گئے۔ کیا ہم دوبارہ غلام بنا دیئے گئے تھے جو ایک نیا نجات دہندہ ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ میں نے سوچا اور سوال کیا۔

وہ بولا "ہاں۔ ہم پھر غلام بنا گئے تھے۔ ہمارے پیروں میں اپنی زمین ہے لیکن اس پر تحفظ نہیں تھا' ہمارے ہاتھوں میں کشکول تھما دیا گیا اور سروں پر خوف کی تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ لیکن ہمارے اس محسن نے ہمیں عزت وقار اور تحفظ دیا ہے یہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہیں...... وہی جنہوں نے پہلے غوری میزائل چلایا تھا۔" "ہیں تو کیا یہ وہ ہستی ہیں۔" مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوا۔ "اور کیا" "ایک بار پھر تصویر دکھاؤ۔" اس نے بٹوے سے تصویر نکالی تو میں عقیدت سے مغلوب ہو کر اسے والہانہ چومنے لگا۔ اس نے تصویر میرے ہاتھ سے چھین لی اور بولا "اسے پھاڑ نہ دینا۔" بڑی مشکل سے میں نے یہ تصویر حاصل کی تھی۔" وہ تصویر اسکے لئے قیمتی متاع کی حیثیت رکھتی تھی۔ میرے خالی ہاتھ اسکی جانب دراز تھے اور میں کسی فقیر کی طرح اس سے التجائیں کر رہا تھا۔ "اے اللہ کے بندے مجھے یہ روشن چہرہ ایک بار پھر دکھا دو......" لیکن وہ نہیں مانا۔ اسی لمحہ ریت کا بگولا آیا ہم دونوں کو اپنی آنکھیں بند کرنا پڑیں۔ خاصی دیر تک ہم ریت کے طوفان سے لڑتے رہے۔ جب طوفان تھما تو میں بکریوں کو لے کر گوٹھ میں واپس آ گیا۔ میرے اندر صحراؤں سے قوی اور خوفناک طوفان اٹھ رہے تھے۔ محافظ نے کہا تھا۔ "چاغی میں محسن پاکستان آ رہے ہیں......" اور میں اپنی گوٹھ میں بند پڑا رہوں۔ یہ اذیت ناک لمحے میرے دل کو جبر کے آرے سے چیر رہے تھے۔ چاغی کے صحرا کو ایک پل بھی قرار نہیں آ رہا تھا اور وہ ہر شے کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لے جا رہا تھا...... میں نے اپنے جھونپڑے میں کھجور کے سوکھے پتے بچھائے اور ہمیشہ کی طرح خداوند ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ 27 مئی کی سیاہ طوفانی رات کٹ رہی تھی اور میرا دل پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ طوفان نہیں رک رہا تھا میرے اندر بھی دعاؤں التجاؤں کی یورش برپا تھی اور پھر نہ جانے رات کا وہ کونسا پہر تھا جب میں ہچکیاں بھرتے بھرتے ڈھیر ہو گیا...... مگر میرے لبوں سے دعائیں نکلتی رہیں۔ "یاالٰہی میرے چاغی کی تقدیر بدل دے۔ میرے وطن کے محسن کی حفاظت فرما...... یاالٰہی وہ جس عزم کے واسطے یہاں آئے ہیں انہیں سرخرو فرما......" دعاؤں کے حلقے میں میرا وجود ایک لطیف سانچے میں ڈھل رہا تھا۔ میری چشم تصور روشن ہو رہی تھی اور میں راس کوہ کی جانب محو پرواز ہو گیا۔ میں نے دیکھا۔ وہ محافظ اپنی جگہ پر چاق و چوبند کھڑا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ریت کا مجسمہ ہو...... میں آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ میرے راستے میں کوئی باڑ رکاوٹ پیدا نہیں کر رہی تھی...... 28 مئی کی پو پھوٹ رہی تھی اور طوفان کسی دم ختم نہیں رہا تھا...... مگر میرا وجود طوفانوں سے آشنا تھا مجھ پر ان کی دہشت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ میرے ذہن میں اپنے نجات دہندہ کا عکس ابھر رہا تھا اور وہی تابناک مومن صفات کا حامل چہرہ میری تمناؤں کا مرکز بن گیا تھا۔ راس کوہ کے پاس طوفان رقص ابلیس دکھا رہا تھا اور اس سے چالیس کوس دور ہاتھ آسمان کو اٹھائے سر سجدے میں گرائے بہت سے چہرے دکھائی دیئے۔ میں ان کے پاس پہنچا اور ان کی سرگوشیاں سننے لگا۔ ان کی کشادہ عرق ریز پیشانیوں پر تفکرات ابھرے ہوئے تھے' لبوں پر آیات کا ورد تھا۔ وہ بار بار ان مشینوں اور آلات پر جھکتے اور ناامیدی سے ان طوفانوں کی جانب دیکھنے لگتے جو غالباً ان مشینوں کو اپنے حصار میں لئے ہوئے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب دعائیں اثر کر رہی ہیں۔" ایک عام سے چہرے والے شخص نے کہا تھا۔ "طوفان کی شدت میں کمی ہو رہی ہے۔" اسکی بات سن کر ڈاکٹر صاحب مشین پر جھکے۔ "ہاں پیمائی کا آلہ خوشگوار امید کی نوید دے رہا ہے جوانو۔" ان کی بات سنتے ہی سب کے چہرے کھل اٹھے اور یکا یک طوفان کا زور ٹوٹنا شروع ہو گیا۔

"آلات دوبارہ چیک کرو۔" ڈاکٹر صاحب بولے۔ تو ٹیکنیشن آلات اور راس کوہ کے درمیان پھیلے کیمروں اور آلات کی کارکردگی چیک کرنے لگے۔ "ڈاکٹر صاحب سب او کے ہیں۔" اسی لمحہ سپیکر پر آواز ابھری۔ "ہیلو ڈاکٹر ثمر مبارک صاحب سے بات کرائیں۔ پرائم منسٹر آن لائن ہیں۔" وہی ڈاکٹر صاحب مائیک پر آئے اور پرائم منسٹر کو صحرائی طوفان سے پیدا ہونے والی صورتحال سے آگاہ کرنے لگے پھر بولے۔ "سر! انشاءاللہ آج ہم سرخرو ہو جائیں گے۔ موسم قدرے بہتر ہو گیا ہے۔" پرائم منسٹر سے گفتگو کے بعد ڈاکٹر ثمر مبارک نے اپنے عملہ کو چوکس اور آلات پر نظر رکھنے کی ہدایات دیں اور خود وہ آیات کا ورد کرتے رہے۔ یہ پونے تین بجے کا وقت تھا کہ فضا میں اچانک ہیبت ناک گڑگڑاہٹ ابھری اور ریت پر ہوا کا دباؤ بڑھ گیا۔ فضا میں بگولے اٹھے تو سب نے چونک کر ان بگولوں کی طرف دیکھا جن کے عقب میں ایک ہیلی کاپٹر اترا تھا۔ اسکے جہازی پر ہوا کو کاٹ کاٹ کر تھک ہار کر سوئی ریت کو گدگدیاں کر کے برانگیختہ کر رہے تھے۔ وہ بھی بڑبڑائے اور جوش سے مکا فضا میں لہرا کر بولے۔ "اللہ اکبر۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں تشریف لا رہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں بگولوں کے رقص میں جذب ہو گیا اور ریت کی دیوار کے اس پار بڑھا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور میرے نجات دہندہ کا تابناک چہرہ دکھائی دیا۔ ہو بہو وہی تاباں' دراز قامت یاقوتی مسکراہٹوں کا پیرہن باہر آیا تو بگولے دم توڑتے ہوئے ان کے قدموں میں پھولوں کی طرح بچھ گئے۔ میں سایہ بن کر ان سے لپٹ گیا اور اس وجود خاکی کی حدت سے اپنی بے کل مردہ روح کو تپانے لگا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں ڈاکٹر ثمر مبارک کے پاس پہنچے تو دونوں عظیم انسانوں کی آنکھیں انجانی مسرتوں سے جگمگا رہی تھیں۔

"طوفان نے بہت تنگ کیا ہے ڈاکٹر صاحب۔" ڈاکٹر ثمر مبارک ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولے "یہ طوفان ہمارے اندر چھپے طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔" ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے پورے یقین کے ساتھ ان کا ہاتھ دبایا اور باقی احباب سے ملنے لگے۔ پھر وہ آلات بارپیمائی کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان کے لب ورد پاک کا ورد کر رہے تھے۔ پاس کھڑے ایک آزاد خیال سائنسدان بولے "ڈاکٹر صاحب یہ دعا کا نہیں ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ طوفان رکے گا تو بٹن پش ہو گا۔"

"ٹیکنالوجی دعا کے بغیر نا کام ہے۔ آپ کے پاس ایسی ٹیکنالوجی ہے جو اس تین دنوں سے جاری طوفان کو روک سکے۔" ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے استفسار کیا تو وہ خاموش رہے۔ پھر وہ ڈاکٹر ثمر مبارک کی جانب دیکھ کر بولے "ڈاکٹر ثمر مبارک بھی اللہ کا پاک کلام پڑھ رہے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ دعا سب سے بہتر اور اثر رکھنے والی ٹیکنالوجی ہے۔ آؤ سب مل کر دعا کرتے ہیں۔" ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی آمد سے سب کے حوصلے بلند ہو گئے اور سارا عملہ ناف پر ہاتھ رکھ کر دعائیں کرنے لگا۔ یہ دعاؤں کا اثر تھا اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی موجودگی کا ثمر کہ صحرا کا مزاج بدلنے لگا۔ طوفان تھم گیا اور فضا میں یک لخت باد نسیم کے جھونکے نازل ہونے لگے۔ قدرت مہربان ہو رہی تھی۔ پرندے چہچہانے لگے تھے۔ موسم کے تیور بدلتے ہی وہ آزاد خیال سائنسدان دعاؤں کے ثمرات دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اسکے ہاتھ بھی شاید پہلی بار دعا کے لئے اٹھ گئے تھے...... میں...... ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ میرے ہاتھ بھی انکے ساتھ دعا کے لئے اٹھے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر اللہ کا کلام جاری تھا۔ ڈاکٹر ثمر مبارک نے اشارے سے بھی مائیک آن کرنے کا حکم دیا اور کہا "اب ہماری ساری گفتگو پرائم منسٹر ہاؤس میں براہ راست سنی جا رہی ہے۔" انہوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی اجازت سے ایک ٹیکنیشن کو بلایا اور کہا "میاں! یہ بٹن تم دباؤ گے۔" انہوں نے اس خوش قسمت ٹیکنیشن کو بلایا جو تین روز سے سجدے میں گرا ہوا تھا اور ہچکیاں بھر بھر کر اللہ سے اپنی کامیابیوں کے لئے دعا کر رہا تھا۔ کرسیاں سیٹ ہو گئیں' اور وقت جیسے تھم گیا۔ سہ پہر 3:10 پر مائیک آن ہوئے' 3:11 پر سورہ فاتحہ کا ورد شروع ہوا اور 3:15 پر آخری بار سارے انتظامات کا برق رفتاری سے جائزہ لیا گیا۔ اور پھر...... میرے نجات دہندہ کے اشارے پر ٹیکنیشن نے 3:16 پر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے انگلی بٹن پر رکھی اور دبا دی۔ اسکے ساتھ ہی سکرین پر 10 کا ہندسہ ابھرا۔ میرے محسن کے لبوں پر فاخرانہ مسرت ابھری۔ ہندسے گرنے لگے۔ 10'9'8'7 میں سبھی کے دلوں کی دھڑکنیں گن رہا تھا۔ یہ لمحات جو سرک رہے تھے میرے وطن کی ایک نئی دنیا دریافت کر رہے تھے...... 6'5'4'3...... دلوں پر دستک جاری تھی اور رگ و پے میں خوف سے سرد لہر ابھری' جبیں سے ایڑھی تک پسینہ ٹھنڈک سے منجمد ہو گیا...... کلمہ شہادت بلند ہونے لگا۔ سانسیں پھول گئیں بدن کی طنابیں کھنچ گئیں...... 2...... 1...... اور پھر صفر...... وہ لمحہ...... جس کے لئے برسوں ریاضت کی گئی صفر کے ہندسے کی کارکردگی کا منتظر تھا...... ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے زوردار آواز میں کلمہ شہادت پڑھا...... سبھی سائنسدانوں اور عام عملے کے اعصاب تن گئے۔ مانیٹر پر برق سی کوندی تھی۔ بالکل ایسی برق جیسے سیاہ طوفانی رات میں بجلی کڑکنے کے بعد آسمان کی ایک نکڑ سے دوسری نکڑ تک پہنچتی ہے۔ مانیٹر کی روشنی بجھ گئی۔ پیروں تلے زمین کپکپائی۔ مانیٹر نے علامت ظاہر کی' پہلی صف کے کیمرے اڑ گئے ہیں' پھر دوسرے مانیٹر پر چٹانوں کے ٹوٹنے کا منظر ابھرا تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان جذبات کو برانگیختہ کر دینے والے انداز میں "اللہ اکبر" کہہ کر اٹھے...... اور پھر کسی کو ہوش نہ رہا۔ مانیٹر راس کوہ کے بدلتے رنگ' صدیوں کی دھول کے اڑتے منظر کی گواہی دے رہا تھا...... اور ادھر سیکڑوں میل اسلام آباد میں ان خوش گمان تاریخی ساعتوں کے منتظر تھے' ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے مجاہدانہ نعرے سن کر بے تحاشا ایک دوسرے سے لپٹ پڑے۔ "مبارک ہو...... مبارک ہو...... ڈاکٹر عبدالقدیر خان زندہ باد......"

ہیلو...... ڈاکٹر ثمر مبارک صاحب...... آپ سب مبارکباد کے مستحق...... مبارک ہو آج پاکستان ایٹمی قوت بن گیا ہے۔ ہمارا ایٹمی دھماکہ کامیاب ہو گیا ہے۔" میں نے یہ سنا تو وفور جذبات سے ان عظیم چہروں کو دیکھنے لگا جو ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے ہاتھ اور چہرے پر بوسے ثبت کر رہے تھے اور ڈاکٹر عبدالقدیر خاں...... کی آنکھیں اشکوں سے بھری ہوئی تھیں...... میں بھی آگے بڑھا اور اپنے وجود کا احساس دلائے بغیر اس محسن عظیم کے قدموں سے لپٹ گیا۔ یہ ان قدموں کی برکات تھیں کہ آج میرے چاغی میں ایسا معجزہ رونما ہوا تھا جس سے اسکے ماضی کی شان و شوکت لوٹ رہی تھی۔

کیسے رنگ

گوہر ملسیانی۔ صادق آباد

میرے دفتر کے سامنے والے پلاٹ میں ایک صنوبر کا درخت چھوٹے چھوٹے پتوں کا لباس پہنے سیدھا کھڑا ہے، کافی اونچا ہے۔ پھولوں بھری کیاری کے ساتھ اس کا سینہ تانے کھڑا ہونا ایک دلکش منظر بن جاتا ہے۔ سکول کے بچے جب اس کے قریب سے گزرتے ہیں تو یہ نظارہ اور بھی خوب صورت لگتا ہے۔ صنوبر سے تھوڑی دور شیشم کا ایک درخت بھی اپنی ٹہنیاں پھیلائے کھڑا ہے۔ جس چیز نے مجھے زیادہ متاثر کیا وہ صنوبر کے پتوں کی پتلی ٹہنیوں پہ فاختہ کا ایک گھونسلا ہے جو آنکھوں سے تقریباً اوجھل ہے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب فاختہ اڑتی ہوئی آتی ہے اور اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ فاختہ تو ویسے بھی صنوبر کی عاشق ہے جیسے بلبل پھول کا عاشق ہے۔

دوسری جانب شیشم کی سب سے اونچی شاخ پر ایک کوا بیٹھا کائیں کائیں کرتا رہتا ہے۔ اس نے وہاں ایک شاخ پر چند باریک تنکے پھیلا کر ایک آشیانہ بنا رکھا ہے۔ کوے کا آشیانہ بھی بہت خوبصورت نہیں ہوتا۔ میں دفتر کے دروازے سے نکل کر برآمدے میں آتا ہوں تو دونوں درختوں پر بسنے والے ان پرندوں کو دیکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر سوچتے ہوئے خوش ہوتا ہوں۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ کوا اپنے درخت کی اونچی شاخ سے اڑتا ہوا نیچے آیا اور صنوبر کے گرد چکر لگانے لگا۔ اسی لمحے پھر کرتی ہوئی فاختہ صنوبر سے نکلی اور کوے پر حملہ آور ہوئی۔ کوا اوپر، نیچے اڑتا، فاختہ کی چونچ سے بچتا دور نکل گیا۔ فاختہ واپس اپنے آشیانے میں آ پہنچی۔ میں سمجھ گیا کہ فاختہ نے ضرور انڈے دیئے ہیں اور کوا ان کو پینے کے لئے موقع کی تلاش میں ہے۔ اس دن سے میں ذرا زیادہ متوجہ ہو گیا کہ کب فاختہ انڈوں سے بچے نکال سکے اور میں دیکھ سکوں کہ کیسے وہ چھوٹی جان بڑے دشمن سے مقابلہ کرتی اور اپنے انڈوں کو بچاتی ہے۔

چند دن اسی طرح گزر گئے۔ کوے اور فاختہ کی لڑائی تقریباً روزانہ ہوتی۔ انہی دنوں ایک اور دلکش آواز بھی ان درختوں پر گونجنے لگی۔ کُو اُو...... کُو، اُو۔ یہ کوئل تھی جو بہار کی آمد کا پتہ دے رہی تھی۔

فاختہ اور کوے کی آنکھ مچولی اب تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اب کوا اور کوئل ایک دوسرے کے پیچھے اڑ رہے ہیں۔ دونوں کا رنگ سیاہ ہے اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ کوئل آگے ہے یا کوا، مگر کچھ دیر بعد کوا کائیں کائیں کرتا اپنے گھونسلے میں جا بیٹھا اور کوئل کوکتی دور نکل گئی۔ میں سمجھ گیا کہ کوا بھی اپنے گھونسلے میں انڈے دے چکا ہے اور کوئل بھی موقع کی تلاش میں ہے کیونکہ وہ خود اس کے گھونسلے میں انڈے دینا چاہتی ہے۔ یہ بات شاید کم لوگ جانتے ہیں کہ کوئل اپنے انڈے خود نہیں سیتی بلکہ یہ فرض کوے کے سپرد کرتی ہے اور داؤ لگے تو کوے کے انڈے پی جاتی ہے۔

چند دنوں بعد یہ لڑائی جھگڑا بھی ختم ہو گیا۔ کیونکہ کوئل کامیاب ہو چکی تھی۔ کوے کی غیر موجودگی میں وہ وہاں انڈے دے چکی تھی۔ ہفتہ عشرہ اور گزر گیا اور میں نگرانی کرتا رہا۔ ایک شام کیا دیکھتا ہوں کہ فاختہ چونچ میں کھاجا لئے اڑتی ہوئی آئی اور صنوبر کے پتوں میں جا گھسی۔ معلوم ہوا انڈوں سے بچے نکل آئے ہیں اور فاختہ نے بچوں کی پرورش شروع کر دی

ہے۔ اب نر اور مادہ دونوں باری باری آتے اور بچوں کو دانہ دنکا کھلا کر اڑ جاتے۔ اس طرح دن گزرنے لگے۔ مولا نے ننھی منی جانوں کو بڑا کرنے کے لئے کیسا انتظام کیا ہے کہ ماں باپ سارا سارا دن دانہ دنکا چننے نرم کرنے اور کھلانے میں لگے رہتے ہیں۔

ایک شام حسب معمول پلاٹ میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زید صنوبر کے پاس کھڑا ہے۔ اس کا منہ صنوبر کی جانب ہے اور اس کے ہاتھ میں کچھ ہے۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اچانک میری آمد پر گھبرا گیا۔ پیشتر اس کے کہ وہ نو دو گیارہ ہوتا میں نے دریافت کیا: ''زید تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟''

''سر فاختہ کا بچہ ہے، یہ نیچے گرا پڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھا لیا ہے۔ وہ گھبرایا ہوا تھا سر میں نے اسے گھونسلے سے نہیں اتارا''۔ زید نے جواب دیا۔

''مگر تم یہاں آئے کس لئے ہو؟'' میں نے پھر پوچھا۔

زید نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''سر میں روزانہ شام کے وقت یہاں آتا ہوں اور ایک طرف تنہا بیٹھ کر مطالعہ کرتا ہوں۔ آج جب میں آیا تو ایک باز تیزی سے اڑتا ہوا آیا، فاختہ پر جھپٹا اور آناً فاناً اسے دبوچ کر یہ جا...... وہ جا...... میں صنوبر کے قریب پہنچا تو بچہ یہاں نیچے گرا پڑا تھا، میں نے اٹھا لیا''۔

میں سمجھ گیا، باز دونوں فاختاؤں میں سے ایک کو پکڑ کر لے گیا ہے۔ مجھے بے حد دکھ ہوا...... اف!...... یہ ننھا منا بچہ...... اب اس کی ماں یا باپ...... ایک کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا۔ اب تنہا فاختہ اس کی پرورش کرے گی۔ میں نے گھونسلے کی جانب دیکھا تو اس میں ایک اور بچہ نظر آیا۔ میں سمجھ گیا یہ دو بچے ہیں۔ اتنے میں فاختہ اڑتی ہوئی آئی اور صنوبر کے گرد چکر لگانے لگی۔ میں نے چوکیدار کو بلوایا وہ سیڑھی لایا اور بچے کو گھونسلے میں رکھ دیا۔ چوکیدار کو تاکید کی کہ سورج غروب ہونے تک روزانہ ان بچوں کا خیال رکھا کرے۔

دن گزرتے رہے۔ ایک دن کیا دیکھتا ہوں، کوا بھی صاحب اولاد ہو گیا ہے اور اپنے دو بچوں کے ساتھ درخت کی ایک ٹہنی پر بیٹھا انہیں کھاجا کھلا رہا ہے۔ لیکن اس بات پر میں حیران ہوا کہ ایک بچہ کائیں کائیں کی بجائے، کُو، اُو...... کُو، اُو...... بول رہا تھا۔ میں سمجھ گیا یہ کوئل کا بچہ دنیا میں آ گیا ہے۔ اب کوا اس کی پرورش کرے گا۔ اللہ تیرے کیسے کیسے رنگ ہیں۔ کیسی کیسی تیری تدبیریں ہیں کیسے کوے کے گھر کوئل کے بچے کو حفاظت سے رکھتا ہے۔ انسانوں میں بھی تو ایسا ہوتا ہے کہ فرعون کے گھر موسیٰ کو حفاظت سے رکھتا ہے۔

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول-4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

1۔ رت جگے اب تو مقدر ہیں میری پلکوں کا
2۔ گاؤں میں فقط ایک گھر تھا
3۔ اولاد سے محرومی ہر ایک کیلئے بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے
4۔ ایک دفعہ شاہ صاحب نے کہا
5۔ ان کے ایثار و قربانی کا درجہ کتنا ہے

یہ رہے صفحات کے نمبر

1.......2.......3.......

4.......5.......

نام............ عمر............

گھر کا پتہ............

....

کوئز کی دنیا

1-انسان چاند پر کس سن میں پہنچا

1-1971ء 2-1980ء 3-2000ء

2-ابھی تک ناقابل تسخیر چوٹی کون سی ہے۔

1-ماؤنٹ ایورسٹ 2-کے ٹو 3-MTLHOTS

3-ون ڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ سکور کس کھلاڑی نے بنایا

1-ٹنڈولکر 2-میتھو ہیڈن 3-جاوید میاں داد

4-کھانا گرم کرنے کیلئے کون سی مشین استعمال کی جاتی ہے

1-اوون 2-کمپیوٹر 3-پروسیسر

انعامات کی برسات

کوئز کی دنیا

ردائے فاطمہ...... مانانوالہ
زاہد اقبال...... جنڈ
سلمیٰ فردوس...... مظفر گڑھ
افشاں نور...... بدوملہی
محمد احسن شفیق...... شیخوپورہ

صفحہ بتائیے انعام پائیے

عبدالقدیر...... کراچی
مظہر عثمان عثمانی...... اسلام آباد
عطیہ طارق...... چشتیاں
شکیلہ اظہار...... کراچی
نیلم شہزادی...... لاہور

الحدیث کوئز

اقبال احمد فریدی...... ظاہر پیر

اس دفعہ قرعہ اندازی فیصل آباد کہانی گھر کے ساتھیوں محمد سرور اور لیاقت علی نے کی۔

باقی دجلے میں

ایک رات اس زور کی بارش ہوئی کہ بقول شخصے سات آسمان گر پڑے۔ ذرا بال چھٹے تو رات کے دو بجے کیچڑ سے لت پت میس سے کیمپ پہنچے۔ آگے خلاف معمول ہمارا اردلی سگنل مین ہربنس سنگھ انتظار کر رہا تھا۔ غریب ہڈیوں تک بارش سے بھیگ چکا تھا اور اچھا خاصا چراونجی بنا کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا ''اتنی رات گئے انتظار کی ضرورت؟'' بولا ''صاحب وہ گم ہو گیا ہے'' ''کیا گم ہو گیا ہے'' ''آپ کا تمبو جی'' تمبو کیسے گم ہو سکتا ہے جی اڑ گیا ہے۔ طوفان جو آیا تھا۔ ''اور ہمارا سامان؟'' ''کچھ نہیں کہہ سکتا''۔

''یعنی''۔ ''خیمے کا گڑھا پانی سے بھر گیا ہے اور زمین کے ساتھ ہموار ہو گیا ہے۔ صبح ڈبکی لگا کر دیکھوں گا۔'' ''جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو تم کیا کر رہے تھے؟'' ''جی میں دیکھ رہا تھا''۔ ہربنس سنگھ اس ''دیکھتے رہنے'' کی وجہ سے اپنے آپ کو شاباش کا مستحق سمجھتا تھا اسے شاباش دی اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ صبح کیمپ میں آئے تو ہربنس سنگھ لنگوٹے میں ملبوس مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور بولا ''صاحب آپ کی لوہے کی کرسی خیمے کے گڑھے میں سے مل گئی ہے۔ میں نے کہا ''شاباش اور باقی سامان؟'' ہربنس سنگھ کی مسکراہٹ ذرا کملانے لگی بولا ''صاحب باقی سامان تو دجلے میں پہنچ گیا ہے۔ (''بجنگ آمد'' از کرنل محمد خان)

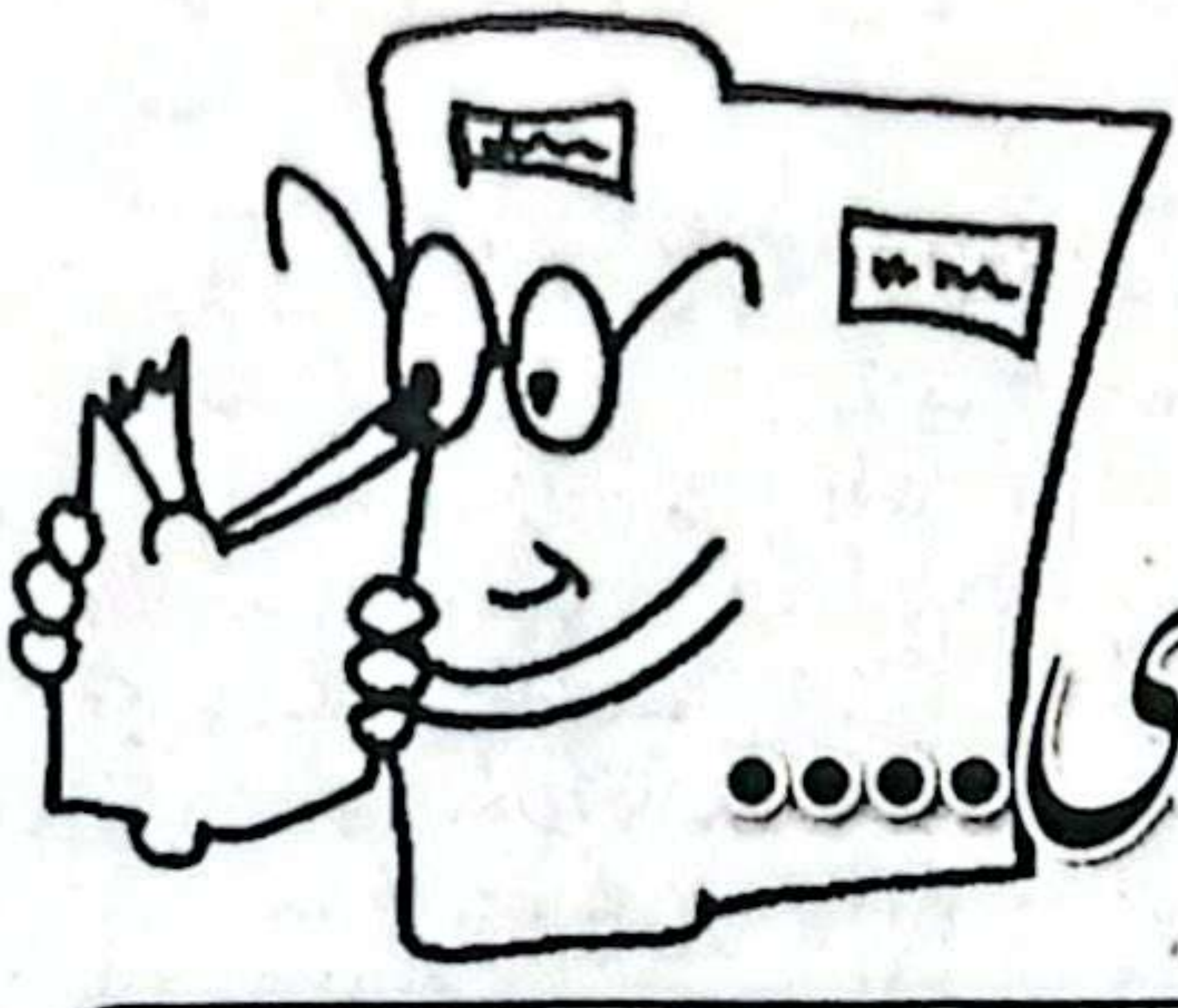

پڑھ تو سہی....

محمد زمان خٹک

"اگر تیرے گناہ زمین و آسمان کو بھی بھر دیں"

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
"اے میرے بندے (مایوس نہ ہو) اگر تیرے گناہ زمین و آسمان کو بھر دیں اور زمین کی وسعتوں کو بھر دیں اور پھر اوپر اٹھتے چلے جائیں اور پھر خلا کو بھر دیں اور خلا سے نکل کر آسمان کے کناروں تک چلے جائیں، ساری کائنات تیرے گناہوں سے بھر کر آسمان کے کنارے تیرے گناہ چھونے لگیں، پھر تجھے ندامت آ جائے اور تیرے آنسو نکل جائیں اور تو توبہ کیلئے ہاتھ اٹھائے، میں ایسا کریم، میں ایسا سخی، میں ایسا رحیم ہوں۔ میں تیرے سارے گناہوں پر قلم پھیروں گا اور مجھے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔(محمد فرقان خان آفریدی نمبر 11 حیات آباد پشاور)

دانت پیسنا

دانت پیسنے کے محاورے کا اصل مطلب تو آپ خوب سمجھتے ہونگے اور شاید کبھی بڑی غلطی کے ارتکاب کے ردعمل میں اپنے والد کو دانت پیستے دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا ہو۔ لیکن کیا آپ کو پتہ ہے کہ بعض لوگ دانت پیسنے کے اتنے شوقین ہوتے ہیں کہ خواب میں بھی اپنے دانت پیستے رہتے ہیں۔ لیکن لوزیانا کے ایک ماہر کے مطابق خواب میں دانت پیسنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ پیٹ کے بل سوتے یا کروٹ سے لیٹتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے چہرے پر دباؤ پڑتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے جبڑے چلاتے ہیں جس کی وجہ سے دانت ایک دوسرے سے پستے اور گھستے ہیں۔

آٹھ سو اٹھاسی بچوں کا باپ

مراکش کے شاہ مولائے اسماعیل کے آٹھ سو اٹھاسی بچے تھے اس کی فوج میں ایک ایسی رجمنٹ بھی تھی۔ جس میں پانچ سو چالیس سپاہی تھے اور یہ تمام اس کے بیٹے تھے۔

سخنوروں کی شوخیاں

مرزا غالب اور مولانا غلام امام شہید میں ظریفانہ نوک جھونک ہو رہی تھی۔ مرزا غالب نے خاص ظریفانہ انداز میں دریافت کیا۔
"اجی حضرت! یہ تو بتایئے آپ شہید کب سے ہوئے؟"
غلام امام شہید نے برجستہ جواب دیا! "جب سے کا فر غالب ہوئے"

ڈاکٹر کی شادی

ہمارے ایک عزیز دوست کا خیال ہے کہ ڈاکٹر کی شادی کچھ اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ ڈاکٹر کی ہی شادی نظر آئے۔ مثلاً ابٹن کی جگہ مرہم لگایا جائے اور مہندی کی جگہ لال دوائی استعمال کی جائے۔ بارات ایمبولینس میں جائے، نکاح ہسپتال میں پڑھایا جائے تصویروں کی جگہ ایکسرے لئے جائیں۔ کھانے میں وٹامن سی اور بی کی گولیاں دی جائیں۔ باراتیوں کو چائے یا کولڈ ڈرنکس کی جگہ گلوکوز کی بوتلیں پلائی جائیں۔ دولہا کے گلے میں ہار کی بجائے اسٹیتھسکوپ لٹک رہا ہو۔ تحفے بھی ایسے ہوں کہ کسی نے ڈائی سیکشن باکس دیا ہو، تو کسی نے تھرمامیٹر تھما دیا ہو، یا بی پی اپریٹس بطور گفٹ دیا جا رہا ہو۔ جہیز میں کلینک ملے۔
رخصتی میں عزیز و اقارب کچھ ایسی دعائیں دیں کہ "جاؤ بیٹی ہسپتال آباد کرو۔ مریضوں کے سائے تلے شاد و آباد رہو۔ سیرپ اور انکچر میں نہاؤ اور فیسوں میں پھولو پھلو۔ احسان اللہ حسن پشاور موڑ راولپنڈی

رونے والا مجسمہ

لندن کے ایک گرجا گھر میں ایک ایسا مجسمہ تھا جس کی آنکھوں سے ہر وقت آنسو بہتے تھے دراصل اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کا پتھر تھا جو ہوا میں موجود نمی کو کھینچ لیتا تھا اور وہ پھر آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں بہتے رہتے تھے۔

مسکراہٹ زندہ دلی ہے

شیکسپیئر نے کیا خوب کہا ہے "تمہیں جو کچھ بھی حاصل کرنا ہو اسے مسکراہٹ کی طاقت سے حاصل کرو، نہ کہ تلوار سے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسکرا کر بات کرنا بعض اوقات بڑی سی بڑی مشکل کو آسان بنا دیتا ہے۔ یہ کتنی خوش آئند بات ہے کہ مسکراہٹ پر کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ یہ تو ایک ایسا نذرانہ ہے۔ جسے غریب سے غریب آدمی بھی ہر وقت پیش کر سکتا ہے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ مسکراتے چہرے صحت مندی کی علامت ہوتے ہیں۔ مسکراہٹ کو مصنوعی طور پر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی یہ خریدی، مانگی، یا چرائی جا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو تب تک خود کو یا کسی اور کو حقیقی خوشی نہیں دے سکتا جب تک اس کو دل سے نہ کیا جائے۔
(محمد فرقان حیات آباد)

O.K

O.K یا OKAY یا پھر او کے انگریزی کے کس لفظ کا مخفف ہے؟ O.K نہ صرف انگریزی زبان بلکہ دیگر کئی زبانوں میں استعمال ہوتا ہے، نہ صرف تحریروں میں بلکہ سٹیج پر ڈراموں میں اور عام بول چال میں اس کا لغوی مطلب "رضامندی" ہے۔ یعنی کسی بات کو مان لینا اور پھر اس ماننے کی کیفیت کا اظہار او کے کہہ کر کرنا۔ کافی عرصہ تک امریکیوں کا یہ خیال تھا کہ او کے کسی امریکی زبان سے نکلا ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں امریکیوں کو پتہ چلا کہ او کے کا استعمال نہ صرف برطانوی فوج کر رہے ہیں بلکہ جاپانی اور بدھ بھی اس سے آشنا ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال تھا کہ یہ لفظ کسی یورپین زبان سے نکلا ہے۔ جرمنوں نے کہا کہ او کے ان کی فوج کے ایک RANK یعنی (OBERST KOMMANDANT) کا مخفف ہے۔ مشہور ریسرچ سکالر پروفیسر ایلین ریڈ کا خیال تھا کہ امریکن جنگ آزادی میں فوجیوں کو جو بسکٹ سپلائی کئے جاتے تھے۔ ان کا برانڈ نام ORRIN KENDALL تھا اور او کے اس نام سے نکلا ہے۔ ایک دوسرا خیال تھا کہ اس زمانے میں ٹیلی گراف سسٹم میں ایک لفظ زیر استعمال تھا جو OPEN KEY کہلاتا تھا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ 1836 میں مارٹن وان امریکہ کے آٹھویں صدر بنے۔ 1840ء میں وہ دوبارہ صدارتی انتخابات لڑنے پر ہار گئے اس الیکشن مہم میں وہ OLD KINDERHOOK کے نام سے پکارے جاتے تھے اور ان کے پارٹی ورکروں نے جو نعرہ چھپا یا تھا وہ تھا VOTE FOR O.K غرض یہ کہ مندرجہ بالا سب مفروضے نہیں تو اور کیا ہیں؟ آج تک OK کا ORIGIN یا منبع کوئی بتا نہیں سکا۔ استعمال کرنے کو تو بڑے بڑے زباندان اور بڑے بڑے لکھاری OK کا استعمال دن میں کئی کئی بار کرتے ہیں۔ پر کوئی یہ بتا نہیں سکتا کہ آخر OK نکلا کہاں سے ہے؟

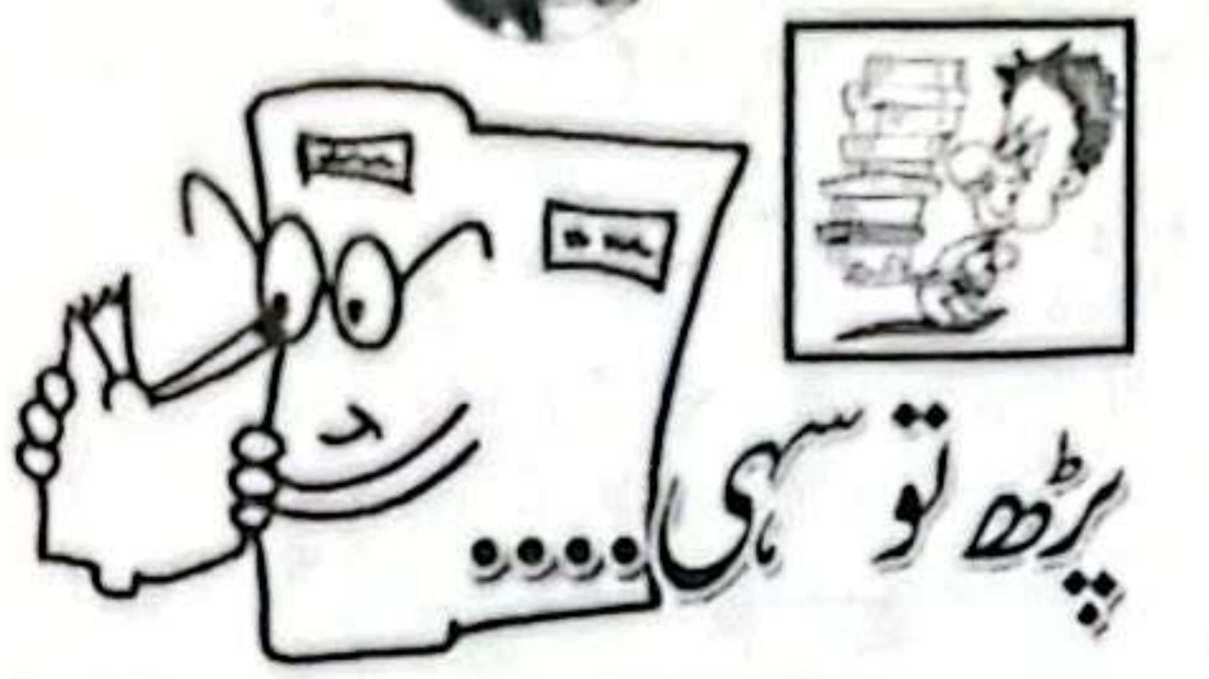

پڑھ تو سہی.....

فراموش کر دیتی ہے چشم عالم ان کو

جب انسان کا ضمیر اور اس کا دل غلامیاں قبول کر لیتا ہے اور جب فکر و دماغ آزادی کا مفہوم بھول جاتے ہیں تو پھر خودی فنا ہو جاتی ہے۔ خودداری فروخت ہو جاتی ہے۔ ضمیر سو جاتا ہے۔ عقل سوخت ہو جاتی ہے۔ نظریات غیر غالب ہو جاتے ہیں۔ حریت سلب ہو جاتی ہے۔ پیروں میں بیڑیاں پڑ جاتی ہیں۔ ہاتھ بندھ جاتے ہیں۔ قسمت کے فیصلے دشمن کرتے ہیں۔ آزادی نعمت ہے۔ آزاد انسان خود اپنی قسمت کا مالک ہوتا ہے۔ آزادی، انسان کے ہاتھ میں قلم دیتی ہے جو اپنا دستور زندگی خود لکھتا ہے۔ اپنی قسمت کا فیصلہ خود رقم کرتا ہے۔ اپنی تاریخ خود احاطہ تحریر میں لاتا ہے۔ تعمیر ملک و ملت آزادی کی فضا میں ممکن ہو سکتی ہے۔ آزادی، ترقی و خوشحالی کا سامان کرتی ہے۔ وہ کہ جو آزاد ہیں اور آزادی کے قدر دان ہیں طاقت اور قوت بن کر دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ وہ کہ جو آزاد ہیں ان کا نام حریت ہے اور حرمت ہے۔ دنیا دوستی کا ہاتھ آزاد اقوام کی طرف بڑھاتی ہے۔ مگر وہ کہ جو اپنی آزادیاں سستے داموں میں فروخت کر دیتے ہیں۔ دنیا ان کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتی۔ وہ کہ جو محبت و احترام وطن سے غافل ہو جاتے ہیں، دنیا ان کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ اور وہ کہ جو باہم محبت و احترام نہیں، ذاتیات اور شخصیات کے عنوان پر عظمت و رفعت کو فراموش کر دیتے ہیں، اور وہ کہ جو اپنے وطن کی عزت و ناموس کو قربان کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ چشم عالم ہمیشہ کیلئے ان کو فراموش کر دیتی ہے۔

حکیم محمد سعید شہید کی ایک تحریر سے اقتباس

باکمال

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک روز خوش خوش اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

''ماں میرے اندر اللہ تعالیٰ نے کتنا کمال پیدا کر دیا ہے کہ امراء، وزراء، علماء جو بھی آتے ہیں میری عزت اور احترام کرتے ہیں''

''بیٹا! یہ تیرا کمال نہیں میرا کمال ہے''

بایزید بسطامی نے کہا: ''عبادت و ریاضت اور اطاعت تو میں کرتا ہوں۔ اس میں آپ کا کمال کہاں سے آ گیا''

ماں نے کہا: ''اگر میں تہجد کے وقت اٹھ کر نماز پڑھ کر تجھے دودھ نہ پلاتی تو تیرے اندر یہ کمال کہاں سے پیدا ہوتا''

(اقبال حبیب ڈیفنس کالونی لاہور)

نایاب

۱۔ تم اپنی جس بات کو ناپسند کرتے ہو اور نہیں چاہتے ہیں کہ لوگ دیکھیں، تو تنہائی میں بھی ایسا نہ کرو۔ (حضرت محمد ﷺ)

۲۔ محبت اور خلوص فاصلوں کو مختصر کر دیتے ہیں۔ (حضرت علیؓ)

۳۔ ایسا کام نہ کر کہ اس کے بدلے اگر تجھے سزا دی جائے تو تجھے رنج پہنچے۔ (اومیرس)

۴۔ جو کام اللہ کی خاطر کیا جائے اس میں بندوں کا خوف نہ کر۔ (حضرت حکیم لقمانؒ)

۵۔ انسان کی سوچ اس کا آئینہ ہوتی ہے جو اس کی اچھائیوں اور برائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ (حضرت فضیلؒ)

۶۔ خوشی کے پھولوں سے اتنا پیار مت کرو کہ ان کی پنکھڑیوں سے غم کا عرق ٹپکنے لگے۔

۷۔ تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا سبب بن جاتی ہے (امام غزالیؒ)

۸۔ وہ خوشی بے مزہ ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ (سی برونٹ)

9۔ برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہے جیسے نیک آدمی کے ساتھ برائی کی جائے (شیخ سعدیؒ)

۱۰۔ اچھی صورت، اچھی سیرت کے بغیر اس پھول کی طرح ہے جس میں خوشبو بالکل نہ ہو (ارسطو)

۱۱۔ دوسروں سے محبت کرنا اور ان کیلئے جینا ہی اصل زندگی ہے۔ (اسپنسر)

۱۲۔ انسان محنت، محبت اور خدمت سے بڑا انسان بنتا ہے۔ (حکیم محمد سعید شہید)

دکھوں کے چراغ

دکھوں کے چراغ کو اگر تم ہتھیلی پر لئے پھرو گے تو اس کا اجالا تمہارے چہرے پر رسوائیوں کے داغ نمایاں کر دے گا اور تم سب کی نظروں میں تماشا بن جاؤ گے۔ مگر دکھ کا چراغ جب تم اپنے دل میں چھپا کے جلاؤ گے تو اس کی روشنی سے تمہاری روح مہک اٹھے گی اور پھر تم دوسروں کے دکھ درد کو سمجھ اور دل سے جان سکو گے۔

(سیال بٹ خان گوجرانوالہ)

کامیابی

کامیابی کے محل میں داخل ہونے کیلئے کوئی مقررہ راستہ نہیں ہے جو شخص اس محل میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ اپنے لئے دروازہ خود بناتا ہے۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوتا ہے یہ دروازہ فوراً بند ہو جاتا ہے۔ کسی اور کو اس میں سے گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک کو کامیابی کیلئے اپنا دروازہ خود بنانا پڑتا ہے۔

(محمد موسیٰ خٹک ہنگو)

''یورپ والوں کی ایمانداری''

ایک بڑے میاں بندوق لئے اپنے خربوزے کے کھیت پر پہرا دے رہے تھے۔ ایک راہ گیر نے کہا ''کیسے ہیں یہاں کے لوگ؟''

بڑے میاں بولے ''بڑے ایماندار۔ کیا مجال جو میرے خربوزوں کو ہاتھ لگائیں''۔

راہ گیر نے کہا ''یہ بندوق آپ نے کیوں سنبھال رکھی ہے؟''

بڑے میاں بولے ''ان کو ایماندار رکھنے کے لئے''

اسی ایک جواب میں یورپ والوں کی ایمانداری کی فلاسفی آ جاتی ہے پوری نہیں تو بڑی حد تک۔

(ابنِ انشاء کے سفرنامے ''آوارہ گرد کی ڈائری'' سے) سید ذوالفقار حسین زلفی۔ جھاوریاں

ستم ظریفی

بلبل نے جب جگنو کو خاموشی سے اپنے پاس سے گزرتے دیکھا تو وہ بہت حیران ہوا۔ کیونکہ پہلے کی طرح جگنو نے اس بار اس سے یہ نہیں کہا کہ ''آؤ بھائی! تم کو تمہارے گھونسلے تک چھوڑ آؤں''

آخر بلبل خود ہی بولا:

''بھائی جگنو! اندھیرا بہت ہے، مجھے میرے گھر تک چھوڑ آؤ''

یہ سن کر جگنو بولا:

''بھائی بلبل! پہلے تو میرا اپنی روشنی پر کوئی خرچ نہیں آتا تھا، مگر جب سے واپڈا والوں نے مجھے روشن دیکھا ہے، انہوں نے مجھے بھی بل بھیجنا شروع کر دیا ہے''

اب یہ ہے سائنس کی دنیا

ہر ماہ 5 بہترین سوالوں پر 1000 روپے کے انعامات

خلائی شٹل

رابعہ افتخار لاہور۔۔۔س: خلائی شٹل کیا ہے اور یہ کیا کام کرتی ہے؟

ج: امریکی خلائی راکٹ پروگرام (جسے اپالو خلائی پروگرام کا نام دیا گیا تھا) کے اختتام پر امریکی خلائی ترقی کے ادارے ناسا کے ماہرین نے خلائی پروگرام کے مستقبل پر اب تک جو غور و خوض کیا تھا اسے عمل کا جامہ پہنانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت تک جو راکٹ خلابازوں کو بیرونی مدار میں پہنچانے کیلئے زیر استعمال تھے وہ صرف ایک ہی دفعہ استعمال کے قابل ہوتے تھے کسی ایسے راکٹ کی اشد ضرورت تھی جو پائیدار، کم خرچ اور دوبارہ استعمال کے قابل ہو۔ خلائی شٹل اسی خواب کی تعبیر کا نام ہے۔ یہ ایک راکٹ کی طرح خلا میں بھیجی جاسکتی تھی اور ہوائی جہاز کی طرح دوبارہ زمین پر اتر سکتی تھی۔ ناسا نے راک ویل انٹرنیشنل سے اس ضمن میں ایک معاہدہ کیا اور دونوں کے اشتراک سے یہ منصوبہ مکمل ہونا ممکن ہوسکا۔ اس کی ڈیزائننگ کے علاوہ RINGCOST& ENGINEERING شرح کا بھی برابر تجزیہ کیا جاتا رہا۔

زمینی فضا میں دوبارہ داخلے کے وقت انتہائی رگڑ سے جل جانے کے خطرے سے نمٹنے کیلئے خلائی شٹل کی بیرونی سطح پر حرارت کو جذب کر لینے والی حاجز ٹائلیں استعمال کی گئیں اس سلسلے میں چار خلائی شٹل تیار کی گئیں (1) کولمبیا (2) ڈسکوری (3) اٹلانٹس (4) چیلنجر ان میں سے چیلنجر 1986ء میں جبکہ کولمبیا حال ہی میں فروری 2003ء میں دوران پرواز تباہ ہو چکی ہیں۔ خلائی شٹل مندرجہ ذیل تین بڑے حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

1) SRB یعنی دو عدد ٹھوس ایندھن کے راکٹ بوسٹرز جو خلائی شٹل کو زمین سے ابتدائی اٹھان مہیا کرتے ہیں۔

2) ET یعنی پرواز کیلئے درکار ایندھن کا ذخیرہ کرنے کیلئے بیرونی ایندھن ٹینکیاں

ORBITER یعنی جہاز نما زحصہ جس میں پے لوڈ یعنی خلاباز اور مشینری وغیرہ پہنچائی جاتی ہے یاد رہے کہ ایک خلائی شٹل کا وزن اندازاً 4.5 ملین پاؤنڈ یعنی 2.05 ملین کلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔

کوانٹم کمپیوٹرز

حماد اشرف: لیہ

س: کوانٹم کمپیوٹرز سے کیا مراد ہے؟

ج: کمپیوٹر پر نظر ڈالیں تو "CHARLES BABBAGE" (1791-1871) کے ابتدائی تصورات سے لے کر جرمنی کے "KONARD ZUSE" کے تخلیق کردہ پہلے کمپیوٹر تک ٹیکنالوجی کی ترقی کی ایک ہوش ربا داستان نظر آتی ہے اگرچہ یہ بات حیران کن ہے کہ ہمارے زیر استعمال جدید کمپیوٹر بھی اپنے جد امجد دیو قامت 30 ٹن وزنی کمپیوٹر جس میں 18000 ویکیوم ٹیوبیں اور تقریباً 500 میل لمبائی کے مساوی لمبی تاریں استعمال ہوتی ہیں بنیادی قوانین کے لحاظ سے مختلف نہیں ہے۔ کمپیوٹر اگرچہ سائز میں چھوٹے اور ٹاسک سرانجام دینے کی رفتار تیز ہوگئی ہے لیکن ٹاسک وہی ہیں یعنی بائنری بٹس یا صفر اور ایک پر مشتمل برقی سگنلوں پر مشتمل ڈیٹا کو مفید شماریاتی نتائج دینے کیلئے مشین لینگویج اور کمپائلر کیلئے تبدیل کرنا اور تشریح کرنا، بٹ معلومات کی بنیادی اکائی ہے۔ ڈیجیٹل کمپیوٹر میں معلومات صفر اور ایک کی صورت میں ہوتی ہیں۔

کلاسیکل کمپیوٹر اور کوانٹم کمپیوٹر میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ کوانٹم کمپیوٹر عام فزکس کے اصولوں کی بجائے پروسیسنگ کیلئے کوانٹم میکانیات کے بنیادی اصولوں خاص طور پر کوانٹم تداخل کو استعمال کرتے ہوئے عمل سرانجام دیتے ہیں کوانٹم کمپیوٹر میں معلومات کی بنیادی اکائی "QBIT" کہلاتی ہے جو فطری طور پر بائنری سے مختلف ہے۔ ایک "BIT" کلاسیکل حالت میں کسی لاجک کیلئے صفر یا ایک ہوسکتی ہے جبکہ "QBIT" اس سے اس لحاظ سے برتر ہے کہ یہ کسی لاجک میں بیک وقت صفر اور 1 کے ساتھ ساتھ صفر اور ایک کو اکٹھے بھی پیش کرسکتی ہے اس صورت میں دونوں حالتوں کے امکان کو ظاہر کرنے کیلئے ان کے عددی سر "COFFICIONT" مدد کریں گے۔

نروس بریک ڈاؤن

جان شیر خان: کراچی۔۔۔س: نروس بریک ڈاؤن کیا ہوتا ہے

ج: ازمنہ وسطیٰ میں اسے "MELANCHOLIA" یا مالیخولیا کہا جاتا تھا۔ 1900ء کے ابتدائی عرصے میں اسے "NEURASTHENIA" یا خلل عصبی جبکہ 1930ء سے 1970ء تک اسے "NERVOUS BREAKDOWN" کہا جاتا تھا یہ ایک اصطلاح ہے جو عوام الناس میں دماغی شاک یا بیماری کی ایک خاص کیفیت کا احاطہ کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہے لیکن یہ عموماً شدید ذہنی دباؤ کے نتیجے میں حسیات یا عصبی رو کے معطل ہوجانے کے عکاسی کرتی ہے۔ یہ طبی اصطلاح نہیں ہے اور علم دماغی معالجہ میں اس کی کوئی تعریف درج نہیں ہے۔ یہ اصطلاح اصل میں غیر سائنسی اور غلط العام ہے۔ جدید طب میں اس کا تشخیصی نام "MAJOR DEPRESSION" ہے۔

عام ڈیپریشن کی وجوہات جینیاتی بھی ہوسکتی ہیں اور حیاتیاتی بھی جبکہ اسے معاشرتی اور ماحولیاتی عوامل سے بھی تحریک ملتی ہے۔ عام ڈیپریشن اس سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اس میں تمام سرگرمیوں میں عدم دلچسپی یا اداسی نیز جسمانی مشقت کے بغیر بھی مسلسل تھکن اور ماندگی کی کیفیت طاری رہتی ہے نیز بلاوجہ احساس ندامت یا کمتری، ناامیدی اور ساتھ ہی توانائی اور تحریک کی کمی کا سامنا ہوتا ہے۔

لیکن ذہنی بیماری یا مذکورہ بالا نروس بریک ڈاؤن یعنی میجر ڈیپریشن کی صورت میں پر از ہول اور دہشت زدگی کی کیفیت، ذہنی پراگندگی یا شیزوفرینیا یا کسی حادثے کے مابعد اثرات کے نتیجے میں ذہنی دباؤ سے ایسی صورت حال کا پیدا ہو جانا جس کے نتیجے میں کچھ دیر تک ذہن اپنے کچھ افعال سرانجام دینے کے قابل نہیں رہتا۔ یاد رہے کہ ایسی صورتحال میں ادویاتی اور ذہنی معالجہ دونوں ضروری ہوتے ہیں۔

بلیک ڈیتھ

ارم طاہر: لاہور۔۔۔س: بلیک ڈیتھ کسے کہتے ہیں؟

ج: "BUBONIC PLAGUE" یعنی گلٹی والے طاعون کو بلیک ڈیتھ کہتے ہیں BUBO سے مراد گلٹی سوجن یا ورم ہے۔ اسی وجہ سے اس کے طاعون کو گلٹی والا طاعون کہا جاتا ہے۔ یعنی طاعون غدودی اس مرض میں ٹانگ کے بالائی اندرونی حصے میں موجود غدہ لمفادیہ "LYMPHATHIC GLAMD" یا غدہ ران میں سوجن پیدا ہو جاتی ہے اس میں مریض کے غدہ لمفادیہ میں سب سے پہلے سوجن پیدا ہوتی ہے جو کہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شدید بخار بھی ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جلد ہی جلد پر سرخ رنگ کے دھبے پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ کچھ دیر بعد بتدریج سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا مریض جلد ہی موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔ یہ مرض براہ راست انسانوں میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ کترنے والے جانوروں مثلاً چوہا، خرگوش وغیرہ میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے جراثیم ان جانوروں میں پیدا ہونے والے پسوؤں کے ذریعے پھیلتے ہیں۔ یہ مرض وبا کی سرعت سے پھیلتا ہے ایک بار جب کوئی انسان اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو یہ مرض وبا کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اردگرد کے لوگوں میں بھی منتقل ہو جاتا ہے۔ بڑے پیمانے پر یہ طاعون تیرہویں صدی میں چین میں پھیلا اور اٹلی سے ہوتا ہوا یہ پورے یورپ میں پھیل گیا اور اس کے نتیجے میں یورپ کی ایک تہائی آبادی یعنی تقریباً ڈھائی کروڑ لوگ اس کا لقمہ بنے۔ موت سے پہلے جسم پر پڑ جانے والے سیاہ دھبوں کی مناسبت سے اسے سیاہ موت یا بلیک ڈیتھ کہا جاتا ہے۔

یورنیم

کامران جاوید: لاہور۔۔۔س: یورنیم کو کیسے افزودہ کیا جاتا ہے؟

ج: یورنیم کو چار طریقوں سے افزودہ کیا جاسکتا ہے (1) سپکٹرومیٹر کی مدد سے (2) گیسوں کے نفوذ کے طریقے سے (3) برقی مقناطیس کے ذریعے، (4) الٹرا سپنٹری فیوج کے طریقے سے۔

(1) اگر قلیل مقدار میں محض تجرباتی مقاصد کیلئے یورنیم 235 کے ہم جادر کار ہوں تو انہیں قدرتی یورنیم سے ماس سپکٹرومیٹر کی مدد سے حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن یہ مقدار انتہائی معمولی ہوتی ہے یوں سمجھ لیجئے کہ گرام کا کوئی لاکھواں حصہ۔

(2) گیسی نفوذ کیلئے یورنیم کو فلورین گیس کے ساتھ تعامل سے یورنیم ہیکسا فلورائیڈ میں تبدیل کرکے 1/500,000 انچ قطر کے فلٹروں سے گزارا جاتا ہے۔ U235 پر مشتمل گیس U238 سے ہلکی ہوتی ہے لہٰذا وہ جلد گزر جاتی ہے اور فلٹر بند کردیے جاتے ہیں اس طرح تقریباً 4000 مرتبہ بار بار یہ عمل دہرانے سے U235 والی گیس کا تناسب 90% ہو جاتا ہے اس میں سے گیس علیحدہ کرلی جاتی ہے۔

(3) اس میں بھی پہلے یورینیم ہیکسا فلورائیڈ تیار ہوتی ہے پھر انہیں برقایا جاتا ہے چونکہ مقناطیس باردار ذرات کا رخ موڑ سکتا ہے لہٰذا U235 کے ہلکے ذرات نسبتاً زیادہ مڑتے ہیں اور U238 سے علیحدہ حاصل کرلئے جاتے ہیں اس میں سے بھی گیس کو بعد میں علیحدہ کرلیا جاتا ہے۔

(4) بلونی سے دودھ بلونے کے عمل میں جس طرح مکھن ہلکا ہونے کی وجہ سے بلونی کے پاس جمع ہو جاتا ہے اسی اصول کے تحت اگر قدرتی یورنیم کے گیسی سالموں کو اگر کسی محور کے گرد تیزی سے گھمایا جائے تو بھاری سالمے باہر کی طرف جبکہ ہلکے محور کے گرد جمع ہو جائیں گے اس طرح استعمال کے قابل یورنیم صرف پندرہ سولہ مراحل میں ہی دستیاب ہو جاتا ہے پاکستان بھی اسی طریقہ کار کو استعمال کر رہا ہے۔

تعاون: انجمن برائے تعلیم (رجسٹرڈ) جی پی او بکس نمبر 2243 فون: 7311810 لاہور پاکستان

ساؤتھ افریقہ

ورلڈکپ کا پہلا میچ تھا۔ ہم سب بہن بھائی میچ دیکھ رہے تھے۔ کھانے کے وقفے کے بعد میچ دوبارہ شروع ہواتوٹی وی اناؤنسر نے کہا:
"آیئے اب ہم آپ کوساؤتھ افریقہ لئے چلتے ہیں"۔ یہ سنتے ہی ہمارا بھائی تاجدار فوراً بھاگا بھاگا امی کے پاس گیا(جو کچن میں تھیں) اور کہنے لگا"امی ٹی وی والے ہمیں ساؤتھ افریقہ لے کر جارہے ہیں۔ امی میں چلا جاؤں پلیز۔ یہ سن کر ہم سب نے بہت انجوائے کیا۔ اور خوب ہنسے۔(ثوبیہ خانم بہاولپور)

ولیلہ انگریز

ایک دن میں باہر صحن میں بیٹھی کچھ پڑھنے میں محو تھی اور ساتھ ہی میرا کزن عدیل (جو کلاس ون میں پڑھتا ہے) میرے ساتھ ہی بیٹھا اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھا تو اچانک مجھ سے مخاطب ہوا کہ نعیمہ باجی یہ ولیلہ انگریز کیا ہوتا ہے۔ ولیلہ انگریز یہ لفظ سن کر میں چونک گئی اور حیرت سے پوچھا ولیلہ انگریز تو کوئی لفظ نہیں ہوتا تو وہ بولا کہ دیکھ لیں میری کتاب میں لکھا ہے جب میں نے کتاب میں لفظ دیکھا تو لکھا تھا ولولہ انگیز یہ پڑھتے ہی مجھ پر نا ختم ہونے والا ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ نعیمہ نورین تارووال

چندا چاہئے

ہماری کزن کی بیٹی کا نام چندا ہے ایک دفعہ ہم ان کے گھر گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو چندا سے کہا دیکھو کون آیا ہے۔ وہ دروازے پر گئی اور جب واپس آئی تو نہایت سہمی ہوئی اور ڈری ہوئی۔ پوچھا کون آیا ہے۔ تو کہنے لگی باہر ایک آدمی آیا ہے کہتا ہے چندا چاہئے ہائے امی میں نے نہیں جانا۔

(محمد ارسلان چک نمبر 5 فیض ملتان)

مس ساس مس سسر

یہ آپ بیتی ہماری نہیں ہماری کلاس فیلو کی ہے۔ ہماری ٹیچر مذکر مونث پوچھ رہی تھیں فرزانہ اپنے ہی خیال میں بیٹھی ہوئی تھی ٹیچر نے پوچھا فرزانہ سسر کا مونث بتاؤ ہم نے اسے کہنی ماری تو اس کے منہ سے گھبراہٹ میں نکل گیا مس سسر مس ساس تو ہماری ٹیچر بولیں اچھا میں ہی سسر ہوگئی میں ہی ساس

جویریہ رمضان کوٹ طاہر

کچھ آپ بیتیاں مزے کی

"رائٹنگ"

کرنیں میں میرا انتخاب شائع ہوا۔ تو چھوٹی بہن سحرش "پھول" رسالہ سکول لے گئی کہ میں اپنی تمام فرینڈز کو یہ دکھاؤں گی۔ بریک میں یہ ساری فرینڈز پھول پڑھ رہی تھیں۔ جو کرنیں پڑھ رہی تھی اس نے کہا "یار تمہاری باجی کی رائٹنگ کتنی پیاری ہے"۔
ایک اور فرینڈ جو پورا رسالہ کھنگال رہی تھی فوراً بولی "تمہیں بھی پھول میں لکھنے والے تمام لوگوں کی رائٹنگ اتنی پیاری ہے"۔ بعد میں سحرش نے انہیں بتایا کہ یہ پرنٹنگ ہوتی ہے تو سب کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔(ثوبیہ خانم بہاولپور)

وگ

یہ واقعہ میرے چچا نے سنایا جو آرمی میں ہیں۔ ہر ہفتے ان کے یہاں انسپکشن ہوتی تھی جس میں یونیفارم اور ہیئر کٹ چیک کیا جاتا۔ ایک دفعہ ایک فوجی کے بال بہت ہی بڑھے ہوئے تھے۔ اسے بال کٹوانے تنبیہ کی گئی۔
اگلے ہفتے اسکے بال پھر بڑھے ہوئے تھے اسی مخصوص سٹائل کے ساتھ انسپکشن کرنے والے کو اپنی ڈانٹ بے اثر نظر آئی تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے آخری وارننگ دی کہ اگلی دفعہ ایسا ہوا تو وہ خود اسکا ہیئر کٹ کریں گے۔ لیکن خلاف توقع اسکے بال جوں کے توں اگلی دفعہ بھی موجود تھے۔ اس پر اس انسپکشن کرنے والے کا پارہ ہائی ہوگیا اور اس نے سب کے سامنے اس کی "ٹنڈ" کرنے کا اعلان کیا۔ اس پر وہ فوجی مسکین شکل بنائے آگے آیا اور کان میں ایک بات بتانے کے درخواست دی اور اجازت ملنے پر اس نے کان میں کہا "سر دراصل میں نے وگ لگائی ہوئی ہے میں تو پہلے ہی بالکل گنجا ہوں"۔ یہ سن کر انسپکشن افسر سمیت جس کو پتہ چلا بے اختیار ہنس پڑا۔
(کائنات مہناز کرن صبا ہما ہمایوں صدف شورکوٹ کینٹ)

"معدنیات"

میرا چھوٹا بھائی اویس ایک دن بیٹھا کام کر رہا تھا اس کے سائنس کے سبق میں کہیں معدنیات کا نام آیا تو اس نے مجھے پوچھا کہ باجی! معدنیات کسے کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ زمین سے نکلنے والی چیزوں کو معدنیات کہتے ہیں جواب سن کر وہ چپ ہوگیا اور اپنے کام میں مگن ہوگیا کچھ دیر بعد اچانک ایک طرف اشارہ کر کے بولا باجی وہ دیکھو معدنیات بھاگی جارہی ہیں۔ میں نے اس طرف منہ کیا تو دیکھا کہ کچھ چیونٹیاں قطار در قطار اپنے بل سے نکل کر بھاگ رہی ہیں یہ دیکھ کر میری ہنسی چھوٹ گئی۔

(رابعہ حمید فیصل آباد)

انکی اماں نے

میں اور میرے بڑی بہن یاسمین بازار گئے۔ واپسی پر ہم اپنے بھائی افضل کی دکان پہ گئے۔ ہم بہنوں نے گاؤن پہنے ہوئے تھے اور نقاب کئے ہوئے تھے اور بھائی کی دکان پر بھی پہلی بار ہی گئے تھے وہاں سے ہم نے کچھ چیزیں خریدیں اور ہم نے سوچا اپنی دکان ہے تو کوئی فائدہ تو ہو۔ چلو پیسے نہیں دیتے۔ یہ سوچ کر ہم انکی دکان سے باہر نکل آئے کیونکہ انکی دکان پر اور گاہک بھی کھڑے تھے ہم جونہی باہر نکلے تو بھائی نے آواز لگائی "اوئے روکو انکو پیسے انکی اماں نے دینے ہیں" یہ سنا تھا کہ ہم اتنے شرمندہ ہوئے کہ واپس انکی دکان پر گئے اور باجی یاسمین نے کہا کہ جو پیسے ہم نے جمع کروائے اس میں سے کاٹ لینا پھر بھائی نے ہمیں پہچان لیا اور نہایت شرمندہ ہوا گھر آکر ہم نے یہ واقعہ سب کو بتایا تو سب کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔
(نورین مشتاق رحیم یار خان)

بھنگ

ہوا یوں کہ میرے دادا جان کے بڑے بھائی بھنگ پیتے ہیں جون کے ماہ میں میں ان کے گھر گیا اتفاقاً وہ بھنگ بنا رہے تھے میں نے کہا دادا تھوڑی سے مجھے بھی دے دیں۔ پہلے تو نہ مانے لیکن اصرار پہ آدھا گلاس دے دیا۔ بھنگ پینے کے 25 ,20 منٹ بعد اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا میں گھر آیا تو ابو نے کہا جاؤ آئس فیکٹری کھانا دے آؤ میں نے کھانا لیا اور سائیکل پر جانے لگا میں تو نشے میں تھا راستے میں سارا کھانا گرا دیا اور سائیکل سے اتر کر سائیکل کو موٹر سائیکل کی طرح ککیں مارنا شروع کر دیا۔ میرا ایک دوست آیا کہنے لگا کیا کر رہے ہو میں موٹر سائیکل سٹارٹ کر رہا ہوں کہنے لگا کہاں جا رہے ہو میں نے کہا ادھر چاند پر وہ مجھے پکڑ کر گھر لے آیا اور گھر میں جو ہوا وہ تو آپ بھی جانتے ہیں۔

جیب پر مڑکا

ایک دفعہ ہمارے سکول میں کوئز ہو رہا تھا دونوں ٹیموں سے سوال پوچھنے کے بعد میں نے ہال میں بیٹھے دوسرے بچوں سے سوال کیا کہ کتا ہر وقت اپنی زبان منہ سے باہر کیوں رکھتا ہے۔
ایک بچہ سلمان نواز کھڑا ہوا اور کیونکہ اس کی جیب پر مڑکا آتا ہے بس اس کے بعد کیا تھا کہ پرنسپل صاحبہ اور تمام سٹاف ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئے۔
(اشفاق) چیمہ برج چیمہ

مرتب: سعدیہ سید

ایکسپریس

ایک ماہر نفسیات کا کلینک دوسری منزل پر تھا ایک لڑکی اس کے پاس پہنچی اور بولی "میرے بھائی کی دماغی کیفیت خراب ہے۔ آپ اسکا علاج کردیں"
ڈاکٹر نے کہا "اسے کیا تکلیف ہے؟"
لڑکی نے کہا "وہ اپنے آپ کو لفٹ سمجھتا ہے"
ڈاکٹر نے کہا "اچھا' تم اسے میرے پاس لاؤ"
"یہ ناممکن ہے" "وہ کیوں؟" ڈاکٹر نے پوچھا
لڑکی نے جواب دیا "وہ کہتا ہے کہ وہ "ایکسپریس" ہے اور دوسری منزل پر نہیں رک سکتا"۔

اوصاف علی۔ ساہیوال

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

عادت

باکسر:۔ ڈاکٹر صاحب! مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔
ڈاکٹر:۔ آپ گنتی گننے والا طریقہ استعمال کر کے دیکھیں۔
باکسر:۔ کیا تھا جناب...... لیکن نو تک گنتے ہی میں اچھل کر بستر سے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔

نادیہ کاظم۔ جھنگ

مسکرائیے آپکے چہرے کی قدر بڑھے گی

طریقہ

ایک صاحب مچھلی والے کی دکان میں داخل ہوئے اور بولے "میں پانچ عدد تازہ مچھلیاں خریدوں گا لیکن طریقہ یہ ہوگا کہ میں ذرا دور کھڑا ہوجاتا ہوں۔ تم ایک ایک مچھلی میری طرف پھینکو' میں اسے کیچ کروں گا"۔

"اتنے تردد کی کیا ضرورت ہے جناب؟" دکان دار نے پریشان ہو کر پوچھا "دراصل مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں' میں گھر جا کر کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مچھلیاں میں نے پکڑی ہیں" ان صاحب نے جواب دیا۔ ندا علی۔ راولپنڈی

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

سنگینی

لندن کے نواح میں ایک نوجوان جوڑا کار میں تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ ایک جسٹس آف پیس نے انہیں روک لیا اور تیز رفتاری پر پچیس پاؤنڈ جرمانے کی سزا سنائی۔
نوجوان بولا "جناب والا! ہم تو آپ کے پاس ہی آرہے تھے تاکہ آپ ہماری شادی کروادیں"
"پھر تو جرمانہ پچاس پاؤنڈ ہوگا" جسٹس صاحب غصے سے بولے "تم تو اس سے زیادہ احمق ہو جتنا میں سمجھا تھا"۔

احسن بخاری۔ لاہور

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

غیر حاضر دماغ

کہتے ہیں دنیا میں فرانس کے وزیراعظم پال سب سے زیادہ غیر حاضر دماغ تھے۔ ایک بار گھر میں کسی دوست کا انتظار کر رہے تھے۔ وقت کچھ زیادہ ہوگیا انہیں ایک اور کام یاد آگیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک چٹ لکھ کر دروازے کی کنڈی میں پھنسادی جس پر لکھا تھا "پال پندرہ منٹ بعد واپس آئے گا" جب وہ ضروری کام سے فارغ ہو کر آئے تو اپنی ہی چٹ پڑھ کر سیڑھیوں پر اکڑوں بیٹھ کر اپنے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

صبا مصطفیٰ۔ لالہ موسیٰ

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

پیشگوئی

پانچ سالہ ٹونی اپنی ہم عمر کزن کو بتا رہا تھا "ہمارے گھر ننھا بھائی آنے والا ہے" "تمہیں کیسے یقین ہے کہ بھائی ہی آئے گا؟" "پچھلی مرتبہ امی بیمار ہو کر ہسپتال گئی تھیں تو ہمارے گھر ننھی بہن آئی تھی۔ اس مرتبہ ابو بیمار ہو کر ہسپتال گئے ہیں اس لئے ضرور ننھا بھائی آئے گا"۔ ارفع اسلم۔ سیالکوٹ

انتہا

"کیا واقعی آپ کا نیا ملازم بہت کاہل ہے؟"
"ارے صاحب! اسکی کیا پوچھتے ہیں۔ اسے تو اگر آپ مشین میں ملک شیک بنانے کیلئے کہیں تو وہ سب چیزیں جگ میں ڈال کر کئی دن تک اس آس پر جگ کو پکڑے کھڑا رہے گا کہ شاید زلزلہ آئے تو ملک شیک خود بخود بن جائے"۔

فضیل' تجمل۔ شادمان۔ لاہور

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

اصل بات

دفتر جاتے ہوئے وقار نے دیکھا کہ ایک شخص زمین سے کان لگائے لیٹا تھا۔ وقار تجسس کے مارے اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ وہ شخص بڑبڑایا "ہرے رنگ کی ہنڈا اکارڈ...... ادھیڑ عمر شخص چلا رہا ہے' کراچی کی نمبر پلیٹ ہے...... اگلا بمپر پچکا ہوا ہے" "کمال ہے" وقار حیرت سے بولا "آپ زمین سے صرف کان لگا کر بتا سکتے ہیں کہ ایسی کوئی کار اس طرف آرہی ہے" وہ شخص کراہ کر بولا "آ نہیں رہی' بے وقوف آدمی! میں تمہیں اس کار کے بارے میں بتا رہا ہوں جو مجھے کچلتی ہوئی گزری ہے" ہما ریاض۔ وہاڑی

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

میں ہوں

مشاعرہ ہو رہا تھا اور ردیف قافیہ تھا خوگر میں ہوں' شاعر میں ہوں۔ سامعین میں سے ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بار بار میں ہوں' میں ہوں کا نعرہ لگا کر شعر کا مزہ کرکرا کر رہے تھے۔ ایک شاعر ان سے چڑ گیا تھا۔ اپنی باری پر اس نے اپنا کلام سنانا شروع کیا۔ غم نہ کر تو کہ بڑے رنج کا خوگر میں ہوں۔ حسب عادت سامع نے میں ہوں کے نعرے لگا کر داد دینا شروع کر دی۔ سامع کی عادت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاعر نے مصرع پڑھا۔ ناریل ہاتھ لگا جس کے وہ بندر......
سامع حسب عادت زور سے پکارا "میں ہوں" اور پوری محفل زعفران زار ہوگئی۔ عمران زیدی۔ اوکاڑہ

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

انتخاب اقتباس

(ف) کہتا ہے چاند پر جا کر وزن کئی گنا کم ہو جاتا ہے۔ لیکن وزن کم کرنے کیلئے چاند پر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کام تو بہت آسان ہے۔ جب بھی وزن کرنے والی مشین پر چڑھیں پہلے اسکی سوئی حسب منشاء بائیں طرف کرلیں اور اگر اتنی محنت بھی نہیں کر سکتے تو پھر سر کو ایک بار دائیں ہلائیں' ایک بار بائیں۔ دن میں صرف اس وقت جب کھانے کو کہا جائے۔

سعدیہ سید۔ گگو

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

مختصر مگر......

☆ آپکے گھر میں سب سے صاف چیز کیا ہے؟" "صابن"
☆ کیا تم میں قوت فیصلہ کی کمی ہے؟" "ہاں بھی...... اور...... نہیں بھی"
☆ تم اپنی کار کو بہت صاف رکھتے ہو "اسے خریدتے وقت میرا بینک اکاؤنٹ بھی صاف ہو گیا تھا"
☆ پہلے ایسے گلوکار ہوتے تھے جو راگ چھیڑتے تو جنگل میں آگ لگ جاتی۔ اب تو ایسے ہیں کہ راگ سے آگ اب بھی لگتی ہے مگر سننے والوں کو۔
☆ استاد روشنی خان کہتے ہیں "میرے راگ میں اتنی طاقت ہے کہ میں اسے رات کو گا کر وقت تک معلوم کر سکتا ہوں" واقعی ایک رات انہوں نے راگ چھیڑا تو ہمسائے نے چلا کر کہا "رات کے تین بجے یہ کون گا رہا ہے؟"

سعدیہ سید۔ گگو منڈی

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

تحفہ

ایک چھوٹی سی لڑکی نے جس کا باپ جج تھا' پیار سے پوچھا ابا جان! میری سالگرہ پر آپ مجھے کیا تحفہ دیں گے؟
باپ: جو کسی مقدمے کا فیصلہ لکھ رہا تھا۔ بولا' چودہ سال قید بامشقت۔ سمیرا انیلم۔ جھنگ صدر

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

پن

ایک سردار جی! شام کے وقت اپنے گھر واپس جا رہے ہوتے ہیں تو راستے میں انکو دو بم ملتے ہیں۔
سردار جی یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید انہیں کوئی قیمتی چیز ملی ہے۔ گھر پہنچ کر اسکو بڑا ل چھپا کر رکھتے ہیں۔ کھانے سے فارغ کے بعد وہ دانتوں میں خلال کیلئے ماچس کی تیلی مانگتے ہیں لیکن نہیں ملتی تو سردار جی بم کی پن نکال کر ہی دانتوں میں پھیرنا شروع کر دیتے ہیں۔ انکی بیوی کہتی ہے کہ سردار جی اے چل جاؤ گا (یہ چل جائے گا) تو سردار جی نے جواب دیا۔ چل جاؤ گا تے فیر کی ہویا میرے کول دوجا جوں ہے گا (میرے پاس دوسرا بھی ہے) (عرفان احمد کاہلوں۔ عدنان اشرف فیصل آباد)

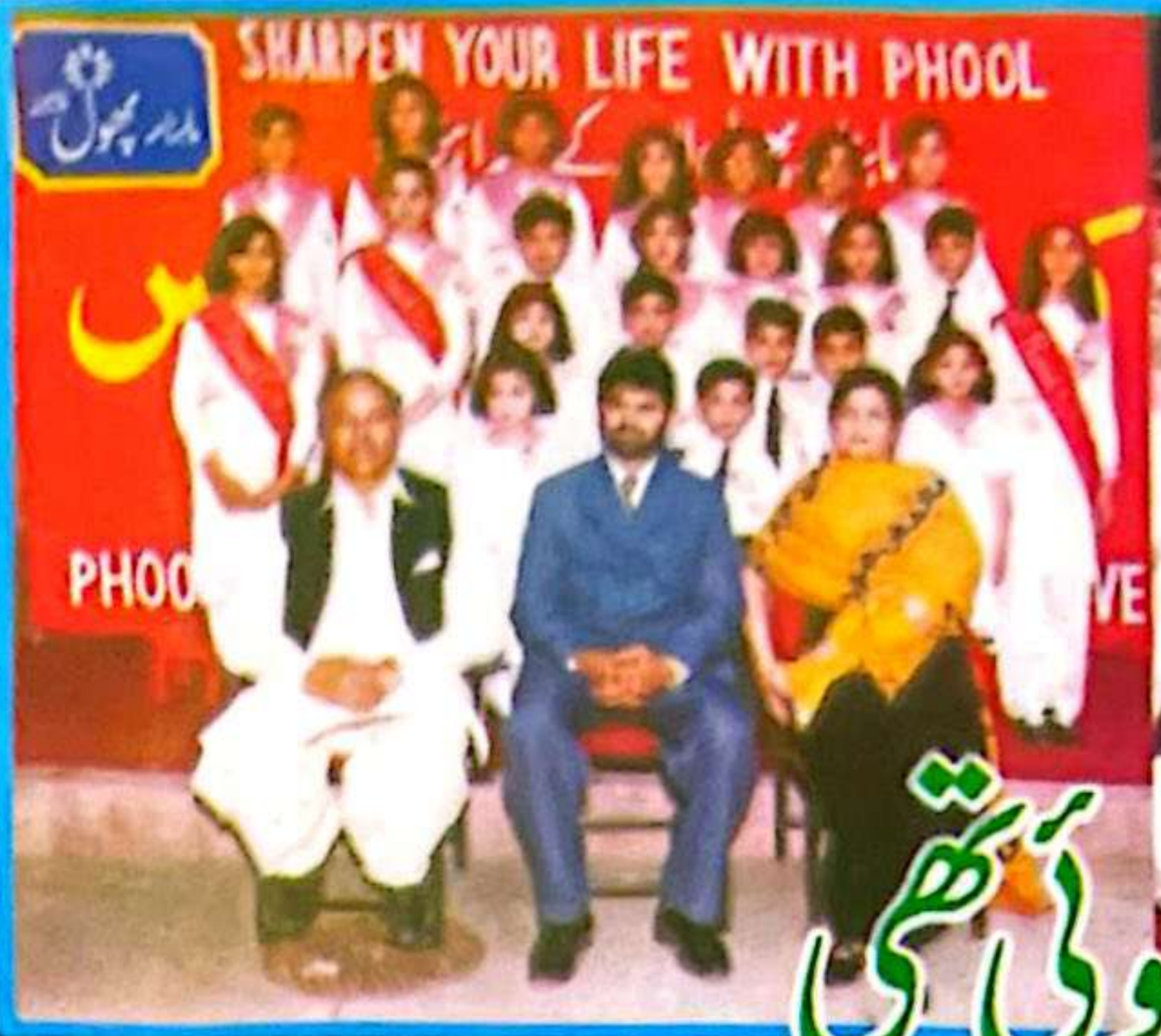

کریسنٹ کڈز کیمپس میں 2 ان 1

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں خصوصی تقریب

سٹیج پر ایوارڈز کی بہار آئی ہوئی تھی

رپورٹ: نمیری محسن

22 مارچ 2003ء کی ایک خوبصورت شام میں علامہ اقبال ٹاؤن کے نامور تعلیمی ادارے کریسنٹ کڈز کیمپس میں سالانہ تقریب تقسیم انعامات کے ساتھ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے پہلے پھول کلب کا افتتاح کیا گیا۔ یوں یہ تقریب ٹو ان ون ثابت ہوئی۔ بچوں کا جوش وجذبہ قابل دید تھا۔ پورا سال محنت کے بعد آج انہیں اپنی محنت کا میٹھا پھل ملنے والا تھا۔ اسٹیج پر سجے ہوئی خوبصورت کپ اور شیلڈز بچوں کے دلوں کی معصوم دھڑکنیں بڑھا رہے تھے۔

پھول کلب کا باوقار بینر اپنی شان وشوکت کے ساتھ چمک رہا تھا اور بچوں کے اپنے پیارے بھیا اختر عباس ان کا ساتھ دینے اور ہمت بندھانے کیلئے تقریب کے وقت سے آدھ گھنٹہ پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔

کریسنٹ کڈز کیمپس بچوں کی ابتدائی تعلیم کے حوالے سے اقبال ٹاؤن کا ایک مستند ادارہ مانا جاتا ہے۔ یہاں بچوں کی بنیاد اس قدر مضبوطی اور احتیاط سے ڈالی جاتی ہے کہ والدین ابتدائی تعلیم کے لحاظ سے اسکا نام فخر سے لیتے ہیں۔

اس ادارے میں بچوں کی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم پر بھی بھرپور توجہ دی جاتی ہے۔ روزمرہ زندگی کے اسلامی آداب اور بنیادی عقائد بمعہ دعاؤں کے روز اسمبلی شروع ہونے سے پہلے دہرائے جاتے ہیں۔ ناظرہ قرآن اور قرآت ونعت کے شعبہ کیلئے تجربہ کار قاری حضرات اور نعت خواں خوب محنت سے تمام طلبا کے کردار کی تعمیر میں مشغول ہیں۔

تقریب تقسیم انعامات کا آغاز پاکستان کے قومی ترانے سے کیا گیا۔ تلاوت کلام پاک اور ہدیہ نعت کے فرائض بالترتیب قاری زنیر حسیب طالب علم جماعت ہشتم اور محمد امان اشرف طالب علم جماعت چہارم نے ادا کیے۔

نرسری کی ننھی ننھی بچیوں نے خوبصورت انداز میں مہمانان خصوصی اختر عباس اور علامہ اقبال ٹاؤن کے ناظم میاں افتخار احمد کو خوش آمدید کہا۔ سکول کی سالانہ رپورٹ اقراء طور پر ہیڈ گرل سکول اور فاطمہ علی نے پیش کی۔ دونوں بچیوں کا اعتماد اور کمپیئرنگ کا انداز حیران کن حد تک بہترین تھا۔ گرلز سیکشن کی ہیڈ مس عنبرین قیوم اور مس فائزہ یوسف نے جنرل اور نصابی رپورٹ برائے سال 2002ء پیش کی۔ پروگرام کا اگلا حصہ سکالرشپ ہولڈرز کو شیلڈز دینے کا تھا۔ ان ہونہار طالب علموں نے مہمان خصوصی میاں

اقراء اور فاطمہ کی کمپیرنگ حیران کن تھی

افتخار احمد سے سکالرشپ وصول کیا۔

اسکے بعد مسز نمیری محسن نے ماہنامہ پھول کا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ اور پھول کے مقاصد اور بچوں کی تعمیر کردار کے حوالے سے کلب کے کردار پر روشنی ڈالی۔ ماہنامہ پھول کے ایڈیٹر اختر عباس کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی اور پھول کلب کا افتتاح کروایا۔ بھیا کے اسٹیج پر آنے کی دیر تھی کہ ان کی خوبصورت اور مفید باتیں تھیں اور چار سو خاموشی۔ انہوں نے اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کریسنٹ کڈز کیمپس بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کرنے میں مفید کردار ادا کر رہا ہے اور ہمارے ملک کو ایسے اداروں پر فخر ہے۔ بھیا کے ہر جملے کو والدین نے خوب انہماک سے سنا۔ ہر بات پر غور کیا اور بے اختیار تالیاں بجائیں۔

ایڈیٹر اختر عباس ماہنامہ پھول نے تمام ممبران کو بیج لگائے جن میں پلے گروپ سے میٹرک تک طالب علم شامل تھے۔ ہر ممبر نے اپنے الگ انداز میں پھول اور اپنے ایڈیٹر بھیا کا شکریہ ادا کیا۔ ایک بچی نے مائیک لئے جانے پر احتجاج کرتے ہوئے کہا مجھے ابھی بات کرنی ہے۔

مسز شہناز اشرف نے اپنے خطاب میں تمام والدین اور مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا اور امید ظاہر کی کہ آئندہ آنے والے سالوں میں یہ طالب علم پوری دنیا میں اپنے سکول والدین اور ملک کا نام روشن کریں گے اور اس بات کا اعادہ کیا کہ پھول اور CKC بچوں کی تربیت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور مل کر کرتے رہیں گے۔ پروگرام کا آخری مرحلہ 2002ء کے پوزیشن ہولڈرز کو اعزازی ٹرافیاں دینے کا تھا۔ سٹیج پر ایوارڈز کی بہار آئی ہوئی تھی۔

تقریب کے آخر میں مہمان خصوصی میاں افتخار احمد ناظم یونین کونسل علامہ اقبال ٹاؤن نے تقریب کے شرکاء سے خطاب کیا اور سکول کی انتظامیہ کو مسز شہناز اشرف بے حد سراہا کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ اس طرح کے معیاری پروگرام کروانے کیلئے خاص طور پر علامہ اقبال ٹاؤن میں ہال بنوائے جائیں گے جس میں پروگرام بہترین طریقے سے منعقد کروائے جا سکیں گے۔

پروگرام کا مجموعی تاثر بے حد منظم اور باوقار تھا ہر طالب علم پر اعتماد اور اپنے ادارے سے مضبوط رشتے سے بندھا نظر آتا تھا پھول پڑھنے والے بچے بطور خاص خوش تھے کہ آج ان کو ان کے بھیا نے پھول کارڈز لگائے تھے۔ نمیری محسن اور سب کو پھول کے بارے میں اظہار خیال کا موقع ملا تھا۔ والدین اپنے بچوں کو کارڈ لیتے اور بولتے دیکھ کر کھلے جاتے تھے۔

نئی پھول ممبر بچی نے مائیک چھینتے ہوئے کہا ابھی میری بات ادھوری ہے

پھول اور CKC دونوں بچوں کی تربیت کو ترجیح دیتے ہیں

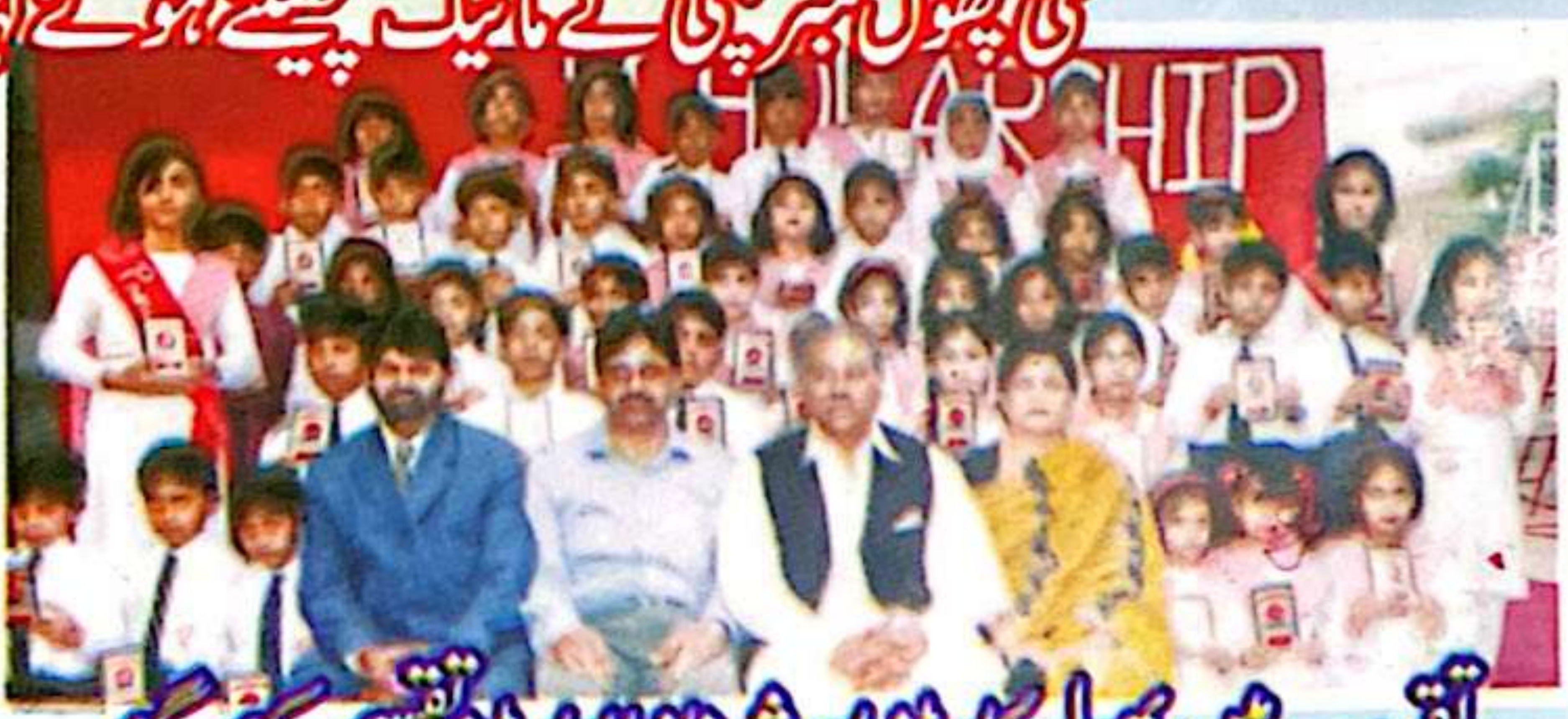

تقریب میں پھول کارڈز اور شہناز ایوارڈز تقسیم کیے گئے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

نعت گوئی کے 28 سال - 8 کتابوں کی تصنیف - پنجاب یونیورسٹی میں استاد

حکومت پاکستان نے ادب میں اعلیٰ خدمات پر پرائیڈ آف پرفارمنس سے نوازا

حفیظ تائب کے گھر

جنہیں اللہ جی نے اپنے محبوب کی تعریف کیلئے چن رکھا ہے

رپورٹ: عبدالصمد مظفر

”کیسے لگے حفیظ تائب آپ کو“؟ وسن پورہ میں واقع ممتاز نعت گوشاعر اور پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج کے استاد جناب حفیظ تائب کے گھر سے تیمارداری اور عیادت کے بعد نکلے تو میں نے بھیاجی سے پوچھا وہ مسکرائے اور بولے

سچی بات یہ ہے کہ اس قدر مہربان اور پیارے کہ ان کے چہرے سے نگاہیں ہٹانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ بولتے تھے تو محبت سے۔ اللہ جی کا ذکر ہو اس کے پیارے رسول کا تو لفظوں میں خالی عقیدت نہیں تھی' جذب کی کیفیت تھی۔ اور یہ تبھی ممکن ہوتا ہے جب مولا نے آپ کو اپنی مہربانی کیلئے چن رکھا ہو“۔

حفیظ تائب کو اللہ جی نے گزشتہ 28 سال سے اپنی اور اپنے محبوب رسول کی مدحت اور تعریف لکھنے کیلئے چن رکھا ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری پاکستان میں نہیں ہر اس ملک میں پڑھی اور سنی جاتی ہے جہاں اردو سمجھنے والے موجود ہیں۔

گزشتہ دنوں سے وہ کچھ زیادہ بیمار ہیں۔ جونہی یہ بات بھیا جی کو بھائی سرور نقش بندی نے بتائی تو انہوں نے فوری طور پر عیادت اور تیمارداری کیلئے پھول سوشل سروس کا وفد تشکیل دے دیا۔ یہ بات تو ہمیں وہاں پہنچ کر معلوم ہوئی کہ جناب حفیظ تائب جیسے نرم مزاج آدمی کینسر جیسی سخت مزاج بیماری کا گزشتہ 15 سالوں سے بڑی ہمت سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ پراسٹیٹ کینسر نے ان کے گردوں اور مثانے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے مجال ہے اتنی تکلیف کے باوجود ان کے ماتھے پہ شکوے کی کوئی شکن بھی ابھری ہو۔

سادہ مزاج' نرم خو حفیظ تائب اپنے گھر کی چھوٹی سی بیٹھک میں قمیص اور دھوتی میں ملبوس تھے۔ سر پر پنجاب کے گاؤں میں بزرگوں کے پہننے کا روایتی رومال تھا۔ ایک لمحے کو وہ ہمیں دیکھ کر ہچکچائے آپ اتنے سا ...ے“۔ ”میں تو تیار بھی نہیں ہوا۔ بھیا جی نے کہا۔ بسم اللہ آپ ایسے ہی ہمیں ایسے بھی عزیز ہیں۔ ہم تو تیمارداری کی سعادت کیلئے آئے ہیں یہ اللہ اور اس کے رسول نے بیمار کا حق بتایا ہے کہ اس کے ہاں جاؤ۔ عیادت کرو۔ دعائیں دو اسے صحت یابی کا یقین اور امید دلاؤ۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ آؤ۔ تاکہ اسے تکلیف نہ ہو۔ ہم بھلا آپ کو کیوں تکلیف دیں تیاری کی۔ یہ سر سے پٹکا تو بالکل مت اتاریئے۔ یہ بہت اور جچ لگ رہا ہے۔

ہم جتنی دیر وہاں بیٹھے۔ سب کچھ اتنا سادہ اور جچل اور محبت بھرا تھا کہ کچھ بھلائے نہیں بھولتا پھول آفس سے میں پہلے آ گیا تھا تاکہ پھولوں اور بچوں کو لیکر بھیاجی سے پہلے پہنچوں۔ ان کے ساتھ جناب عظمت شیخ تھے سرور نقش بندی تھے اپنی مخصوص ٹوپی کے ساتھ۔ ظہیر بابر تھے۔ کاشف حق نواز مہرین لیاقت اور ارباز خاں' حافظ اظہر قادر اور کچھ مہمان بعد میں آ گئے۔

مہمانوں کو حفیظ تائب نے بڑی توجہ اور چاؤ سے کیلے' سیب اور خربوزے کھلائے۔ بچوں سے پوچھتے رہے کہ یہ پھول میرے لئے ہی لائے ہو یا واپس لے کر جانے ہیں۔ وہ ہمارے آنے پر بے حد مسرور تھے۔ پہلے میں حیران تھا کہ بھیا جی تیمارداری کیلئے کیسے فافٹ پروگرام بنا لیتے ہیں۔ وہاں ان کی خوشی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ دوسروں کو خوشی دیتے ہیں جو خوشی اور

بقیہ: صفحہ نمبر 17 پر

ان کی نعتیہ شاعری میں عقیدت اور محبت کی ایک سچی دنیا آباد ہے

کینسر جیسی بیماری میں اتنے صابر اور شاکر مریض کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں

تپتے صحرا میں

9 تصور کی آنکھ نے کچھ عجیب سا منظر دکھایا ہے۔ وہ ساری عمر جس راہ پہ چلتے رہے۔ اس کے اختتام پہ وہی منزل موجود نہ تھی
سوچنے سمجھنے اور غور کرنے اور سنبھل جانے والوں کیلئے ایک تحفہ خاص...... اگر جو کبھی ایسا ہو گیا تو......

محمد شعیب مرزا

اگربتیوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ لوگوں پر عطر گلاب چھڑکا جا رہا تھا۔ پوری محفل پر کیف و سرور طاری تھا۔ نعت خوانی ہو رہی تھی۔ نبی رحمت پر درود و سلام بھیجا جا رہا تھا اور گلہائے عقیدت نچھاور کئے جا رہے تھے۔

محفل میں موجود ہیں آقا ﷺ ایسا لگتا ہے

بار بار دہرایا جا رہا تھا' حاضرین جھوم رہے تھے۔ اپنے انگوٹھوں کو چوم رہے تھے اور آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ سر جھکے ہوئے تھے اور آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ عالی شان کوٹھی کے وسیع لان میں یہ پرکیف محفل سجی تھی اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس روحانی محفل میں موجود تھی۔

دربار' مزار' بازار' مساجد اور نجی و سرکاری عمارتیں بقعہ نور بنی ہوئی تھیں۔ جگہ جگہ آرائشی محرابیں اور گیٹ بنے ہوئے تھے۔ رنگ برنگے قمقمے جگمگا رہے تھے۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو' کے بڑے بڑے بینر آویزاں تھے۔ لاؤڈ اسپیکروں پر نعتیں اور صلی علیٰ کے ترانے گونج رہے تھے۔ لوگوں نے شوق و جذبے سے کئی دن اور راتیں بازاروں کو سجانے میں صرف کر دی تھیں اور اب وہ ان بازاروں میں مسرور و مسحور پھر رہے تھے۔

مختلف ٹریکٹر ٹرالیاں' بیل گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں بڑی خوبصورتی سے سجائی گئی تھیں۔ ایک لمبا جلوس تھا جو مقررہ راستے پر چل رہا تھا۔ کچھ نوجوان عربی لباس پہنے اونٹوں پر سوار جلوس میں شامل تھے ٹرالیوں اور بیل گاڑیوں پر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت ماڈل رکھے ہوئے تھے۔ کچھ پر نعت خواں ٹولیاں بیٹھ کر نعت خوانی کر رہی تھیں۔ کچھ گاڑیوں پر لاؤڈ سپیکر نصب تھے۔ اور ان پر نعتیں سنائی جا رہی تھیں۔ راستے کے دونوں اطراف لوگ کھڑے تھے۔ جب کہ گھروں کی چھتوں اور کھڑکیوں سے خواتین اور بچے جلوس کا نظارہ کر رہے تھے۔ جگہ جگہ سٹیج بنے ہوئے تھے جہاں سے جلوس کے شرکا پر گلاب کی پتیاں نچھاور کی جا رہی تھیں۔ تبرک تقسیم کیا جا رہا تھا۔ جلوس کے راستے میں بہت سی سبیلیں لگی ہوئی تھیں۔ جہاں لوگوں کو ٹھنڈا پانی' شربت اور دودھ پلایا جا رہا تھا۔ شہر کے مختلف علاقوں سے چھوٹے چھوٹے جلوس بھی آ کر اس مرکزی جلوس میں شامل ہو رہے تھے۔ اسی طرح کے جلوس ملک کے مختلف شہروں میں بھی نکالے گئے تھے۔

ایک وسیع گراؤنڈ میں شامیانے لگے ہوئے تھے۔ روشنیوں کا اتنا انتظام کیا گیا تھا کہ رات کو بھی دن کا سماں لگ رہا تھا۔ ہزاروں افراد گراؤنڈ میں موجود تھے۔ اسٹیج پر نعت خوانی ہو رہی تھی۔ شہر کے مشہور نعت خواں مدعو تھے۔ خوبصورت کلام اور خوبصورت آوازوں نے سماں باندھ رکھا تھا۔ لوگوں پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی اور جب کوئی اس وجدانی کیفیت سے زیادہ سرشار ہوتا تو نعرہ رسالت بلند کرتا اور یا رسول اللہ ﷺ' غلام ہیں غلام ہیں رسول ﷺ کے غلام ہیں اور غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے' جو ہو نہ عشق مصطفیٰ ﷺ تو زندگی فضول ہے۔ کی صداؤں سے فضا گونجنے لگتی۔ محفل میلاد میں آنے والے ایک طرف پڑے ہوئے ڈبوں میں اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپیاں ڈالتے جا رہے تھے۔ کیونکہ حاضرین میں سے دو افراد کو قرعہ اندازی کے ذریعے عمرہ کے ٹکٹ دینے کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ ایسی محافل جگہ جگہ ہو رہی تھیں۔

گلیوں محلوں میں دیگیں پک رہی تھیں۔ جو دیگ پکوانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے گھر میں کچھ نہ کچھ اہتمام کر لیا تھا۔ ختم دلائے جا رہے تھے۔ عزیزوں' غریبوں میں لنگر تقسیم کیا جا رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے عید کا سماں ہو۔

اخبارات و رسائل کے عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے

سے خصوصی ایڈیشن شائع کئے گئے۔ علما' فقہا اور دانشوروں نے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے مضامین تحریر کئے۔ جو ان اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے۔ روضہ رسول ﷺ کی رنگین تصاویر شائع کی گئیں۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خصوصی پروگرام نشر کئے' گئے۔ مختلف افراد اور تنظیموں نے درود شریف اور مختلف اوراد و وظائف پر مشتمل ہزاروں کی تعداد میں کتب اور پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کئے۔ مساجد کے گنبدوں اور بلند و بالا میناروں کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ مساجد میں میلاد کی محفلیں ہو رہی تھیں۔ علمائے کرام آقائے دو جہاں سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت اور شان مبارک بیان فرما رہے تھے۔ ایسی محافل تمام مسالک کی مساجد میں ہو رہی تھیں۔ درود وسلام کی صداؤں نے پوری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

وہ ایک بہت ہی وسیع میدان تھا۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی بے چینی دیدنی تھی۔ وہ اپنے گوہر مقصود کے انتظار میں تھے۔ وہ سب اس زعم میں تھے کہ گوہر مراد ان کے حصے میں ہی آنے والا ہے۔ اور اس اعزاز کے وہ ہی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

اتنے میں سفید پروں والوں کے جلو میں ایک ہالہ انہیں اپنی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ وہ نور کا ہالہ ان کے سامنے آ کر رک گیا۔ ساری فضا روشن اور معطر ہو گئی۔ ہجوم بے کراں کی بے قراری میں اضافہ ہو گیا۔ وہ اس رخ روشن کی دید کے لئے بے تاب ہو گئے جس کے ہجر میں وہ ساری عمر تڑپتے رہے تھے لیکن اس رخ روشن اور ان لوگوں کے درمیان ایک غیر مرئی پردہ حائل تھا۔

وقت جیسے تھم گیا۔ امید استعجاب میں بدلنے لگی اور بے قراری پر گھبراہٹ غالب آنے لگی کہ اتنے میں ایک آواز گونجی' آواز میں حلاوت بھی تھی اور جلال بھی تھا۔

اے میرے نادان امتیو!

میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنی سیرت چھوڑ آیا تھا۔ ان پر عمل ہی مجھ سے تمہاری محبت کا اصل پیمانہ تھا۔ تم میری تعلیمات کو چھوڑ کر رسموں اور رواجوں اور مشغلوں میں پڑ گئے۔ تم ساری رات میری شان میں نعتیں پڑھتے رہتے اور صبح نماز کے وقت سو جاتے تھے۔ تم ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے سے ہی فرصت نہ پاتے تھے۔ دوسروں کے عقیدوں پہ حملے' پسند نہ پسند' لڑائیاں۔ تم نئے لوگوں کو میری محبت سے کیسے ہم کنار کرتے۔ کیسے انہیں میری محبت سے آشنا کرواتے؟ تمہارے مسلمان بھائیوں سے کتنی تیزی سے ایمان کی دولت لوٹی گئی۔ قلعہ اسلام کے اندر پوری کی پوری بستیاں ایمان سے خالی کر دی گئیں لیکن تم صرف اپنے گھروں اور مسجدوں میں جھوم جھوم کر نعتیں پڑھتے رہے۔

تمہاری مساجد سے دوسرے فرقوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری ہوتے رہے۔ کافروں کو مسلمان کرنے کیلئے نہ اعمال ہوئے نہ کوششیں۔ سیاسی مفادات حاصل کرنے کیلئے تم ایک دوسرے کے مخالف فرقوں کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر نعرے لگاتے رہے لیکن میری محبت کے لئے تم کبھی اکٹھے نہ ہو سکے۔

تم اخبارات' رسائل' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے سارا سال فحاشی و بے راہروی پھیلاتے اور صرف 12 ربیع الاول کو خاص ایڈیشن اور پروگرام پیش کر کے خود کو بری الذمہ سمجھتے رہے۔ اور اس دن بھی وہ وہ کام کرتے رہے عشق کے نام پہ جو خود مجھے ہی ناپسند تھے۔

اگر تم واقعی مجھ سے محبت رکھتے تو میری تعلیمات پر عمل کرتے۔ میری ناموس اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ایمان کی حفاظت کرتے اور گمراہ ہونے والے اپنے بھائیوں کے دلوں کو دوبارہ اسلام کی روشنی سے منور کرنے کے لئے متحد ہو کر کام کرتے۔ اللہ کے دین کو سمجھنے' پھیلانے اور عمل کرنے کی بجائے تم نے صرف سر ہلانے اور واہ واہ کرنے کو کافی سمجھا۔

درود وسلام اور نعتوں کی محفلیں' میلاد کے جلسے جلوس اور لنگر کی فراوانی تو کر لی لیکن روز مرہ زندگی میں میری بتائی ہوئی باتوں پر تم نے عمل نہ کیا۔

اے جھوم جھوم کر میری نعتیں پڑھنے والو' اے مجھ سے عشق و محبت کا دعوئی کرنے والو! میری ناموس کی حفاظت کا قرض بھی تم پر ہی زیادہ واجب تھا لیکن افسوس کہ تم نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ اسلام کی بنیاد عمل پر ہے خالی دعوؤں یا خوش فہمیوں پر نہیں۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تم نے بیج کوئی اور بویا تھا اور کسی دوسری فصل کی آس لگائے بیٹھے ہو۔ تمہاری یہ آس ہمیشہ آس ہی رہے گی۔ تم نے تو مجھے خوشی کی بجائے افسوس کا موقع دیا۔

یہ کہہ کر وہ نور کا ہالہ کی ان طرف سے منہ موڑ کر سفید پروں والوں کے جلو میں ایک طرف روانہ ہو گیا۔

وہ سب تھے تو جنت میں ہی لیکن یوں محسوس کر رہے تھے جیسے وہ کسی تپتے صحرا میں آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں کوئی شجر سایہ دار بھی نہیں۔

بقیہ: نگہبان سنٹر

بنے گا؟

اکثر بچوں نے بتایا کہ انہوں نے ماسٹر صاحب یا والد صاحب کی مار پیٹ کی وجہ سے گھر چھوڑا ہے ان بچوں کی اکثریت دوبارہ سکول میں پڑھنا چاہتی ہے۔ ایک بچے راشد نواز نے بتایا کہ ماسٹر صاحب نے اس کا سر پھاڑ دیا تھا اور اب وہ واپس نہیں جائے گا۔ ایک بچے کے والد نے ایم بی اے کیا ہوا تھا مگر ان کی اعلیٰ ڈگری ان کے بچے کو گھر سے نہ بھاگنے کے رستے میں حائل نہ ہو سکی کیونکہ انہوں نے کبھی پیار کا اظہار ہی نہیں کیا۔ کمائی کرنے میں ہی مصروف رہے۔

☆...... تمام بچے یہاں بہت خوش دکھائی دے رہے تھے اس کی وجہ "فکر نہ فاقہ عیش کر کاکا" ہے۔ کیونکہ سنٹر میں عام طور پر بچوں سے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ چند بچوں نے یہاں مستقل رہنے کی خواہش ظاہر کی۔

☆......ہم نے نگہبان سنٹر کے انچارج ثاقب رضا اور سپروائزر میڈم زریں سے بھی گفتگو کی۔ انہوں نے ہمیں بچوں کے معمول کے بارے میں بتایا کہ صبح ناشتے کے بعد بچوں کو ایک گھنٹہ تک دینی و اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے اور قرآن بھی پڑھایا جاتا ہے۔ تمام بچوں نے عملی ثبوت دیتے ہوئے پہلا کلمہ سنایا۔

اس کے بعد بچوں کو ایک گھنٹے کیلئے سٹوری بکس یا کلرنگ بکس دی جاتی ہیں' یہ بکس مختلف لوگ اور این جی اوز دے جاتی ہیں۔ ہمارے اوپر ایک انکشاف یہ ہوا کہ سنٹر میں کیبل لگی ہوئی ہے لیکن سمجھداری یہ کی ہوئی ہے کہ بچوں اور انتظامیہ دونوں کو صرف کارٹون نیٹ ورک اور سپورٹس کا چینل دیکھنے کی اجازت ہے باقی چینل بند ہیں۔ جسمانی کھیلوں میں کرکٹ اور فٹ بال موجود ہیں جبکہ انڈور گیمز میں لڈو اور کیرم ہیں۔ نگہبان سنٹر میں بچوں کو تین وقت کا کھانا دیا جاتا ہے۔ صبح کے ناشتے میں چائے اور پراٹھا دیا جاتا ہے۔ دوپہر اور رات کو دو دن سبزی روٹی' ایک دن دال روٹی' ایک دن دال چاول' ایک دن روٹی گوشت اور ایک دن چکن روٹی دی جاتی ہے ثاقب رضا صاحب نے بتایا کہ مینو کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ یہ ساری تفصیلات سن کر ایک ساتھی محمد آصف احسان یہ کہنے لگے کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں بھی گھر سے بھاگ کر یہاں آ جاؤں مگر رضا صاحب نے یہ کہہ کر اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ وہ اتنی بڑی عمر کے بچوں کو نہیں رکھتے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ کسی بھی بچے کو مستقل نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کے لواحقین کا پتہ چلا کر ان کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مارچ کے شروع میں ان کے پاس 12 بچے تھے۔ دوران ماہ 98 نئے بچے آئے جبکہ ان میں سے 73 کو واپس بھجوا دیا گیا۔

☆...... ثاقب رضا صاحب نے کہا کہ بچوں کی اکثریت غریب گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں توقع ہے کہ پھول ٹیم ہر ماہ کی یکم تاریخ کو دو بجے باقاعدگی سے آتی رہے گی۔ والدین کے نام پیغام دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ والدین بچوں پر خصوصی توجہ دیں اور مار کے بجائے پیار سے سمجھائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ گھر سے بھاگنے میں ان کے نزدیک بچے سے زیادہ اس کے گھر والوں کا قصور ہوتا ہے۔

☆...... میڈم زریں نے والدین کو پیغام دیا کہ غربت کے باوجود بچوں کو تعلیم ضرور دلوائیں۔ اور ہرگز ہرگز بچوں سے کام نہ کروائیں ان کے نزدیک تھوڑی سی توجہ بچے کے مستقبل کو بہتر بنا سکتی ہے۔

☆...... نگہبان سنٹر کے وزٹ سے ہم نے کئی سبق سیکھے۔ ایک تو یہ کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں اتنے پیار کرنے والے ماں باپ دیئے جو ہر پل ہماری بہتری کیلئے سوچتے ہیں۔ ہمیں اپنے گھر میں اور اردگرد کے بچوں پر تھوڑی سی توجہ بھی دینی چاہئے تاکہ اگر وہ کسی وجہ سے کوئی غلط قدم اٹھانے لگیں تو ہم بروقت ان کی مدد کر سکیں۔ یوں ہم اپنے معاشرے کو سدھارنے میں اپنا کردار ادا کر کے پھول کی خوشبو کو ہر سو بکھیر سکتے ہیں۔

شیشے کا مسیحا

10

ایک نامراد باپ کی کہانی۔۔اسے خواب دیکھنے اچھے لگتے تھے۔
ایک روز اس نے اپنے بیٹے کو خواب دیکھتے دیکھ لیا تھا

محمد شاکر کاوش۔کراچی

میرا پاؤں ہوا میں معلق سا رہ گیا سامنے میرا بیٹا محو خواب تھا اسے روز میں ٹھوکر مار کر اٹھایا کرتا تھا مگر آج نہ جانے کیوں میں ایسا نہیں کر سکا ہاں مجھے آج اپنا بچپن یاد آ گیا تھا۔ خیر پہلے میں اپنا تعارف کرا دوں! میرا اصلی نام تو شاید محمد رمضان تھا مگر اب سب مجھے رمضو بابا کے نام سے پکارتے ہیں۔ میرا تعلق گداگروں سے ہے جو کئی پشتوں سے گداگر چلے آ رہے ہیں۔ گداگری ہی ان کا پیشہ اور واحد ذریعہ معاش ہے۔ ہاں میں ذکر کر رہا تھا اپنے بچپن کا' یہ آج سے بہت عرصہ پہلے کی بات ہے جب میں بھی اپنے بیٹے فخرو جتنا تھا' مجھے بڑا آدمی بننے کا بہت شوق تھا۔ بڑے آدمی کا مطلب میرے نزدیک یہ تھا کہ وہ پڑھنا لکھنا جانتا ہو صاف ستھرا لباس پہنے اور سب سے بڑی بات کہ وہ کسی سے بھیک نہ مانگتا ہو۔ بھیک مانگتے ہوئے نہ جانے مجھے کیوں جھجک آتی تھی' ورنہ ہماری بستی کے سب لوگ جھجک یا شرم جیسی کسی شے سے واقف نہیں تھے۔

جب میں بھیک مانگتا تو کچھ لوگ مجھ پر ترس کھاتے کچھ ہمدردی کرتے اور کچھ مجھے جھڑک دیتے' ان کے مکالمے کچھ اس طرح کے ہوا کرتے۔

''بتاؤ یار! ہمارے ملک میں بچوں کے ساتھ کیسا ظلم ہو رہا ہے' ان کے کھیلنے کھانے کے دن ہیں' اور ان سے بھیک منگوائی جا رہی ہے'' دوسرا کہتا......

''ہاں یار! اگر ان کے ماں باپ اپنے بچوں کو پڑھا لکھا نہیں سکتے تو کسی باعزت کام پر لگوا دیں'' اور پھر گاڑی چلی جاتی کچھ لوگ اپنے جنرل نالج میں اضافے کیلئے میرا باقاعدہ انٹرویو کرتے۔

''تم کتنے بہن بھائی ہو؟''

''کیا تمہیں بھیک مانگتے ہوئے برا نہیں لگتا؟''

''روزانہ تم کتنے پیسے کما لیتے ہو؟'' وغیرہ وغیرہ عام طور پر میں ایسے لوگوں کے جواب ہاں' ہوں میں دیا کرتا مگر کبھی کبھی مجھے تفصیلات بھی بتانی پڑتیں' اور تفصیلات بتاتے ہوئے میرے آنسو نکل جاتے۔ ان کے سوالات میرے لئے بڑے اذیت ناک ہوتے تھے۔ ان کے بولے ہوئے ہمدردی کے دو بول میرے لئے کسی نشتر سے کم نہیں تھے۔ مگر پوچھنے والے میرے احساسات سے بے نیاز مزے لے لے کر میرے زخم کریدتے! مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس دلاتے' اور بغیر کچھ دیئے اپنی راہ پکڑ لیتے' میرے آنسوؤں کی کسی کو قدر نہ تھی' میرے مستقبل سے کسی کو دلچسپی نہ تھی' کسی نے آج تک یہ نہ کہا کہ آؤ میرے ساتھ گھر چلو میں تمہیں پڑھاؤں گا' چلو میرے ساتھ میرے تمہیں باعزت روزگار فراہم کروں گا! لوگوں کی نفرت زدہ آنکھیں اب میرے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تھیں' اب یہ طنزیہ گفتگو سننا میرے بس سے باہر تھا' میں ہفتوں اس موضوع پر سوچتا رہا۔ اور بالآخر میں نے انتہائی قدم اٹھایا! اور گھر سے بھاگ گیا۔

Scanned with CamScanner

خدا کی زمین بہت وسیع ہے' مگر اس وسیع دنیا میں میرے لئے فی الحال کوئی جگہ نہیں تھی' میں نے اپنے آباء واجداد سے بغاوت کی تھی جس کی کچھ سزا تو مجھے ملنا تھی۔ انسان کوئی کام کرے نہ کرے اسے بھوک ضرور لگتی ہے یہ بھوک ہی ہے جو انسانوں کو بھیک مانگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ مگر میں تو اب بھیک بھی نہیں مانگ سکتا تھا' میں کافی دیر یونہی بلامقصد سڑکوں پر بھوکا گھومتا رہا' سمجھ نہیں آتا تھا کیا کروں! میں اپنے ارد گرد کے ماحول سے بے خبر سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ اچانک مجھے بریک چرچرانے کی آواز آئی۔ یہ آخری آواز تھی جو میری سماعت سے ٹکرائی تھی کیونکہ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک اجنبی ماحول میں پایا ہر چیز مجھے دھندلی نظر آ رہی تھی' میں ایک پلنگ پر لیٹا نیم وا آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ یہ سب کیا ہے' آخر میں ادھر کیسے آیا' میں نے سوچنے کی کوشش کی تو مجھے یاد آیا' میں سڑک پر جا رہا تھا' اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے گاڑی کے بریکوں کی آواز آئی تھی اور اس کے بعد...... اس کے بعد' میں نے ذہن پر زور دینے کی کوشش کی تو میری آہ نکل گئی مجھے اپنے سر میں درد کا احساس ہوا' مجھے حرکت کرتے دیکھ کر کوئی میرے نزدیک آیا یہ ایک درمیانی عمر کا آدمی تھا' جو شکل سے خاصا پریشان لگ رہا تھا۔

''بیٹا تم ٹھیک تو ہو؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''میں کہاں ہوں؟'' میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ شاید یہ ہسپتال کا کوئی کمرہ تھا' یہاں کی ہر چیز سفید براق تھی' اور فضا میں ایک عجیب سی بو بھی رچی ہوئی تھی' جو عام طور پر ہسپتالوں میں ہوتی ہے۔ ''بیٹا آپ ہسپتال میں ہیں'' اس نے اطمینان کی گہری سانس لی'' آپ کو کچھ چوٹ لگ گئی تھی۔ اس لئے ڈریسنگ کیلئے یہاں لانا پڑا''

''چوٹ لگ گئی تھی؟'' میں بڑبڑایا پھر میرا ہاتھ خود بخود اپنے سر پر پہنچ گیا' اب میں نے غور کیا تو اندازہ ہوا کہ میرے سر میں پٹیاں بندھی ہوئی ہیں میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے تفصیل بتائی کہ میں سڑک پر جا رہا تھا اور اچانک ہی اس کی گاڑی کے سامنے آ گیا جس کے بعد وہ مجھے ہسپتال لے آئے۔ انہوں نے باتوں کے دوران بتایا کہ ان کا نام شاہ زیب ہے اور یہ کہ وہ ایک چھوٹے سے ورکشاپ کے مالک ہیں یہاں گاڑیوں کی مرمت ہوتی ہے' انہوں نے میرے بارے میں جاننا چاہا تو میں نے اپنی کہانی بلا کم وکاست سنا دی' شاہ صاحب میرے خیالات سن کر بہت خوش ہوئے انہوں نے کہا:۔

''بیٹا اب تمہیں کہیں بھٹکنے کی ضرورت نہیں' تم میرے پاس رہو گے' میں تمہیں پڑھاؤں گا بھی اور کام بھی سکھاؤں گا' کیوں ٹھیک ہے نا؟''

''ٹھیک ہے'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

ہسپتال سے فارغ ہو کر شاہ صاحب مجھے اپنے گھر ہی لے آئے' شاہ صاحب کے کوئی اولاد نہیں تھی' لہٰذا ان کی بیگم نے بھی مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا' میں نے ایک ہفتہ آرام کیا اور اس کے بعد شاہ صاحب کے ساتھ گیراج میں جانے لگا' شاہ صاحب مجھے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے' مگر میں ضد کر کے ان کے سارے کام کیا کرتا' چند ہی ہفتوں میں' میں نے شاہ صاحب اور ان کی بیگم کے دل جیت لئے' میرے آنے سے گویا ان کے گھر میں بہار آ گئی تھی۔ بیگم صاحبہ میری تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھیں کبھی کہتیں...... ''رمضان نہ ہوتا تو ہم زندگی کیسے گزارتے؟''

تو کبھی کہتیں...... ''اگر ہماری اپنی اولاد بھی ہوتی تو اتنی سعادت مند نہیں ہوتی''۔ اور ایک بار انہوں نے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا...... ''رمضان تم اتنے دن سے کہاں تھے' تم ہمیں پہلے ہی کیوں نہ مل گئے' دیکھو! اب ہمیں چھوڑ کر نہ جانا۔'' میں انہیں عقیدت سے دیکھتا' ان کا ممتا بھرا لہجہ میری روح تک کو شرمسار کر دیتا' اور جواب میں' میں کچھ نہیں کہہ پاتا' شاہ صاحب نے میرے پڑھنے کا انتظام گھر پہ ہی کروا دیا تھا۔ وہ بھی مجھ سے بہت خوش تھے انہیں حیرت تھی کہ میں نے اتنے کم عرصے میں موٹر مکینک کا کام اتنا زیادہ کیسے سیکھ گیا' میں جب ان کے سامنے جاتا تو ان کی آنکھوں میں جگنو چمکنے لگتے' وہ مجھے سامنے بٹھا کر دیکھتے رہتے' میں اپنی قسمت پہ نازاں تھا جس نے مجھے اتنے اچھے انسانوں کے درمیان پہنچا دیا تھا۔

ایک دفعہ شاہ صاحب نے کہا......

''بیٹا تم مجھے شاہ صاحب نہیں کہا کرو' آج سے تم مجھے انکل کہو گے'' ''جی'' میں نے ہمیشہ کی طرح اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اور اب یہ جی' جناب بھی نہیں چلے گی' کیا سمجھے؟'' میں نے چونک کر انہیں دیکھا تو انہوں نے وضاحت کی ''بیٹا میری بڑی خواہش ہے کہ کوئی مجھ سے ضد کرے' مجھ سے فرمائش کرے۔ ''مجھ سے اپنی ہر جائز و ناجائز بات منوائے' بیٹا! کیا تم میرے لئے ایسا کر سکتے ہو۔ صرف میرے لئے؟'' شاہ صاحب کے لہجے میں ایک باپ کی فریاد بول رہی تھی' وہ ملتجی لہجے میں مجھ سے ایک بیٹے کا پیار طلب کر رہے تھے' مجھ سے! جس کا اب اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں تھا' ان کی بات سن کر میری آنکھوں میں دو ستارے ٹمٹمانے لگے۔ جب انسان خوش ہوتا ہے تو اسے وقت گزرنے کا بالکل احساس نہیں ہوتا' میرے ساتھ بھی یہی ہوا' دو سال کا عرصہ گویا خواب میں ہی گزر گیا' اور آج میرے خوابوں کی تعبیر کا دن تھا۔ شاہ صاحب نے مجھے گھر پر پڑھانے کے بعد سکول میں داخل کروا دیا تھا' سکول میں' میں نے اتنی محنت کی تھی کہ ٹیچر بچوں کو میری مثالیں دینے لگے تھے۔ سکول میں یہ میرا پہلا سال تھا' اور آج امتحانی کا نتیجہ نکلنے والا تھا' میں شاہ صاحب کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا' مجھے معلوم تھا کہ میرے شاندار رزلٹ کی خوشی مجھ سے زیادہ شاہ صاحب کو ہوگی اور یہی میرے لئے سب سے بڑا انعام ہوگا۔ کلاس روس میں بیٹھے سب بچے بڑے پرجوش ہو رہے تھے سب کی نظریں دروازے پر ٹکی ہوئی تھی بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ٹیچر کلاس میں آئیں۔ انہوں نے نتیجے کا اعلان شروع کیا' پہلے پاس ہونے والوں کے نام پکارے گئے میرا دل دھک دھک کر رہا تھا صرف پاس ہونے والوں میں میرا نام نہیں تھا اتنے میں ٹیچر نے تیسری پوزیشن لینے والے طالبعلم کا نام پکارا مگر اس میں بھی میرا نام نہیں تھا میری نظریں ٹیچر کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں میرے کان اپنا نام سننے کو بے تاب تھے کہ اچانک میرے سارے خواب بکھیر گئے۔ میرے ابا نے مجھے اٹھانے کیلئے میری پیٹھ پر ٹھوکر ماری تھی میں بلبلا اٹھا واقعی حقیقت اور خواب میں بہت فرق ہوتا ہے اب وہی دنیا تھی اور وہی میرے گلے میں پڑا کشکول! میں نے ایک جھرجھری سی لی اور اپنا پاؤں واپس زمین پر رکھ لیا' میں نے سوچا آج فخرو کو پورا خواب دیکھنے دوں شاید اس کا امتحانی نتیجہ نکل جائے۔ یہ سوچ کر میں اکیلا ہی دھندے پر چل دیا۔

BACK TO QUAID -i-AZAM

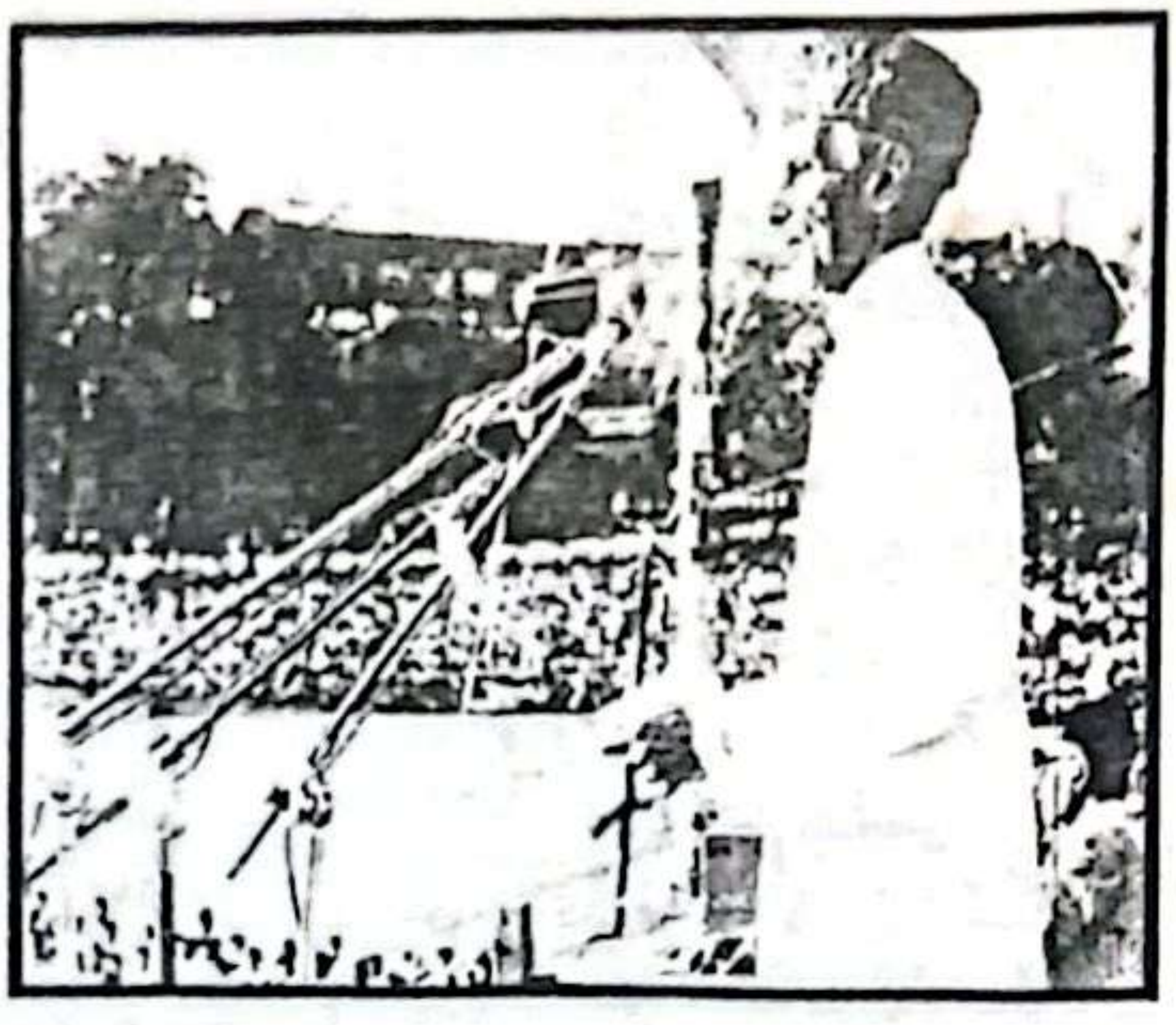

منظر وحید

••••••••••••••

روایتیں

اگست 1947ء میں اسمبلی ہال میں اقتدار انتقال اقتدار کی تقریب منعقد ہوئی تو اس میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے رسمی تقریر میں پاکستانیوں کو مشورہ دیا کہ وہ روایتیں قائم کریں جو مغل بادشاہ اکبر نے قائم کی تھیں۔ یعنی نئی مملکت میں عدل وانصاف اور رواداری کی روایتیں۔ قائداعظم نے اپنی جوابی تقریر میں ماؤنٹ بیٹن کے اس مشورے کو موضوع گفتگو بنایا انہوں نے بڑے پروقار انداز میں فرمایا ''ہمیں انصاف اور رواداری کی روایتیں اس سے بہت پہلے نبی اکرمؐ سے ملی ہیں۔

اداکاری

ایک دفعہ مجلس قانون ساز میں ایک ممبر نے قائداعظم کی تقریر پر طنزاً کہا:

آپ تو ''گریٹا گاربو'' جیسی اداکاری کرتے ہیں اس پر قائداعظم نے فوراً جواب دیا: اور آپ مارلین ڈیٹرچ جیسا حزنیہ پارٹ ہی ادا کر سکتے ہیں۔ ثمارہ ثروت ملتان

باتیں قائد کے ساتھیوں کی

آغا غلام نبی پٹھان:۔ اگر قائداعظم ہمارے لیڈر نہ ہوتے تو ہمیں پاکستان تو کیا شکار پور ڈسٹرکٹ بھی نہ ملتا۔

رعنا لیاقت علی خان:۔ مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب مسلمانوں نے چاہا کہ قائداعظم کو مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنا دیا جائے مگر انہوں نے فرمایا۔ نہیں سالانہ انتخاب ضروری ہے۔ مجھے ہر سال آپ کے سامنے آ کر اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا ہے۔

حاجی عبدالستار سیٹھ:۔ قائداعظم نے مسلمانان ہند کی ایسی شاندار خدمت کی کہ ساری دنیا معترف ہے۔ انہوں نے نو کروڑ افراد کی زندگی کو سراپا عمل بنا دیا۔ جس کے پاس اب ایک نصب العین ہے اور وہ اس کی طرف بڑے عزم سے بڑھ رہی ہے۔ اس عظیم کامیابی کا سہرا اس خادم اسلام کے سر ہے جس نے انتھک محنت کی اور اپنی صحت کی بالکل پروا تک نہ کی۔ ہم لوگ جو قائداعظم کو بہت قریب سے دیکھنے کا اعزاز رکھتے ہیں ہمیں معلوم ہے ان کی ایثار و قربانی کا کتنا درجہ ہے۔

عائزہ زمان باجوہ گوجرانوالہ

اے قائداعظم

مولانا کوثر نیازی

حق بات کی خاطر وہ تیری سعی منظم
محدود وسائل میں بھی وہ کوشش پیہم
شاید کہ اللہ پر تیرا ایمان تھا محکم
اے قائداعظمؒ اے قائداعظم
توحید کا گونجا وہ فضاؤں میں ترانہ
باطل کا فسوں ہو گیا دم بھر میں فسانہ
لاریب ہوا ہندو و انگریز کا سر خم
اے قائداعظمؒ اے قائداعظم
آزادی ملت کے طلب گار سبھی تھے

کیا جانئے کیوں پیکر ایثار سبھی تھے
اب تک ہے یاد مجھے وہ جذبات کا عالم
اے قائداعظمؒ اے قائداعظم
رہزن ہی ہو گئے ہیں مگر یہ رہبر ہمارے
اس حال میں یہ سال تیرے بغیر گزارے
رکھا نہ گیا ہم پہ کسی زخم پر مرہم
اے قائداعظمؒ اے قائداعظم

مرسلہ۔ محمد ابراہیم یعقوب۔ سکھر

قائداعظم کی یادیں

آج مجھے ایک شخص بار بار یاد آ رہا ہے۔ یہ وہ شخص تھا جو پیر تھا نہ پیرزادہ' جو میر تھا نہ میرزادہ' جو ملا تھا نہ صوفی' نہ فقیہہ تھا نہ مفتی' جو وڈیرہ تھا نہ جاگیردار' جو نواب تھا نہ سر۔ جبے سے آراستہ تھا اور نہ قبا پوش۔ وہ ایک سیدھا سادہ اور صاف ستھرا مسلمان تھا اور مسلمان زادہ۔ لیکن اس نے عالم فاضل ہونے کا دعویٰ کئے بغیر اور مشائخت کی گدی نشینی یا سجادہ نشینی کے حاشیوں کے بغیر ہمیں صوبوں' برادریوں' قبیلوں' طبقوں اور فرقوں کی سطح سے ابھار کر اسلام اور مسلمان ہونے کا راستہ دکھایا۔ اس نے سندھی اور پنجابی' ارائیں اور راجپوت شیعہ اور سنی' دیوبندی اور بریلوی' شہری اور دیہاتی کے مصنوعی امتیازات محو کر کے ہمیں توحید اور رسالت کی بنا پر ایک بار پھر امت واحدہ کے قالب میں ڈھالنے کا معجزہ ہماری آنکھوں کے سامنے برپا کر کے دکھا دیا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی شخصیت کے سحر سے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑی ہوئی برادریوں' فرقوں اور صوبوں کی زنجیریں کاٹ کر رکھ دیں اور برصغیر کے مسلمان صرف مسلمان بن گئے تھے۔ آج جبکہ اسلام' جمہوریت اور عوام کا نام لے کر رائج کرنے والے اور کاروں جہازوں اور ہیلی کاپٹروں میں سفر کرنے والے مرکز اور صوبوں میں درجہ بدرجہ موجود ہیں۔ میرا ملک جل رہا ہے۔ میں اپنے قائداعظم کو یاد کر کے روؤں نہ تو اور کیا کروں؟ (تحریک پاکستان کے مجاہد میاں محمد شفیع کا اظہار محبت) سید تحسین عباس۔ تنویر عباس کوٹ ادو

قائداعظم اور رشتے

☆ قائداعظم والدہ محترمہ سے بڑی محبت کرتے تھے جب والدہ کا انتقال ہوا تو صدموں کے مارے ہفتوں بری حالت رہی اور جب والد محترم کے رخصت ہونے کی خبر سنی تو بے ہوش ہو گئے۔

☆ محترمہ فاطمہ جناح بتاتی ہیں قائداعظم جب گورنر جنرل بنے تو ان کی میز پر کبھی دو سے زیادہ کھانے نظر نہ آئے اکثر کہتے تھے میرے لاکھوں ہم وطن بھوکے رہ رہے ہیں تو مجھے طرح طرح کے کھانے کھانا کب زیب دیتا ہے۔

☆ کم ایسا ہوا کہ بہن بھائی میں اختلاف ہوا' ہو جاتا تو بہن روٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی جاتی اور پھر تھوڑی دیر بعد بھائی کی آواز گونجتی فاطمی یہاں آؤ لیکن جواب نہ پا کر کسی کے سامنے سر نہ جھکانے والے خود چل کر چھوٹی بہن کے پاس جاتے اور انہیں منا کر لے آتے جناح مرحوم خود بہت لاغر اور نحیف تھے لیکن چونکہ آہنی عزم کے مالک تھے اس لئے جب بھی کسی ملازم کو چنتے تو وہ جسمانی لحاظ سے بہت صحت مند ہوتا۔ روا سیہ حبیب مردان

حیات قائد دھنگ رنگ

بستر مرگ اور پاسداری اصول

کمرے میں موجود مسہری پر ایک شخص لیٹا ہوا تھا بیمار اور کمزور۔ اسکے رخساروں کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور گال اندر کی طرف دھنس گئے تھے۔ اس کا کھلتا ہوا رنگ بیماری کی وجہ سے اور زیادہ نکھر گیا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور ان میں سفیدی' چاندی کی طرح چمک رہی تھی۔ چہرے پر جھریاں تھیں مگر یہ جھریاں کسی شاعر یا فلسفی کی طرح اسکے گہرے مطالعے اور غور و فکر کی باریکیوں کو نمایاں کر رہی تھیں۔ ان سب کے باوجود اس کا چہرہ باوقار اور پرجلال تھا۔ آنکھوں میں بلا کی چمک تھی اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ نرس نے تھرمامیٹر سے ٹمپریچر نوٹ کیا تو اس شخص کی گونجتی ہوئی آواز نے کمرے کے سکوت کو درہم برہم کیا۔ ''میرا ٹمپریچر کتنا ہے؟''

میں اس قسم کے لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔ لوگ جو مصمم ارادے کے مالک ہوں اور جو خوف زدہ ہونے سے صاف انکار کردیں

اس نے پوچھا ''سر! یہ میں صرف ڈاکٹر کو بتا سکتی ہوں'' نرس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ ''مگر میں اپنا ٹمپریچر معلوم کرنا چاہتا ہوں'' مریض نے اصرار کیا۔ نرس ایک لمحے کو ہچکچائی کیونکہ یہ اصرار کسی معمولی آدمی کا نہیں تھا۔ یہ ملک کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا آدمی تھا۔ لیکن اسکے باوجود وہ اپنے مئوقف پر ڈٹی رہی۔ ''سوری سر! یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی''

اس نے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کمرے میں مریض کی بہن بھی موجود تھی وہ مسکرایا اور اپنی بہن کی طرف رخ کر کے بولا ''میں اس قسم کے لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔ لوگ جو مصمم ارادے کے مالک ہوں اور جو خوف زدہ ہونے سے صاف انکار کر دیں۔ بستر مرض پر لیٹے ہوئے یہ مریض بانی پاکستان' بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ اور پہلو اصولوں کی پاسداری میں گزرا۔ یہ بستر مرض بعد میں بستر مرگ ثابت ہوا لیکن اس حالت میں بھی وہ اصولوں کو دیوانہ وار چاہتے تھے اور جہاں اصولوں کے پاسداری دیکھتے' اسے سراہتے تھے۔

نجمہ سعدیہ

مشروب سپیشل

Mushroob Special

سردائی

بادام 15 عدد خشخاش ایک چمچ چاروں مغز ایک ایک چمچ
الائچی 5 عدد۔ دودھ 1/2 لیٹر۔ چینی 5 چمچ

ترکیب:۔ خشخاش الائچی اور مغز کو تقریباً 30 منٹ تک بھگوئے رکھیں اس کے بعد بادام خشخاش کو تھوڑے پانی میں گرائنڈ کریں یکجان ہو جائے تو ململ کے کپڑے میں چھان لیں تھوڑا سا دودھ اور پانی ملا کر ہمراہ برف استعمال کریں اگر اس کو گرمیوں میں صبح نہار منہ پیئیں تو دماغ تیز ہوتا ہے۔

کولڈ کافی

کافی دو چمچ پانی ایک کپ۔ چینی حسب پسند کریم ایک چمچ

ترکیب:۔ ایک پانی میں ایک چمچ کافی ڈالیں اور چینی ڈال کر خوب مکس کریں جھاگ بن جائے تو برف اور کافی گرائنڈ کریں 2 سے 3 منٹ مشین چلا کر کافی گلاس میں نکالیں کریم ڈال کر نوش فرمائیں۔

ربڑی

دودھ تین کپ، کھویا ایک کپ، پستہ 10 عدد، سفوف الائچی ایک چمچ چینی چاندی ورق حسب ضرورت

دودھ کو ابال لیں چینی کھویا ڈال دیں اور خوب پکائیں یہاں

تک کہ آدھا رہ جائے اب اس سفوف میں الائچی پستہ کتر کر شامل کر لیں نیچے اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور چاندی کے ورق لگا کر کھانے کیلئے پیش کریں۔

چاٹی کی لسی

چکنائی والا دودھ ایک لٹر دہی 250 گرام سونف کالی مرچ نمک حسب ذائقہ۔ دہی کو اچھی طرح بلو لیں اس میں پانی نمک کالی مرچ ملائیں اور ہمراہ برف اچھی طرح بلو کر نوش فرمائیں۔

ملک شیک

چینی 8 چمچ دودھ ایک کلو آم۔ سیب حسب ضرورت بادام پستہ 20 گرام

ترکیب:۔ دودھ کو خوب گرم کرنے کے بعد ٹھنڈا کر لیں ہم آم یا سیب کا چھلکا اتار کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں اور درمیانی گٹھلی نکال دیں اب دودھ اور چینی بلینڈر میں ڈال کر ایک منٹ چلائیں پھر سیب یا آم کے ٹکڑے ڈال کر 2 منٹ تک مشین چلائیں مزیدار ملک شیک تیار ہے۔

انگور کا شربت

انگور ایک کلو چینی 500 گرام پانی ایک لٹر سبز الائچی 6 عدد

ترکیب:۔ انگور دھو کر صاف کریں الائچی باریک پیس لیں اب پانی اور چینی کو جوش دیکر انگور اس میں شامل کر دیں اور اچھی طرح پکائیں جب ایک تار بننے لگے تو اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔

چٹخارے دار چٹنی

املی 1/2 پاؤ پسی لال مرچ 1/2 چائے کا چمچہ نمک حسب ذائقہ چاٹ مصالحہ دو چائے کے چمچے سفید زیرہ دس چائے کے چمچ

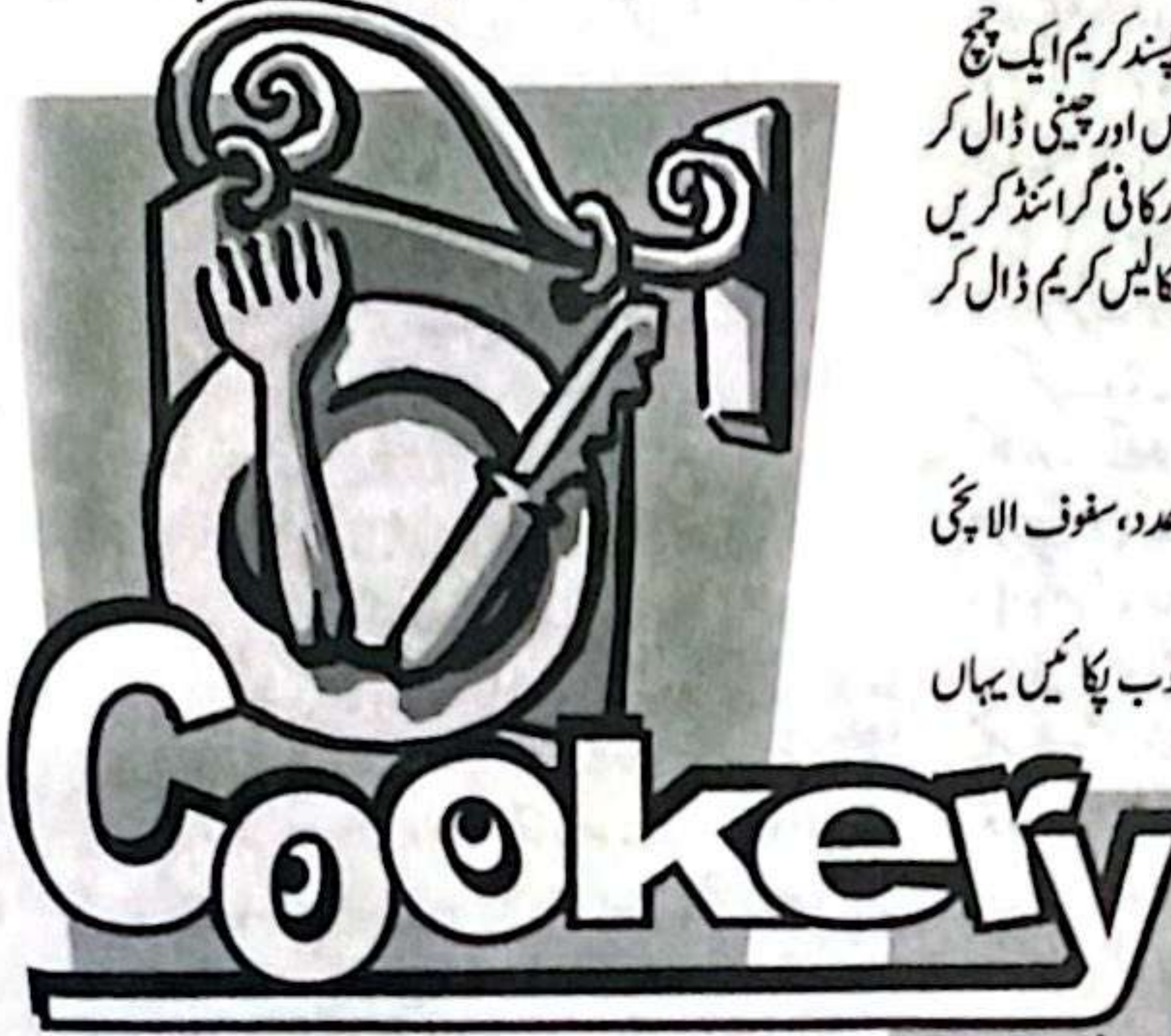

پانی دو کپ سوکھا دھنیا ایک کھانے کا چمچ پودینہ دو کھانے کے چمچ

ترکیب: برتن میں دو کپ پانی ڈال کر اس میں املی بھگو دیں دس منٹ بعد اس کے بیج نکال دیں نمک مرچ اور چاٹ مصالحہ مکس کر دیں پودینہ اور سفید زیرے کو بھون کر پیس لیں اور تمام اشیا کے ساتھ اچھی طرح ملا دیں اس بات کا خیال رکھیں کہ چٹنی زیادہ پتلی نہ ہو یہ چٹنی گرما گرم پکوڑوں کے ساتھ بہت لذت دیتی ہے۔

(سمی نایاب خان، مہوش اقبال...... جڑانوالہ)

تل کی چٹنی

اشیا۔ تل ایک چائے کا چمچ ناریل (پسا بھنا ہوا) دو کھانے کے چمچ ہری مرچ پانچ عدد نمک حسب ضرورت ہرا دھنیا ایک گڈی لیموں کا رس ایک چائے کا چمچ لہسن پسا ہوا ایک چائے کا چمچ پانی 3/4 کپ

ترکیب: مندرجہ بالا تمام اجزاء کو ملا کر پیس کر لیں مزیدار چٹنی تیار ہے۔

ایمن سلیم اعوان۔ سیالکوٹ

املی کی چٹنی

اشیا: املی آدھا پاؤ، پودینہ 1/4 گڈی، لہسن 2 جوئے، ہری مرچ دو عدد، نمک حسب ضرورت
زیرہ تھوڑا سا، چینی حسب ضرورت

طریقہ: ان سب اشیا کو گرائنڈر میں پیس لیں اور آلوؤں کے کرارے پراٹھے کے ساتھ کھائیں۔

نوشین افتخار

انوکھی چٹنی

اشیا: ماش کی دھلی ہوئی دال دو چمچ ناریل باریک کترا ہوا نصف پاؤ سرخ مرچ ثابت آٹھ عدد نمک املی نصف چھوٹا چمچ سفید زیرہ نصف چھوٹا چمچ

ترکیب: تمام چیزیں بغیر گھی کے ہلکی آنچ پر بھون لیں جب یہ چیزیں بادامی رنگ کی ہو جائیں تو اتار کر باریک پیس لیں پانی کا چھینٹا دے کر مزید پیس لیجئے املی دو چمچ پانی بھی ڈال دیجئے پراٹھوں کے ساتھ یہ چٹنی بہت لطف دیتی ہے۔ عظمیٰ عبدالمناف۔ سیالکوٹ

Tipka Time

دن میں کم از کم 10 سے 15 منٹ تک گہرے سانس لیں اس عمل سے جسم میں تیزی سے توانائی آتی ہے۔

دن میں کم از کم صبح و شام 15,15 منٹ پیدل چلنا صحت کے لئے اہم ہے۔

دن میں 6 سے آٹھ بار سیڑھیاں ضرور چڑھا اترا کریں اس سے جسمانی مضبوطی آتی ہے اور زیادہ حرارے جلنے کی وجہ سے وزن بھی کم ہوتا ہے اور پھر آپ کو موٹاپے سے نجات بھی ہو سکتی ہے۔

ہمیں ایک خاص وقت میں بھوک لگتی ہے نیند آتی ہے چنانچہ جسمانی گھڑی کی آواز کا خیال رکھیں وقت پر کھائیں اور وقت پر سوئیں اپنے جسم کی گھڑی سے ہم آہنگی توانائی کی سطح گرنے نہیں دیتی۔

آپ جب کھڑے ہوں تو کاندھے سیدھے اور سر اونچا ہو اور جب کرسی پر بیٹھیں تو بھی کمر سیدھی ہونی چاہئے اگر آپ بالکل Free ہو کر بیٹھیں گے تو یقیناً کام میں دل نہیں لگے گا اور آپ کا دوسروں پر تاثر بھی صحیح نہیں ہوگا۔

پروٹین پر مشتمل غذائیں کھائیں اس سے آپ کے دماغ کو طاقت ملے گی اور آپ اگر دماغی کام کرتے ہیں یعنی جن میں آپ کے دماغ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے مثلاً حساب کرنا کچھ لکھنا اس کو دوبارہ لکھنے کا کام ہو وغیرہ وغیرہ تو پروٹین والی غذائیں آپ کے دماغ کو فعال اور متحرک رکھتی ہیں پروٹین دودھ۔ گوشت۔ آلو اور مکئی میں خاصی مقدار میں ہوتی ہے۔

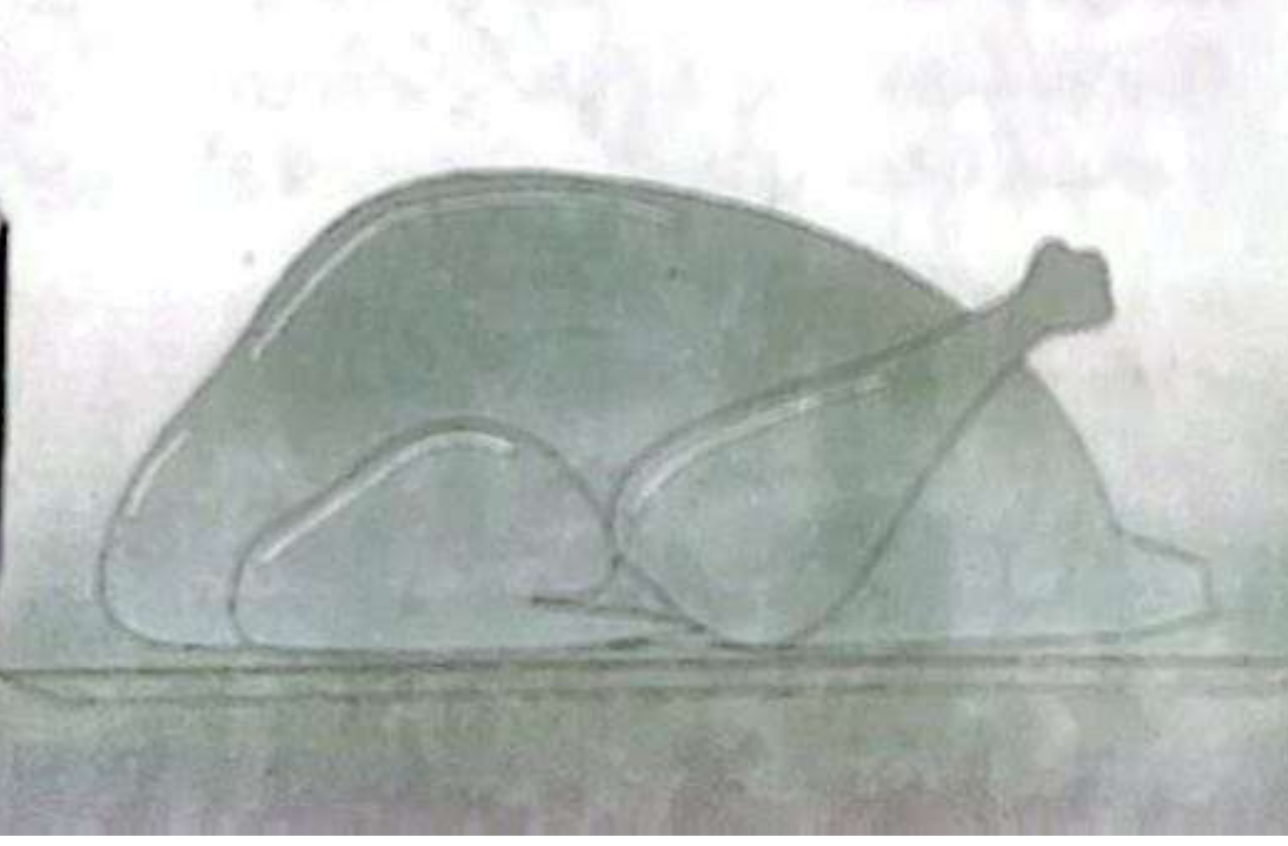

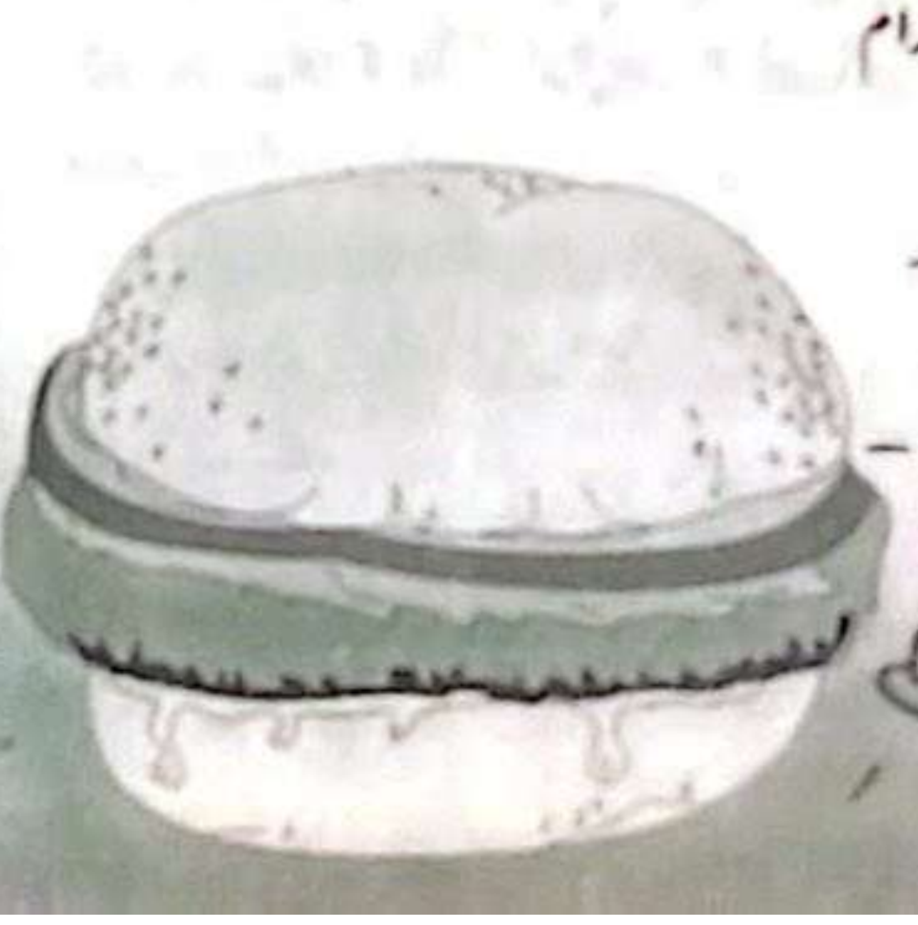

نئی صدی ، نئی سوچ ، نیا انداز
آپ کا پسندیدہ مشروب رُوح افزا
'PET' بوتل
میں دستیاب ہے
معیار ہر قیمت پر
SHARBAT ROOH AFZA
شربت رُوح افزا
■ ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ ■ خوب صورت اور مضبوط
■ ہلکی پھلکی ■ باسہولت ■ ماحول دوست
اور ہاں! ہر 'PET' بوتل میں 50 ملی لیٹر زیادہ رُوح افزا بھی
راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے،
www.hamdard.com.pk
مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
Adarts-HRA-5/2001

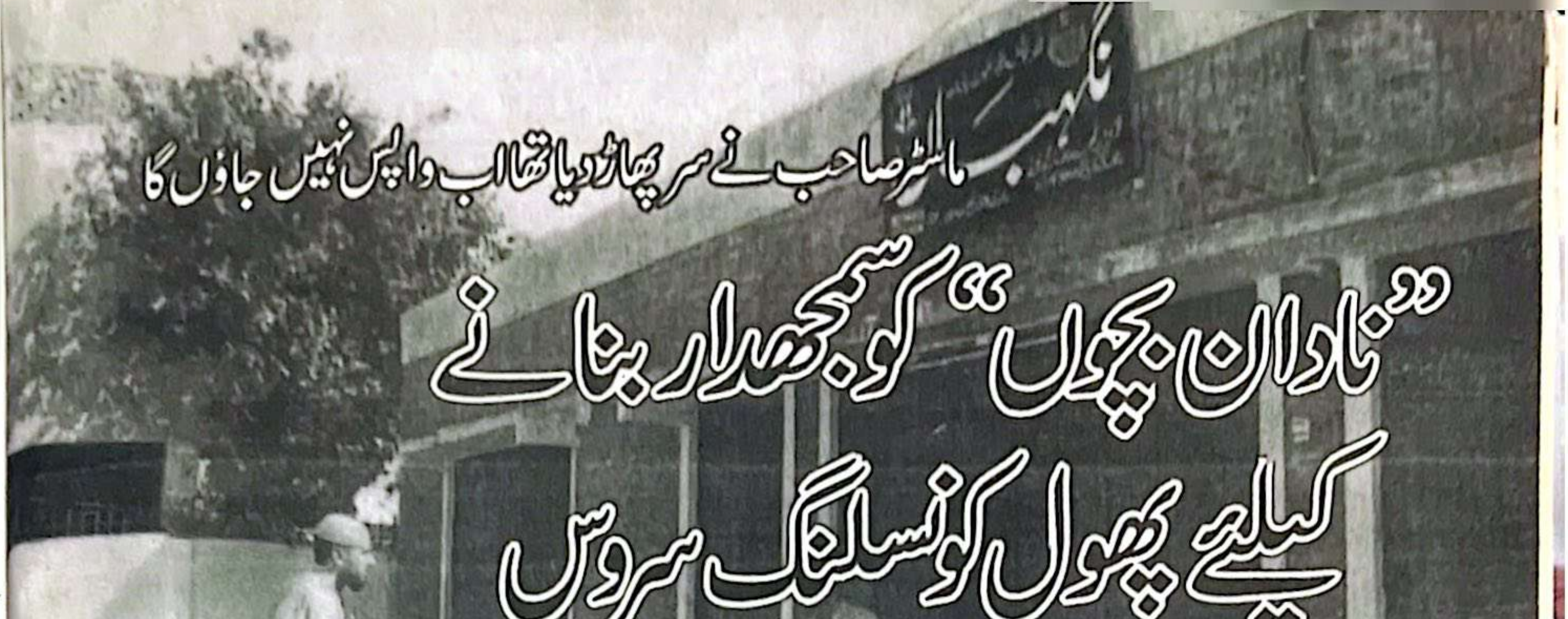

ماسٹر صاحب نے سر پھاڑ دیا تھا اب واپس نہیں جاؤں گا

"نادان بچوں" کو سمجھدار بنانے کیلئے پھول کونسلنگ سروس

والد کی اعلیٰ ڈگری بچے کو فرار سے روک نہ سکی

رپورٹ: عمر انجم

☆......ہمارا قافلہ جو کہ بھیا کی گاڑی، ہمارے رکشے اور فوٹو گرافر صاحب کی موٹر سائیکل پر مشتمل تھا پونے تین بجے روانہ ہوا۔ آصف احسان بھائی اور ان کے دوست القلم ایجوکیشنل سوسائٹی مغل پورہ سے چل کر ہم سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔

☆......تمام پھول ساتھیوں نے بچوں کیلئے تحائف لانے کا اہتمام کیا۔ آصف بھائی بسکٹ اور پانیوں کے پیکٹ لائے۔ بھیا کے ساتھ آنے والی ٹیم کے پاس پھول کے شمارے اور عائشہ ایوب اور ان کی بہن کی طرف سے ہر قسم فروٹ کے لفافے بھرے آئے۔ عمر اور ان کے دوست بچوں کیلئے پنسلیں اور پیالے والے بسکٹ لائے۔

☆......نگہبان سنٹر کی عمارت اور انتظامیہ دونوں ہماری توقع کے برعکس نکلیں، نگہبان بھی اور مہربان بھی۔

☆......بچوں کو دیکھتے اور سنتے ہوئے دل بار بار دہلا۔

☆......چھوٹے چھوٹے معصوم بچے کچھ گم ہو کر پہنچے تھے، کچھ گھروں سے بھاگ کر۔

☆......ایک بچے کو اس کے گھر والے قبول کرنے سے انکاری تھے۔ چار بار لے کر گئے مگر انہوں نے واپس کر دیا۔

☆......تین بچے کشمیر سے آئے تھے۔ ایک بچہ سندھ کا تھا وہ بہت خوش تھا اور واپس جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ سب سے چھوٹا تھا۔ شاید بھولتا جا رہا ہے کہ وہ کس کے ساتھ آیا تھا اس کی تصویریں اخبارات، ٹی وی پہ بھی آئیں مگر کوئی لینے نہیں آیا۔

☆......جاتے ہی بھیا نے تصاویر بنانے کے بعد بچوں میں فروٹ تقسیم کرایا۔ پھر بچوں کی میڈم کی تربیت کی تعریف کی کیونکہ حیرت انگیز طور پر بچوں نے فروٹ کھا کر چھلکے پھینکنے کی بجائے سلیقے سے پلیٹوں میں رکھ دیے تھے۔

☆......وقفے وقفے سے سبھی تحائف دیے گئے۔ ساتھ ساتھ چار گروپ بنا کر تعارف اور کونسلنگ کا مشن

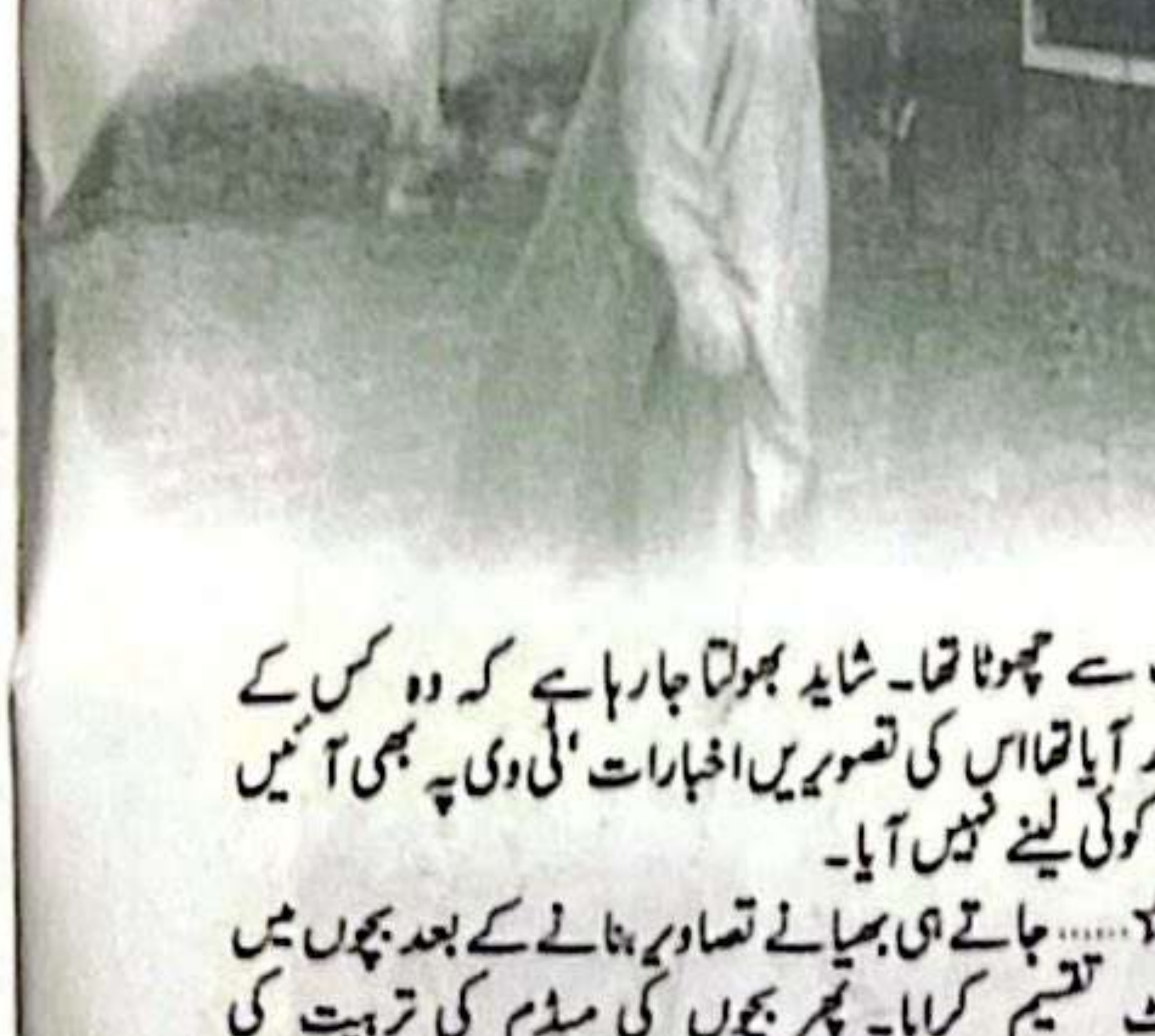

شروع ہوا۔

☆......پھول کی ہر ادا سب سے جدا اسی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے پھول کونسلنگ سروس کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس پینل میں ان ساتھیوں کو شامل کیا جاتا ہے جو نیکی کے

کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہتے ہوں۔ وہ اپنے اپنے اور فون نمبر بھجوا دیتے ہیں اور ہم ان کو بلوا لیتے ہیں۔

☆......معاشرے میں بچوں میں ذرا ذرا سی بات پر گھر سے بھاگنے کی ریت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی معاشی اور معاشرتی دونوں وجوہات ہیں یہ بچے جو گھر سے ناراض ہو کر نکلتے ہیں تو انہیں شاید اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو انجان اور بے رحم انسانوں کے سمندر میں دھکیل رہے ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر بچے غلط ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں اور ان کو کئی طرح کے گھناؤنے مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قلم ان مقاصد کی تفصیل لکھنے سے کتراتا ہے۔ مگر تلخ حقیقت ہے یہ۔

☆......نگہبان سنٹر گورنمنٹ آف پاکستان کا قائم کردہ ادارہ ہے جو ان گھروں سے بھاگ ہوئے یا گمشدہ بچوں

''فکر نہ فاقہ عیش کر کاکا'' کی وجہ سے بچے بہت خوش تھے

سنٹر کی عمارت اور انتظامیہ ہماری توقع برعکس نکلی

کے لئے عارضی پناہ گاہ کا کام کرتا ہے۔ پنجاب بھر میں ان کی 8 برانچز ہیں ہمارا وزٹ ان کی لاہور برانچ واقع چودھری کالونی' سمن آباد فیروز پور روڈ میں تھا یہ گندے نالے پر واقع ہے۔

☆......ایڈیٹر بھیا بطور سربراہ ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے ہر ٹیم ممبر کو سمجھایا کہ ان بچوں کو کیسے سمجھانا ہے اس سروس کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ ان نادان بچوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ وہ اپنے گھر کی بظاہر مشکل درحقیقت محفوظ زندگی کو چھوڑ کر باہر کی بظاہر دلفریب درحقیقت سنگلاخ راہوں کا انتخاب نہ کریں اس کونسلنگ کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔

☆......بچوں سے گفتگو کی گئی۔ ان سے انکے گھر سے بھاگنے کی وجوہات' موجودہ صورتحال اور

مستقبل کے بارے میں گفتگو کی گئی۔ یہاں پر سب سے چھوٹے بچے کی عمر تقریباً 5 سال تھی اسے اپنے گھر کے بارے میں بالکل نہیں پتا تھا۔ وہ کسی اور بچے کے ساتھ اپنے گھر سے نکلا تھا۔ سب سے بڑے بچے کی عمر 14 سال تھی وہ دوسری دفعہ گھر چھوڑ کر آیا تھا۔ ایک بچے شوکت نے کہا کہ اسے اپنی اماں کی یاد بہت آتی ہے۔ ایک اور بچے شیمان نے کہا کہ وہ دوسری میں پڑھتا تھا فیل ہونے پر اس کے والد نے اسے کام پر لگا دیا' وہ تین سال کام کرتا رہا اب وہ سختی کی وجہ سے بھاگ آیا ہے۔ اس نے دوبارہ پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ بڑے ہو کر فوجی بننا چاہتا ہے۔ کون جانے اس کی خواہش کا کیا

بقیہ--- صفحہ نمبر 44 پر

ٹیلی ٹونگ کالم

پھول کا مقبول عام کالم۔ جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 6367551-54 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں، شکایتیں لگا سکتے ہیں، تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

"بہت شوق تھا بات کرنے کا" یہ جملہ سن کر ہم نے کہا۔ حضور ایسے شوق کی راہ میں بھلا کون رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔ آج تک ہوا نہیں کہ کوئی بات کرنا چاہے اور کر نہ سکے۔ چاہے بات سے دل ٹوٹیں چاہے رشتے چھوٹیں۔ لوگ حق سچ کے نام پر لفظوں کو تلوار بنائے۔ بہانوں کو ڈھال بنائے اپنا شوق پورا کرتے رہتے ہیں آپ تو ہم کو بھلے آدمی لگ رہے ہو۔ یہ مبین تھے۔ وہ توقع نہیں کر رہے تھے شاید۔ پھر بھی بہت خوش ہوئے۔ بولے بھیا جی! اپنا ہے دس سال ہو گئے پھول پڑھنے اور آپ سے بات کرنے کا سوچتے، سوچتا تھا۔ بھیا جی کیسے ہوں گے، کیسے دکھتے ہوں گے بات کروں گا تو کیسے ردعمل کا سامنا ہوگا۔ ہم دل میں مسکرائے چند روز ہوئے فاروق جو ہمارے دفتر کے معاون ہیں بتا رہے تھے کہ آپ کو میرے بچوں نے بازار میں جھولا خریدتے دیکھا تھا۔ وہ کتنی دیر کھڑے دیکھتے رہے مگر بات کرنے سے ڈرتے رہے۔ انہوں نے بھابی کو بھی دیکھا ... گھر آ کر بہت خوش ہو ہو کر بتا رہے تھے۔ ایسے کپڑے پہنے تھے۔ ایسے باتیں کر رہے تھے ... فاروق بات مکمل کر چکا تو ہم نے بچوں کو پیار بھجوایا اور کہا مل لیتے تو ممکن ہے، ہم انہیں وہاں ٹھنڈی ٹھار بوتل ہی پلواتے۔ حال چال پوچھتے ان کی خوشی اور بڑھ جاتی۔ مبین ڈی کام میں ہیں اور بتا رہے تھے کہ پہلے اداریہ بچوں والا نہیں لگتا تھا۔ اب بڑے ہو گئے ہیں تو اپنا اپنا لگتا ہے ... پوچھنے لگے بھیا جی وہ ... چلیں چھوڑیں گزری بات کا کیا بتانا ... ہم نے تو تب بھی قہقہہ لگایا تھا ... اور پھاڑ کے ٹوکری میں پھینک دیا تھا ... اللہ جی سمجھ تو سب کو دیتے ہیں۔ اب کوئی استعمال نہ کرے یا غلط کرے تو بھلا ہم آپ کیوں دکھی ہوتے رہیں۔

ٹاؤن شپ سے سعدیہ نے بتایا بھیا جی میں سارے رسالے پڑھتی تھی۔ ہم نے شاباش دی۔ ہم کو وہ بچے بہت عزیز اور پیارے ہیں جو دوسرے رسالے بھی پڑھتے ہیں ... یوں نگاہوں اور خیالوں کو وسعت ملتی ہے۔ سوچ اور تقابل کا موقع ملتا ہے۔ اپنا کنواں جتنا مرضی اچھا ہو دوسرے کنوؤں کے پانی ضرور چکھنے چاہئیں۔ ٹھنڈے میٹھے ہوں تو سبحان اللہ۔ نہ ہوں تو اپنے والے کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ پس منظر میں رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ہم نے سعدیہ سے اس موسیقی کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ دو ماہ کا بھائی ہے۔ وہ رو رہا ہے اتنی دور تھا ہم نے رونے دیا ورنہ روتے بچے تو دیکھ کر ہماری حالت بڑی خراب ہوتی ہے ... بچوں کا رسالہ نکال کر سمجھیں کے سارے مطالبے اور ساری زبانیں اب سب سمجھ نہیں پاتے ... کل کوئی اس پر بھی چٹھی مل گئی تو ... سعدیہ نے اپنی کزن سمیعہ کو جو فیصل آباد رہتی ہے۔ سلام دیا ہم نے لے لیا۔

سیالکوٹ سے تمیرا فاروق کا فون آیا۔ وہ سعدیہ باجوہ کے سیالکوٹ آنے پر خوش تھیں اور توقع کا اظہار کر رہی تھیں کہ اب یہاں پھول گرلز کلب کا کام ضرور ہو سکے گا۔ تمیرا نے اپنا نمبر بھی دیا 551932۔ زیادہ بچیاں ہوئیں تو سیالکوٹ میں دو کلب بنا دیں گے۔ سعدیہ باجوہ نے کہا مما سلام کہہ رہی ہیں اور بیٹی کی مبارک دے رہی ہیں۔ پھر نام پوچھا ہم نے بتایا کہ انشراح نام رکھا ہے پوچھنے لگیں پورا بتایئے۔ ہم نے کہا کہ ہفتہ بھر گزرا تھا تو ہم نے بھی پوچھا تھا۔ کیونکہ ایک ہفتہ انشراح کا نام رہا۔ کہ ابھی تک نام وہی ہے ... پھر انشراح اختر ہوا۔ آج کل انشراح انوش ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے بہت خوشی اور مسرت دینے والی سعدیہ نے بتایا کہ ان کے بھائی علی کو جاب مل گئی ہے اور آج کل دوہا گیا ہوا ہے۔ عاصم پاس بیٹھا سلام کر رہا تھا۔ ہم نے بھی کو علیکم السلام کہا۔

انگلینڈ سے سعدیہ کا فون آیا۔ کہنے لگیں کہ پہلی بار فون کر رہی ہوں۔ انٹرنیٹ پر پھول کو باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔ اس بار ابھی تک اپ ڈیٹ نہیں ہوا۔ ہم نے فوراً کمپیوٹر والوں کو بلایا پتا چلا ہے کہ کچھ انڈین ہیکرز نے پاکستان کی سائٹس پر حملہ کیا تھا اس وجہ سے کئی سائٹس ڈسٹرب ہیں کچھ دنوں تک ٹھیک ہو جائیں گی ... ہمارا سرور تو غالباً سنگاپور میں ہے پھر بھی بات یہ ہے کہ کمپیوٹر کے بارے میں ہمیں ابھی اتنا ہی علم ہے جتنا آپ کو بحری جہاز اور آبدوز کے بارے میں ... مجبوراً سنی سنائی پر ہی اعتبار کرنا پڑتا ہے کبھی کبھی تو متاثر ہو کر یہ بھی کہہ دیتے ہیں اچھا ... یہ ہو رہا ہے دنیا میں

لاہور سے ایک ڈرا ڈرا سا فون سدرہ کا آیا ایک سارہ رضا کا۔ سارہ 5th میں پڑھتی ہیں اور والٹن رہتی ہیں۔ دونوں بچیو! تم خوش رہو اور ہمت سے فون کیا کرو ... لاہور سے ضرغام نے کہا بھیا بچوں کے نام آسان رکھنے چاہئیں۔ اصل میں ایک بار میں انشراح کا نام بھول گیا تھا اور جوڑ کر کے یاد کر رہا تھا۔ ضرغام نے بتایا کہ بچپن میں اسے اپنا نام کئی کئی بار بتانا پڑتا تھا۔ پھر بھی لوگ غلط لکھتے تھے اور زے لکھتے تھے ... ایک بار تو یہ ہوا کہ آپ نام رہنے دیں بتانے سے آپ کو پتا تو چلتا نہیں مجھے ویسے ہی یاد رکھیں۔ ہم نے اللہ جی کا شکریہ ادا کیا کہ ہمارا نام آسان ہے بلکہ بھیا جی تو اور بھی آسان ہے البتہ پچھلے دنوں صادق آباد گونگھ ماچھی سے پروفیسر ظریف نے کہا میں آپ کو بھیا جی لکھ تو دیتا ہوں مگر ساری دنیا یہی کہتی ہے مگر مجھے تو برخوردار کہہ کر اچھا لگے گا ہم نے کہا قبلہ شوق فرمایئے ... ایک ہم ہی تو ہیں جس پر سو طرح کے تجربے کیے جا سکتے ہیں۔

لاہور سے عالیہ بخاری کا فون آیا بتا رہی تھیں کہ کسی زمانے میں بچوں کیلئے لکھتی تھی۔ ہم نے پوچھا مانو موجود تھے۔ آپ سے کس نے کہا بیت گیا۔ چند روز بعد عالیہ بخاری کی کہانیاں مل گئیں ... یہ ہوتا ہے تھوڑی بات کو زیادہ جاننے کا اثر۔ ساہیوال سے اقصیٰ کے پیغامات بھی آتے رہتے ہیں اور پھر اب کے فون بھی آ گیا اقصیٰ 9th میں پڑھتی ہیں بیٹی کا نام پوچھ رہی تھیں ... پھر کہنے لگیں پھول کیوں نہ اچھا لگے ہر چھوٹی بڑی بات لکھ دیتا ہے یوں کے سیدھا دل میں جگہ پاتا ہے۔ شاد باغ سے رابعہ حبیب نے بتایا کہ ایف اے کے پیپر دے کر فارغ ہوں۔ ابو نے گھر پر بٹھا دیا ہے۔ میرا ارادہ تو پڑھنے کا تھا۔ ہم نے کہا حوصلہ۔ بابا۔ حوصلہ اللہ جی کو ذرا دل سے یاد کریں اور پوچھیں سر! میرے دل کی خواہش مزید پڑھنے کی ہے۔ آپ اسے میری قسمت میں لکھ دیں تو کیا حرج ہے۔

فائدہ ہوا تو ضرور لکھی جائے گی۔ نہ لکھی گئی تو افسردہ نہیں ہونا۔ اسی میں خیر نکل آئے گی۔ پوچھنے لگیں آپ کیا کھا رہے ہیں۔ ہم نے بتایا کہ ابھی ابھی منظور وحید کا گلاب جامن لائے ہیں ان کے ہاں اللہ جی نے دعا کو بھائی دیا ہے نور الایمان نام رکھا ہے۔

شام کے بچھیاں سے کلیم اللہ نے کہا بھیا جی مجھے کونسلنگ سروس کیلئے بلا لیا کریں۔ ہر ماہ کی یکم کو۔ پھول اتنا اچھا اور نیکی کا کام کر رہا ہے میں اس میں کچھ حصہ تو ڈال لوں۔ تبصرے کرنا۔ مشورے دینا۔ بہت آسان ہے خود جا کر کسی کا ہاتھ پکڑنا ... سمجھانا اور راہ دکھانا مشکل ہے۔ پھول اس مشکل کام پر نکلا ہے۔ میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔

محمد عمر نے حنا نے فون کیا۔ یہ دہم میں پڑھتی ہیں ان کا مطالبہ تھا کہ انشراح کی فوٹو ٹائٹل پر چھاپیں ہم نے کہا نا بابا نہ۔ جسے کہتے ہیں نا کہ سوتے میں بچے کے منہ چومنا بچہ خوش نہ اس کی اماں۔ تو ایسے ہی ہمارا ابھی قول ہے کہ بچے کا فوٹو تب چھپے جب وہ خود فرمائش کرے ... اسے خبر تو ہو کہ وہ ہیرو بن رہا ہے ... سعدیہ سے بھی بات ہوئی یہ فرسٹ ائیر کا ایگزام دے رہی تھیں اور کمال بات ہے یا مشکل بھی ڈری ہوئی نہیں تھیں۔

فیصل آباد سے ثناء نے فون کیا بڑے لمبے عرصے بعد آئیں۔ بتا رہی تھیں کہ طویل بیماری کے بعد اٹھ کر آئی ہوں۔ پھول بھی عرصے بعد دیکھا۔ مدیحہ ابرار اپنے ٹیچرز کو سلام کہہ رہی ہیں سر شہزاد، سر اعجاز، سر آصف احسان، مدیحہ نے بتایا کہ وہ القلم میں پڑھتی ہیں۔

رافعہ کا فون آیا بتا رہی تھیں کہ آپ کی صحت کیلئے تشویش میں مبتلا ہوں ... اللہ جی آپ کو بہت صحت دیں۔

شکریہ اور آمین ... ہم نے کہا اور ساتھ ہی پوچھا اچھی لڑکی کیا ہوا کیوں تشویش ہوئی بتانے لگیں کہ خواب دیکھا تھا۔ آپ بیڈ پہ لیٹے تھے۔ ہم ہنس دیئے اور بتایا کہ پچھلے دنوں جب ہم منصورہ ہسپتال تھے اور آپ کی بھابی لیبر روم میں تھیں تو ہم ایک چھوڑ دو راتیں انہی کے بستر پہ سوتا رہا۔

پھر ہم نے ان سے کہا اللہ جی آپ کو خوش رکھیں۔ ہماری صحت کیلئے دعا کیجئے اور ان سب کی صحت کیلئے بھی جو ہم سے اتنا پیار کرتے ہیں۔

شاد باغ سے تابندہ نے پوچھا بھیا جی انشراح کو پولیو کے قطرے پلا لیے ہیں۔ ہم نے شکریہ کہا اور بتایا جی بالکل تابندہ نے کہا اس بار اداریہ بہت خوب صورت موضوع پر تھا۔ ایسے موضوعات پہ کم لکھا گیا ہے موضوع بہت لامحدود تھا۔ تابندہ کے بھائی عاصم جن سے وہ بہت پیار کرتی ہیں ان دنوں فیصل آباد کے پنجاب میڈیکل کالج میں پڑھ رہے ہیں اور ان کا پیغام تھا کہ ایگزام ہونے والے ہیں دعا کیجئے گا اور ہاں انہوں نے اچھے بچوں کی طرح انعام ملنے پر شکریے کا پیغام بھی بھجوایا۔

ایک فون ایسا ہی آیا جسے کہتے ہیں **you made my day**

جناب یہ حفیظ تائب تھے۔ ان کی آواز میں کس قدر مٹھاس اور سکون تھا یہ بتانا مشکل ہے۔ کہنے لگے آپ کی تحریر میں نے پہلے تو کبھی نہیں پڑھی۔ ملاقات ہوئی تھی اور آپ مجھے بھلے لگے تھے جس کو اس عمر میں اللہ اور رسول محبوب ہو۔ ان کا سلیقے سے ذکر کرتا ہو وہ اچھا کیوں نہ لگے گا آپ کی تحریر پہلی بار پڑھی اس ماہ کے پھول کا اداریہ جو سرور اور شیخ صاحب کے حوالے سے تھا ... آپ نے اداریے میں جس طرح اپنے ابو جی کا ذکر کیا ہے خاص طور پر ان سے بڑی غائبانہ سی محبت ہو گئی ہے ان کو میرا سلام کہیے۔ جناب حفیظ تائب کے شیریں جملے سن کر ہمیں بے حد اچھا لگا۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی صحت کیلئے اللہ جی سے دعا کی۔

ایسے پیارے پیارے بابے تو اتنی بڑی نعمت اور رحمت ہیں کہ جس قدر قدر کی جائے کم ہے۔ ان سے دعائیں لی جائیں۔ ان سے راہنمائی لی جائے ... تا کہ زندگی خیر اور برکت سے بھر جائے اور یہ رہے اس ماہ ہمیں موبائل پہ ملنے والے SMS پیغامات۔ نئے ساتھیوں کیلئے صرف اتنی یاد دہانی کا پیغام کے آخر میں اپنا نام اور شہر ضرور لکھا کریں ... نمبر سے پتا نہیں چلتا کہ کون ذات شریف مخاطب ہیں۔

بھیا جی آپ کو اور بھابی کو بے بی کی آمد پر بہت مبارک؟ میں ہوں زاہد فضل الحق جدہ سے اور میرے ساتھ میرے میاں ہیں مظہر شیخ ہم جلدی پاکستان آ رہے ہیں آ کر پھول پر تفصیلی تبصرہ لکھوں گی یہاں پھول جب ملتا ہے تبصرہ بھجوانے کی تاریخ ختم ہونے والی ہوتی ہے۔

اللہ جی آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھیں۔ میں ہوں آپ کا بھائی ضیاء الرحمن راجا۔ راجا اکثر انٹرنیٹ سے پیغام بھجواتے ہیں۔

اختر بھیا آپ کیسے ہیں یہاں کراچی کا موسم خوب گرم ہے پھول پڑھ لیا۔ آپ کب کراچی آئیں گے۔ ڈاکٹر شکیل

بھیا جی میں کراچی آیا ہوا ہوں۔ خوب گرمی ہے اس لیے ملتان یاد آ رہا ہے خواجہ مظہر نواز صدیقی۔

سلام محبت۔ دنیا کیلئے آپ ایک فرد ہوں گے مگر کسی ایک فرد کیلئے آپ ہی دنیا ہوں گے ... سدرہ بدر۔ ہما۔ سارہ

میری ایک تجویز ہے کہ ایک روم کھولیں جہاں ہم اچھی باتیں شیئر کیا کریں (نامعلوم بھائی صاحب آپ گھر کے بغیر بھی باتیں شیئر کر لیا کرو)

☆ سیالکوٹ سے راحیلہ نے گفٹ ملنے پر شکریہ کا فون کیا کہہ رہی تھیں بہت عمدہ کتابیں ہیں۔

Scanned with CamScanner

☆ آسیہ ممتاز بکھیکی سے بتا رہی تھیں کہ 8 سال سے پھول سے محبت کرتی ہیں۔ پوچھنے لگیں بھیا جی آپ کو ہمارے دل کی بات کا کیسے اندازہ ہو جاتا ہے۔ جو ہم چاہتے ہیں اسی ماہ اسی موضوع پر لکھ ڈالتے ہیں۔ آپ پلیز ہمارے بھائی بن جائیں ـــــ ہم نے کہا گڑیا رانی! بھائی ایک محبت' ایک اعتبار اور یقین کا رشتہ ہے۔ آپ اسی لئے تو ہم تک دوڑے بھاگے آتے ہو۔ ملتے ہو' بات کرتے ہو۔ لکھتے ہو کہ دل میں اس تعلق کا ڈوریں کہیں فولاد کی طرح مضبوطی سے تنی ہوتی ہے۔ جو رشتہ پہلے سے موجود ہو اور پوری قوت اور توانائی سے موجود ہو بھلا اس پر پھر الگ سے بینر لگانے کی کیوں ضرورت؟

☆ کراچی سے پروفیسر مجیب ظفر انوار نے باقاعدہ "سَر دوپہرے" فون کیا۔ ہم نے حوصلہ افزائی کی آخر کو پروفیسر صاحب نے دن دیہاڑے اتنے پیسے خرچ کر دیئے تھے ـــــ مجیب ہمارے پرانے دوست ہیں مگر ہمارے سمجھانے بجھانے کے باوجود موٹے ہونے سے باز نہیں آئے اب تو الحمدللہ تین لوگوں کا لمبا نام رکھ کر جسامت بھی اتنی ہی کر لی ہے۔ ہم نے تو معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے سفرنامے کا پوچھ رہے تھے۔ ہم نے کہا اللہ خیر کرے اگلے ماہ انشاءاللہ آجائے گا۔ ساری سستی ہماری وجہ سے ہوئی اور ہوئے جا رہی ہے۔

☆ کلیم کا فون آیا امی بیمار ہیں بھیا پلیز دعا کریں۔ اس سے کہا بیٹے ماں تو خوشی اور تحفظ کا سب سے مضبوط قلعہ ہوتا ہے اللہ جی کے سامنے جھک جائیں اور رو دیں۔ آپ کیلئے وہ ماں ہے سب سے قیمتی ـــــ اس کیلئے تو کروڑوں اربوں میں سے ایک بندی ہے ـــــ آپ کی تڑپ اور دعا کی شدت ہی تو اس کو آپ کا پیغام دے گی۔ ہم دعا ضرور کریں گے ـــــ مگر اصلی دعا آپ ہی کی لگنی ہے۔

☆ ایک فون نے تھوڑا پریشان کیا۔ یہ آمنہ اعظم تھیں۔ ہماری عزیز ساتھی ـــــ بتا رہی تھیں کہ ان دنوں کمر اور ٹانگ میں شدید درد ہے۔ نماز بھی ڈاکٹر نے بیٹھ کر پڑھنے کو کہا ہے۔ مولا آسانی دے۔ بیماریاں بھی راہ چلتے آلیتی ہیں۔ نہ جان نہ پہچان ـــــ پھر بھی آ ڈیرہ ڈالتی ہیں۔

☆ گزشتہ ماہ ڈائریکٹ نمبر غلط چھپ گیا۔ 0426301427 یہ دوپہر 2 بجے سے شام 5 بجے تک ہم خود سنتے ہیں ـــــ بطور خاص لاہور سے باہر کے ساتھی ـــــ ان کی آسانی کیلئے رات کو 0427443178 پہ بھی ہم کال لے لیتے ہیں۔ کبھی جو ہم نہ ملیں تو موبائل پہ چیک کر لیں۔

☆ وصی شاہ کا فون آیا۔ یہ کمال نوجوان ہے۔ اتنے بھولے اور پیارے نوجوان کہ حیرت ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں ہم دونوں مین بلیوارڈ گلبرگ سے آ رہے تھے۔ ان کو جناح برج کے شروع میں ڈراپ کیا۔ جب اتر رہے تھے تو ایک سائیکل سوار نے دھاڑ کر کے دروازے کو ٹکر ماری۔ ہمیں وصی کے ہاتھ کی فکر تھی۔ ان کی مروت کا عالم یہ ہے کہ ہاتھ بھول کے دروازے کی فکر میں لگ گئے۔ خیر سائیکل والے نے تو کب غلطی ماننی تھی۔ ہم دونوں نے فوری طور پر اکٹھے ہی اس سے سوری کی ـــــ وہ حیران پریشان 'کوئی بات نہیں' کوئی بات نہیں۔ مڑ مڑ کے دیکھتا آگے چل پڑا ـــــ حادثوں کے بعد ایسا رویہ کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے ـــــ وہ بیچارہ اس حیرت میں مبتلا تھا ـــــ وصی کا حال دیکھیں چار دن بعد بھی دروازے کا پوچھا ـــــ ہم نے کہا بھلے آدمی ـــــ اب بھول بھی جاؤ ـــــ فرصت ملے گی تو اسے بھی ٹھیک کروا لیں گے۔

☆ لاہور سے علیزے کا فون آیا بیڈ ٹائم کے بارے میں بول رہی تھیں کہ بس ٹھیک تھی۔ البتہ اداریہ اچھا تھا انتخاب فضلو درزی مارولس تھا۔ رابعہ ارم تھیوری پر بہت زور دیتی ہیں۔ انہیں کہیں کریکٹرز پہ بھی زور دیا کریں۔ رابعہ کی شادی کی تیاریاں آخری مراحل میں ہیں۔ ایسے میں یہ مشورہ دینا مفید بھی نہیں اور موزوں بھی ـــــ رابعہ چندا نیا سفر مبارک اللہ جی تم دونوں کو ڈھیروں سکھ اور دونوں خاندانوں کو بہت سی محبت اور مودت سے نوازے۔

☆ بھیا جی دنیا کی سب سے حسین نعمت بیٹی مبارک ہو۔ یہ مہوش تھیں۔

☆ فاطمہ صمدی نے کئی پیغام بھیجے۔ ایک میں بے بی اور ابو جی کو سلام اور مبارک دی۔ شکریہ بچے۔

☆ ملتان میں 150 شماروں کی تکمیل پر ہم نے بڑا اچھا پروگرام کروایا ہے۔ یہ تھے فاروق ملک ـــــ انشراح کی مبارک بھی دی۔

☆ فرحانہ ملک' شبانہ ملک' لاریب سحر اور گل رانا سے بات ہوئی۔ گل ہما بھی وہیں تھیں۔ فرحانہ نے بتایا کہ ہم آٹھ بہنیں ہیں اور 93 سے پھول پڑھ رہی ہیں۔ ساری بہنیں بے حد خوش اخلاق اور خوش تھیں۔ اصل میں اتنی رونق والے گھر میں بداخلاقی افورڈ بھی نہیں کی جا سکتی ـــــ پھر اتنی بہنوں میں کچھ بہت اچھی ہوتی ہیں۔ ان کو دیکھ کر مجبوراً اچھا ہونا پڑتا ہے۔ ہم سوچ رہے تھے کس قدر مجبوری ہے اب بندہ اچھا بچہ نہ بننا چاہے تو کیا ہے ـــــ کس کس سے لڑتا پھرے ـــــ شبانہ نے کہا (ایم اے کرنے والی ہیں) بھیا جی آپ سے بات کر کے بہت بہت خوشی ہو رہی ہے۔ فرحانہ نے اس روز بی اے پاس کیا تھا۔ ہم نے مبارک دی ـــــ گل رانا یا گل رعنا بی ایس سی کر رہی ہیں۔ گل ہما جس کو ہم نے دو تین بار قلم حماہی لکھ ڈالا ایف ایس سی اور لاریب سحر نہم کی طالبہ ہیں۔ بھئی پیاری بچیو! جیتی رہو' سلامت رہو' اچھے نصیب پاؤ' ہمیشہ آپس میں بنا کر رکھنا محبت زندگی آسان کر دیتی ہے۔

☆ دمام سعودی عرب سے ربیعہ علی کا پیغام آیا بھیا جی بیٹی کی خبر پڑھی۔ بہت بہت مبارک ہو۔ میں دس سال سے پھول پڑھ رہی ہوں اور اسے بہت پسند کرتی ہوں۔ میری دعائیں آج سے نہیں شروع سے آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم نے دل ہی دل میں ربیعہ کا شکریہ ادا کیا۔ ربیعہ اللہ جی آپ کو سلامت رکھیں اور ان دعاؤں کو بھی ـــــ ہم کو اب دعاؤں نے ہی ہمیشہ آباد رکھا ہے' شاد رکھا ہے' ورنہ زندگی ہے دھوپ چھاؤں چلتی رہتی ہے۔ مگر اللہ کا شکر ہے ان دعاؤں سے دھوپ ٹھہرتی نہیں ہے۔ ان پیارے دلوں' آنکھوں اور ہاتھوں کو ہمارا سلام اور پیار جو ہمارے لئے بن کہے۔ بن بتائے اللہ جی سے خیر سلامتی' برکت' وسعت اور عزت مانگتے ہیں۔

☆ تائیک پورہ سیالکوٹ سے سحر' سعدیہ کے علاوہ چیمہ کا بھی پیغام آیا ـــــ

☆ یہ فون صوبہ سرحد بنوں سے آیا ـــــ سعادت خاں تھے بتا رہے تھے کہ بھیا جی آپ پہ کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ روشن پاکستان میں ایک خوبصورت آرٹیکل پڑھا ـــــ یہ مظہر یوسف زئی صاحب نے لکھا تھا ـــــ اگلے ہفتے پھر ایک مضمون چھپا یہ پروفیسر خالد پرویز صاحب نے لکھا تھا۔ جس میں آپ کے اداریوں پہ تفصیل سے روشنی ڈالی گئی تھی۔

☆ تابندہ نے شادباغ سے پہلے مبارک دی پھر کہا میں کسی روز آپ کی دعوت کروں گی۔ ضرور ہم نے شکریے کے ساتھ کہا۔ تابندہ نے اک سفر اچھا لگا کا پوچھا۔ ہم نے بتایا کہ اس کے علاوہ افسانوں کے ایک مجموعے "ریلیف میپ" یہ بھی کام مکمل ہو چکا ہے اللہ جی نے چاہا تو وہ بھی ایک دو ماہ میں آجائے گا۔ تابندہ کو "How Cruel" ذرا مشکل لگی۔ سوچنا پڑا جب سوچا تو پھر سمجھ آئی اور اچھی لگنے لگی۔

☆ کفیلہ نعیم اعوان نے سرگودھا کے قصبے بھاگٹانوالہ سے فون کیا۔ بتا رہی تھیں کہ میری شادی ہو گئی ہے۔ میں پہلے نارووال سے پھول کو لکھتی تھی۔ شادی کے بعد یہاں آ گئی ہوں۔ میرے میاں کی پرچون کی دکان ہے ـــــ اس بار ہم نے گھر میں کہانی گھر بھی کروایا ـــــ سارے گھر والے خوش ہو گئے۔ گھر والا بھی خوش ہوا؟ ہم نے پوچھا ـــــ پرچون کی دکان ہے پھر تو ان دنوں بسکٹ خوب کھائے جا رہے ہوں گے اصل میں اس وقت ہم بھی بسکٹ کھا رہے تھے۔ سوپر نام کے ـــــ جو ہمیں بھی بڑے مرغوب ہیں مگر کیا کریں ایک دو کھانے کے بعد ڈبہ بند کرنا پڑتا ہے ـــــ ہمیں ایک بسکٹ ایک میل کا پڑتا ہے۔ کفیلہ نے نارووال میں سب کو سلام کیا۔ بطور خاص سعدیہ نورین' نعیمہ' رابعہ اور نبیلہ بٹ کو۔

☆ یہ فون وادی سون سکیسر سے ہماری بہت پیاری لکھاری جویریہ انجم نجت کا تھا۔ وہ ان دنوں وہاں ہیں۔ خوب باتیں ہوئیں جویریہ کہانیاں ہی نہیں نظمیں بھی بہت اچھی کہتی ہیں ہم نے آئندہ شعروں والا کالم ان کے ذمے کیا ہے تاکہ فارغ بیٹھ کر کوئی اچھا کام بھی کریں واہ کیا بات کیلئے اچھی یا اچھے میزبان کی تلاش اور انتظار ہے دیکھیں کس کے خط یا فون پہ یہ قرعہ کس کے نام نکلتا ہے۔

☆ رابعہ ارم شاہ نے فون کیا پہلے "عرب کے چاند کی بات کی جو ایک ہندو سوامی لکشمن پرشاد نے لکھی اور 26 سال کی عمر میں فوت بھی ہو گئے۔ کمال کتاب ہے۔ سوامی جی نے کہیں لکھا ہے کہ جس طرح کے مسلمان میں میرے آس پاس ہیں مسلمان ہو کر مرنے کو دل نہیں کرتا ہم نے بتایا کہ رابعہ آپ کو کالم بہت دعائیں ملتی ہیں جنھوں نے کبھی پڑھا نہیں تھا وہ بھی اس قدر عمدہ معلوماتی اور مجبتی کالم پڑھتے ہیں۔ رابعہ ہمارے اداریوں کا ذکر کرنے لگیں۔ ان کو جملوں کے جملے یاد تھے ـــــ کوئی نگاہوں' رشتوں اور پودوں والا جملہ تھا۔ اس کا حوالہ دے رہی تھیں۔ ہم حیران رہ گئے رابعہ نے عجیب سی فرمائش کی ـــــ آپ ہمیشہ ایڈیٹر بھیا ہی رہیے گا کسی اور سے انسپائر ہونے کو اب دل نہیں کرتا ـــــ یہی بات ہے خوش ہونے کی بجائے اندر تک سے ہل گئے۔ یہ پھول سے پیارے ساتھیوں نے ہمیں کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ مٹی کو سونا کہوں تو برا مت مانیے گا۔ اب تو ایک ہی آرزو ہے کہ جب اللہ جی کے ہاں جائیں تو یہ ساری محبتیں تمغے بن کر سینے پر سجیں ـــــ اور اپنی ساری غلطیاں کوتاہیاں سستیاں ان تمغوں کے پیچھے کہیں دب جائیں ـــــ یہ محبت بڑی ظالم ہوتی ہے۔ بندے کو بدل کے رکھ دیتی ہے کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے۔

☆ اسلام آباد سے طاہرہ کا فون آیا۔ بڑے دنوں بعد بات ہوئی۔

☆ ڈیرہ غازی خان سے نصر اللہ iiird ایئر نے کہا زیادہ لمبی لمبی کہانیاں نہ دیا کریں۔

☆ ہیلو بھیا جی پہچانا میں ملتان میں کینفے عرفات میں پھول کے پروگرام میں آپ سے ملی تھی ـــــ یہ حنا حبیبہ ملتان سے تھیں ـــــ

☆ عاصمہ مجید نے بھائی پھیرو سے فون کیا۔ بھیا جی مبارک کے طور پر یہ کارڈ اور ایک میٹھی کھجور کا تحفہ بھیجا ہے ـــــ میرے پاس ایک ہی تھی اور اللہ جی کے گھر سے آئی تھی اپنے لئے سنبھال کے رکھی تھی۔

☆ یہ رافعہ تھیں دلو خورد کاہنہ نو سے نہم کے پیپر دے رہی ہیں۔ پیپروں پہ خوش اور اداس تھیں۔ ڈی پی ایس میں ہیں۔ فارعہ کا نام لکھوایا اور تاکید کی کہ فوارے والے ف سے لکھیں ـــــ بھائی عبداللہ iii میں ہے وہ بھی ڈی پی ایس میں ہے ـــــ

☆ اقبال ٹاؤن سے مسز شہناز اشرف کا فون آیا بتا رہی تھیں کہ رات پھول کے کئی شمارے پڑھ ڈالے بہت اچھے لگے۔ میں تو حیران رہ گئی ـــــ اداریے خاص طور پر دل کو چھو گئے۔ شکریہ آنٹی۔

☆ کینیرڈ کالج سے آمنہ نے فون کیا۔ انہوں نے ایف ایس سی میں 760 نمبر لئے ہمیں تو اچھے نمبر لگے۔ ارجمند بانو سے بھی بات ہوئی بتا رہی تھیں کہ میری تائی بھی پھول کیلئے لکھا کرتی تھیں ـــــ

☆ ڈی پی ایس ماڈل ٹاؤن سے عبداللہ سے بات ہوئی وہ اپنے دوستوں نعمان طارق' مارت خالد کی تعریف کر رہے تھے ہم نے کہا دوستوں کو بتا دینا چاہئے کہ وہ آپ کو اچھے لگتے ہیں ـــــ شرما کے بولے آپ ان دونوں کے علاوہ ہماری مس شمس محمود کو بھی سلام لکھ دیں اور کہہ دیں کہ وہ بہت اچھا پڑھاتی ہیں۔

☆ ننکانہ صاحب سے ڈاکٹر شہزاد اویس کا فون آیا رات بہت دیر تک بات کی۔ بتا رہے تھے کہ انٹرنیٹ پہ لکھے اداریے نے مجھے پہلی بار اس سلسلے سے روشناس کروایا اور میں نے اپنے بچوں کو سلگتے کوکوں سے ہاتھ جلانے سے بچا لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں ننکانہ آنے کی دعوت دی۔

☆ چوبرجی سے ربیعہ یونس نے کہا میں 7 سال سے پڑھ رہی ہوں۔ آپ بڑے ہمت والے ہیں ڈرتے نہیں ہو۔ آپ بڑے سیٹ ہو ہم نے پوری بات سنی اور پوچھا گڑیا آپ وہی ہو ناں جس نے میٹرک کر کے بتایا تھا کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔

☆ امریکہ کی ریاست لوزیانہ سے عبدالشکور کا فون آیا افسردہ تھے کہ پھول نہیں مل رہا۔ امریکی محکمہ پرچوں کی تلاشی لیکر روک لیتا ہے ـــــ ہم نے کہا اس بار تو پھول بالکل ہی آپ کو نہیں مل سکے گا۔ وہ وجہ پوچھتے رہے ـــــ ہم کیا بتاتے ـــــ

☆ ڈنگہ سے اعجاز احمد صاحب نے بھی فون کیا۔ سلام کیا مبارک دی۔ حافظ آباد سے سمیعہ دہم نے پھول کو پسند کرنے کا بتایا ـــــ وہ 4th سے پھول کی قاری ہیں۔ پہلی بار فون کیا اور اپنی دوست ریحانہ کو سلام اور پیار دیا۔ یہاں تک لکھ کر ہمارے قلم کی سیاہی خشک ہو گئی ہے۔ اس لئے اگلے ماہ تک اجازت۔ اللہ جی کے حوالے۔ سلامت رہیے۔

پھول ساتھیوں کی تخلیقات سے سجا کالم

ہم بھی شعر کہتے ہیں

محمد نوید جان میؤ

پیارے ساتھیو! یقیناً کہ آپ لوگ اپنی زندگی پڑھائی، رشتوں اور سوچوں کی پرواز سے مطمئن ہوں، خوابوں کی دنیا میں رہنا اور جاگتی آنکھوں سے خواب بنتے رہنا کے اچھا نہیں لگتا لیکن کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کرتے کچھ نہیں اور خوابوں کے سہارے ہی زندگی گزار دیتے ہیں تو ساتھیو جیسے راستے کی باتیں کرتے رہنے سے راستے طے نہیں ہو سکتا بالکل ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے خوابوں کی تعبیر کبھی نہیں مل سکتی۔ آپ جو بھی خواب دیکھیں وہ ایسا ہو کہ جس کی تعبیر آپ کو آسانی سے مل جائے ورنہ تعبیر کے بغیر خواب ایسے ہی ہیں جیسے سانسوں کے بنا زندگی۔ ادھورے رشتے ہوں ادھوری سوچیں ہوں یا ادھورے لوگ کبھی کسی مکمل خوشی کا باعث نہیں بن سکتے اور ادھوری خوشی نہ تو آپ کے کسی کام آسکتی ہے اور نہ ہی دوسروں کے، اچھا سوچئے، اچھا پڑھیئے، اچھا کیجئے اور پھر خوب اچھا لکھیئے۔

اب آتے ہیں آپ کی تخلیقات کی جانب لیکن پہلے میری ایک غزل آپ سب کی نذر!

تیرگی زیست کی مٹاتا ہوں
ظلمتوں میں دیئے جلاتا ہوں
جب بھی امید کوئی ٹوٹے ہے
آشنا ایک نیا بناتا ہوں
اپنا دامن اگرچہ خالی ہے
خواب اوروں کو میں دکھاتا ہوں
جب کبھی یاد مجھ کو آتے ہو
چونک جاتا ہوں مسکراتا ہوں
چاند تاروں سے ہے دوستی اپنی
اپنی غزلیں انہیں سناتا ہوں
زمانہ مجھ کو بدل نہیں سکتا
حوصلہ خود کو میں دلاتا ہوں
دوسروں کی خوشی کی خاطر ہی
جیت کر اکثر ہار جاتا ہوں
انتظار نوید ہے مجھ کو
حوصلہ اپنا آزماتا ہوں

وزیر اعظم جمالی کے نام

ہمارے وزیر اعظم ظفر اللہ جمالی
تو بنا ہے دیس پاکستان کا مالی
تو نہ لینا قومی خزانے کی تالی
اور نہ کرنا قومی خزانہ خالی
اس میں پنہاں ہے مملکت کی خوشحالی
جس کی بنیاد محمد علی جناح نے ڈالی
مشرف پرویز ہے تیرا ہم خیالی
تو نے ہاں بھی اسمبلی والوں سے کرالی
تجھے جس نے وزیر اعظم بنایا
اس کی ذات ہے رب المتعالی
کنور تجھ کو کرتا ہے نصیحت کہ تجھ سے پہلے
بہت وزیروں نے یہ حکومت چلالی
رانا محمد جمیل کنور رانا ٹاؤن بھوئے آصل

یہ مرا سوچنا

بے پناہ سوچنا
بے وجہ سوچنا
بے خبر سوچنا...... رات بھر سوچنا
کبھی دنیا کے قصے نئے اور پرانے
حوصلہ صبر میں، پنجہ جبر میں
کیسی جنگ جاری رہتی ہے روز ازل سے
یہ غریب شہر اور اس کا لہو
خاک ہوتی ہوئی
راکھ ہوتی ہوئی
اس کی ہر آرزو، اس کی ہر جستجو
ایک بحر ہوس اس میں ڈوبا ہوا ہے یہ سارا جہاں
پر شکم حرص کا کبھی بھرتا نہیں
اور یہ چڑھتا سمندر اترتا نہیں
خواہش دل کی بھٹی میں تپتی ہوئی
حسرتیں بیٹھی دور ہاتھ ملتی ہوئی
اپنے دل کو میں سمجھاؤں کیسے یہ سب
ہے ترا سوچنا، بے سبب سوچنا، یہ مرا سوچنا ہے عجب سوچنا
دل کی مجبوریاں اور کبھی دوریاں
رشتے جالوں کی مانند لپٹے ہوئے
کچھ انا کا بھرم، کچھ خوشی تھوڑا غم
دل میں اٹھتی ابھرتی ہوئی ایک کسک
اپنی دھرتی پر چمکتی ہوئی اک دھنک
اس کا احساس بھی، فرقت و یاس بھی
کون آیا گیا کچھ پتہ ہی نہیں
سوچ میں اور کوئی در کھلا ہی نہیں
غم کی پرچھائیاں، دکھ کی تنہائیاں
یہ کڑی دھوپ کا سورج تو ڈھلتا نہیں
اس مرے سوچنے سے کچھ بدلتا نہیں
پھر بھی ہے سلسلہ یہی روز و شب
بے خبر، رات بھر، بے وجہ، بے سبب، یہ مرا سوچنا، بے پناہ سوچنا

خطائوں کے اقبالی

لب پر ہے دعا اے میرے خدا
بارود سے جلتے مظلوم عراقی دیتے ہیں صدا
غرور میں بدمست بش کی یہ چیرہ دستیاں
ٹینکوں نے جسم مسل دیئے جل اٹھیں ساری بستیاں
دل خون کے آنسو روتا ہے دیکھ کے معصوم لاشے
منتظر ابابیل ہیں آنکھیں، روکے جو باطل کی بدمستیاں
جبین عاجز سے تیرے در پہ سوالی ہیں
بلاشبہ دامن ہمارے نیکیوں سے خالی ہیں
بھسم ہو جائے فوج ابلیس ابرہہ کے ہاتھیوں کی طرح
یا اللہ ہو جائے معجزہ، ہم اپنی خطاؤں کے اقبالی ہیں

مہر غلام نبی بہادر۔ گوجرانوالہ

دیکھ لو اے دنیا والو آیا ہے "دجال آخر"

جس کی دھوم تھی چاروں اُور وہ بن گیا ہے وبال آخر
جو بنا ہے نمرود بلکہ نمرود کی روح بھی گھبرائی ہوگی
کہ مجھ سے بڑھ کر خدائی دعویٰ کس کا ہے خیال آخر
نا جانے کیوں بے بسی میں ہم ہیں نا جانے کیوں غفلتوں میں "وہ" ہے
نا جانے کب آئے گا اس کو حقیقتوں کا خیال آخر
مصلحتوں کا ہمیں سامنا ہے خود کو خود ہی سنبھالنا ہے
ٹھوکریں کھا کر بھی "اس" کو کیوں ہوتا نہیں ملال آخر
دیکھو کیسے بہکا گیا ہے "شاطر" کو میرا اپنا گیا ہے
مقابلے سے پہلے ہی وہ چل گیا ہے چال آخر

مصباح فاطمہ۔ سیالکوٹ کینٹ

خوشبو کو محدود کرو گے

دیکھو! تم یہ پھول نہ توڑو
جگنو کو مٹھی میں لے کر
تتلی کو ہاتھوں میں چھپا کر
رنگ اور روشنی پا نہ سکو گے
لیکن یہ خود غرضی ہوگی
روشنی، خوشبو، رنگ، محبت
سب کی خوشی ہیں
سب کے لیے ہیں
ان کے گرد نہ دائرے کھینچو
دیکھو! تم یہ پھول نہ توڑو
دیکھو تم یہ پھول نہ توڑو

دیا بلوچ فرو کہ (ضلع۔ سرگودھا)

اے خدا

تیری زمین میں بسنے والی
تیری مخلوق یہ ساری
رحمت کی طلب گار ہے
اے خدا
یہ تیرے ناتواں عاجز بندے
دامن دل دعاؤں سے بھر کر
محبت کی پیاسی زمین کو
ستاروں سا روشن، درخشاں
آفتاب کی طرح پرنور
اور بے مثال دیکھنے کے منتظر ہیں
ان طلب گار نگاہوں میں
میری دھرتی کے تمام ذروں کو
ایسی تابناک چمک بخش دے
جو تا قیامت لازوال رہے
اے خدا (سدرہ محمود۔ راولپنڈی)

سہمی آنکھوں کی طرف سے درشت لہجوں کے نام

سنو تم نے کبھی سوچا؟

تمھارا آتشیں لہجہ
کتنے دل جلاتا ہے
ڈری سہمی سی آنکھوں میں
غم ڈیرے جماتا ہے
اور ہر دل کے کونے میں
درد ٹھہر جاتا ہے
کبھی اپنی بلند و بالا
اونچی مسند سے اترو ناں!
کبھی سہمی ہوئی
بے خواب زرد آنکھوں میں جھانکو ناں!
تمھیں کچھ بھی نہیں ہوتا؟
تمھارا دل نہیں ہلتا؟
کبھی تو اپنے دل میں
نفرتوں کے پردے میں
کسی خوشبخت کے لیے
ذرا سا پیار ہی لکھو جو
ذرا کچھ دیر تو سوچو
فاصلوں کی فصلوں سے
قربتیں نہیں کٹتی
نفرتوں کے بیجوں سے
محبتیں نہیں اگتی
محبتوں کی دولت کو
جتنا بھی لٹاؤ گے
اس سے دو گنا پاؤ گے
زوبینہ اصغر۔ جڑانوالہ

وطن کے نام

کنائے

تفاخر و تعصب سے سوچتی ہوں
ذود نویسی کے عالم میں
مختار کل کی برافروختہ
کوتاہ بینی قرض لکھوں
بسر و چشم
صدر الصدور کے نام
اپنے مسائل جمہوی کی اک عرض لکھوں
پھر ذاتی فخر و مباہات کیلئے
متانت سے اپنا احساس فرض لکھوں
لیکن!
جب بھی لکھنا چاہوں
میری یہ نیم وا
رقعت انگیز آنکھیں
اپنی معصیت پر
ہاتھ کی لغزش کے ساتھ ندامت اور بے چارگی
سے
جھک جاتی ہیں
کہ میں وہ قوم ہوں جس کے قلم کی روشنائی
جل چکی ہے
بدتہذیبی کی آگ سے
دشمن کے قبضہ افتاد سے
عاصمہ مجید۔ بھائی پھیرو

ایک سہانا سپنا تھا

وطن میں امن کا چرچا تھا
وہ راتیں بھیگی بھیگی سی
او دن بھی کتنا اجلا تھا
ملکر سب گھر والوں نے
جب اپنا گھر سجایا تھا
وہ باتیں میٹھی میٹھی تھیں
وہ خلوص کا سچا رشتہ تھا
وہ مانگ بھری تھی تاروں سے
آنکھوں کا کاجل گہرا تھا
وہ سچے سچے لوگ تھے اپنے
اور دکھ درد سب کا سانجھا تھا
لیکن وہ اک سپنا ہی تھا
یہ سب بھی تو اپنا ہی تھا
ننھے دیپ بجھ رہے تھے
ممتا کا دامن خالی تھا
یہ کراچی تڑپتا سسکتا ہوا
کشمیر اپنا جل رہا تھا
کہیں روٹی پانی کا جھگڑا
کہیں راشن کا انبار لگا تھا
یہ رشتے ٹوٹے ٹوٹے سے
وہ اجڑی آنکھ کا آنسو تھا
یہ نعرے "وطن کو توڑ دو" کے
اور میرا دل پھٹنے کو تھا
یہ سب بھی تو اپنا ہی تھا
اپنا ہی تھا
شازہ کوثر۔ داروغہ والا لاہور

یہ صبر کبھی تو بولے گا

وہ کس ماں کا بیٹا تھا
وہ کس بہن کا بھائی تھا
ان ظالم درندوں نے
اسے سڑک پہ گھیر کے مارا تھا
ماں اس کی آہیں بھرتی تھی
ان بھارتی درندوں نے
اک اور سہاگ اجاڑا تھا
اک محشر برپا تھا وادی میں
آزادی کے حق کی خاطر
اک اور جواں نے ظلم سہے
اک اور بدن نے صبر کیا
یہ صبر کبھی تو بولے گا
فاخرہ ناز روبی چیچہ وطنی

اکثر سوچتا ہوں

میں اکثر سوچتا ہوں
پھولوں کی خوشبو میں
ان کے گہرے رنگوں میں
کون سا ایسا راز ہے
جو قدرت ہمیں بتلاتی ہے
ہم کو سناتی ہے
کچھ تو ایسا ہے انوکھا
جو میری سوچ سے بڑا ہے
زمین کے سینے میں گڑا ہے
عرفان احمد کاہلوں۔ فیصل آباد

زندگی ضروری ہے

گزرے ہوئے کل سے
آج شب تک
خبرنامے کی شہ سرخی یہی ہے کہ
تاریخ اپنی تمام بدصورتیوں سمیت
امن کی نئی رہ گزر پر قدم رکھنے کو ہے
خواب کے سنگ تعبیر ہوگی
سب اب تخریب نہیں تعمیر ہوگی
مگر کیا حقیقتاً ایسا ہی ہونا ہے
امن کو مسکرانا اور ظلم کو اب رونا ہے
یا
یہ معاہدہ محض ایک نیا کھلونا ہے
سوال خواب اور تعمیر کا نہیں ہے کہ
زندگی ان سب سے زیادہ اہم ہے
جسے انتقام کی آگ کے اندھے شعلے
موت کی گود میں دے کر
تاریخ کے سفاک چہرے پر مزید بدنما داغ لگا
رہے ہیں
بچاؤ تو صرف زندگی کو
جس کو موسموں کی شدت اور بھوک کی عفریت
بارود کی بارش سے کہیں زیادہ اذیت ناک موت
دے رہی ہے
سو زندگی بچاؤ، سو زندگی بچاؤ، زندگی کو سنوارو
خواب اور عمارتیں نہیں
(رمش) عائشہ کوثر

خواب سمجھو نہ عذاب سمجھو

اسے حقیقت کا انعام سمجھو
یہ جو زندگی کی نظر میں تم
کبھی مطمئن، کبھی غمگین
کبھی شورشوں کا طوفان ہے
کبھی محبتوں کی برسات ہے
کبھی فاصلے، کبھی رت جگے
کبھی سمجھ لو، کبھی جھٹک لو
اس خیال کو
سانسوں کی یہ دوری
قدم قدم پر آ کے کبھی روکتی
کبھی ٹوکتی
اسے وہم نہ تم خیال کرو
عقل شعور سے یہ جان لو
یہاں ساتھ جو دو قدم چلے
اسے خود فریبی تم مان لو
وہ اپنا راستہ ہموار کرے
پتھروں کی یہ پہاڑیاں
جو تمھیں اونچی چٹان لگے
تمھیں تحفتاً وہ عطا کرے
ہاں مگر
ابھی وقت ہے!
خواب سمجھو نہ عذاب سمجھو
اسے حقیقت کا انعام سمجھو!
سدرہ محمود خان۔ راولپنڈی

میرا وطن

میں چاہتی ہوں میرا وطن
ترقی کرے خوب ہر دم
غم کے سارے بادل چھٹ جائیں
ہو نہ کسی کی آنکھیں نم
مل جل کر سب ساتھ رہیں
دکھ سکھ بانٹیں کم ہوں غم
ہاتھ میں ڈالے ہاتھ چلیں ہم سب
قدم سے قدم ملائیں ہم
رابعہ نصیر۔ لاہور

یہی تو ہے زندگی

ہماری انفرادی ذمہ داری کیا ہے؟

(فائز حسن سیال)

کوئی بھی کام کرنے سے پہلے یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ یہ کام کس کی ذمہ داری ہے۔ چاہے یہ کام چھوٹی اور انفرادی نوعیت کا ہو مثلاً یہ کام ایک قدم اٹھانے کا ہو یا پھر ایک ملک چلانے کا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کس کی ذمہ داری ہے' مثبت نتائج ظاہر نہیں ہو سکتے۔ بحیثیت انسان ہماری بہت بڑی کمزوری ہے کہ جب کوئی کام اچھا ہو جاتا ہے تو سب اس کے ذمے دار بننا چاہتے ہیں اور اگر کوئی کام خراب ہو جائے تو کوئی بھی اس کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا لہٰذا یہ فیصلہ پہلے سے کر لینا چاہئے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ مزید وضاحت کیلئے ایک مثال لیتے ہیں' مثلاً ایک چور جب چوری کرتا ہے تو اپنے فعل کی ذمہ داری دوسروں (غربت' بے روزگاری وغیرہ وغیرہ) پر ڈالتا ہے۔ اگر چور کو یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ اس کے فعل کا ذمہ دار وہ خود ہی ہے اور نتائج بھی اسی کو بھگتنے پڑیں گے تو وہ یقینا چوری کرنے سے پہلے سوچے گا کہ اگر میں چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا تو دنیا کو پتہ چلے گا کہ میں ضرورت مند یا مجبور' ناکارہ یا اپنی ذمہ داری اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن اس نے پہلے ہی سے سوچا ہوتا ہے کہ اپنی ساری کمزوریوں کا ذمہ دار کسی اور کو ٹھہراتا ہے' لہٰذا چوری کرنا جذباتی طور پر اس کیلئے نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ یہی معاملہ زندگی کے ہر معاملے میں ہے۔ اگر ہم اپنے چاروں طرف نظر دوڑائیں تو یہی فارمولہ اپنا کام دکھاتا نظر آتا ہے۔ کوئی بھی اپنی ذاتی یا انفرادی ذمہ داری اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ ایک گھر کا حال لے لیں یا پھر ایک قوم کے حالات کا جائزہ لیں' ہر کوئی کسی نہ کسی پر ذمہ داری ڈالے ہوئے ہے۔ یہ تباہ کن رویہ ہمیں کبھی اپنی خامیوں کی طرف توجہ دینے نہیں دیتا۔ لہٰذا جب خامیاں نظر ہی نہیں آتیں تو ہم ان کو درست کیونکر کریں گے؟

آج جس سیدھے راستے پر چلنے کی ہم تمنا کر رہے ہیں اس کی تو پہلی شرط ہی تربیت ہے یعنی اپنے آپ کو اس قابل کرنا کہ ہم ثابت قدمی کے ساتھ دنیا کے کامیاب لوگوں کے نقش قدم پر چل سکیں۔ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ ہم اپنی خامیوں کی طرف سے تو مکمل طور پر بے خبر ہوتے ہیں جبکہ ہر دوسرے شخص میں ہمیں بہت برائیاں نظر آتی ہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ صرف یہ سوچ ہی کہ دوسرے غلط ہیں اور ہم ٹھیک' غلط رویئے کی نشاندہی کیلئے کافی ہے۔ ایک 75 سالہ خاتون سے پوچھا گیا کہ کیا آپ محسوس کرتی ہیں کہ آپ بوڑھی ہو گئی ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ''نہیں میں بوڑھی نہیں ہو سکتی'' جب تک میں یہ سمجھتی رہوں گی کہ ابھی مجھے بہت کچھ سیکھنا ہے میں محسوس کرتی ہوں کہ جو کچھ اب تک میں نے زندگی کے بارے میں جانا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ یقینا جب تک انسان میں آگے بڑھنے اور بہتر سے بہتر ہونے کا جذبہ موجود ہو تبھی وہ انسان کہلانے کا حق رکھتا ہے وگرنہ کھانا پینا' سونا' خواہشات رکھنا اور ان کو پورا کرنے کیلئے کچھ بھی کر گزرنا تو جانوروں کا شیوہ ہے۔

انسان ہونے کے ناطے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے اعمال کی ذمہ داری اٹھائیں۔ چند ماہ قبل ایک محفل کے دوران کچھ لوگ بیٹھے تھے اور ان میں سے ایک شخص اپنا قصہ سنا رہا تھا کہ اس نے کس طرح دھوکہ دے کر ہیر پھیر کیا اور کافی پیسے بچا لئے۔ سننے والے اس کی ذہانت کی داد دے کر چلے گئے۔ اس وقت تو ہمیں یہی احساس ہوا کہ اے پاک پروردگار تیری اس دنیا میں لوگ کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ ناانصافی بھی کر رہے ہیں اور پھر اس پر فخر بھی اور تو نے ان کی رسی دراز کی ہوئی ہے کہ ان لوگوں کو احساس تک نہیں۔ لیکن ایسا نہیں تھا ہمیں جلد ہی اطلاع ملی وہ شخص شدید بیمار ہے اور پھر بہت لمبے عرصے تک بیمار رہنے سے اس کا کاروبار سخت متاثر ہوا ہے۔ جو چند روپے اس نے دھوکہ دہی کے ذریعے بچا تو لئے تھے لیکن اس سے کئی گناہ زیادہ کا وہ نقصان اٹھا چکا ہے۔ اس شخص کے رویئے میں کوئی تبدیلی آئی یا نہیں اس کی ہمیں خبر نہیں لیکن یہ معلوم ہو گیا کہ ہم اپنی ذمہ داری بھول سکتے ہیں لیکن وہ رب جس نے اس دنیا کو ایک خاص نظام کے تحت بنایا ہے اپنا کام کر دکھاتا ہے۔ یقینا ہمارے ایک ایک عمل کا حساب آج یا کل ہونے ہی والا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے نبی پاک ﷺ نے ہماری تربیت کا آغاز کہاں سے کیا تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ کام رسول خدا ﷺ نے اپنی ذات سے شروع کیا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پہلی وحی بھیجی آپ ﷺ تو پہلے ہی سے اعلیٰ اخلاق کے بلند ترین درجے پر فائز تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دشمن بھی یہ ماننے پر مجبور تھے کہ آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ پر لازم تھا کہ اس ہر حکم کو بجا لاتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا۔ پہلے خود عمل کرتے اور اس طرح دوسروں کیلئے نمونہ پیش کرتے۔ تیرہ سال کے طویل عرصے میں نبی پاک ﷺ کو تکلیفوں' مصیبتوں اور پریشانیوں کے سوا کچھ

نئی زندگی کا آغاز کیجیے

22واں دن

زندگی کا حاصل ہمارے ساتھ پیش آنے والے واقعات نہیں بلکہ ان سے متعلق ہماری اختیار کی گئی حکمت عملی ہماری زندگی کا حاصل ہے۔

اے ایمان والو! اپنی فکر کرو' جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتلا دے گا جو کچھ تم سب کرتے تھے۔ (المائدہ:105)

23واں دن

آپ جو چاہیں بن سکتے ہیں اگر آپ اس کی قیمت چکانے کیلئے تیار ہیں۔

مانگو! تمہیں ملے گا اور تمہیں ملے گا۔ (ترمذی)

24واں دن

آپ کچھ بن سکتے ہیں لیکن سب کچھ نہیں!

کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے؟ اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہان اور وہ جہان۔ (النجم:24.25)

25واں دن

اگر آپ کے ساتھ اب تک کچھ برا نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ بالکل ''صحیح'' ہیں۔

کیا پس وہ شخص جس کیلئے اس کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں پس وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے' (یقین مانو) کہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ پس آپ (ﷺ) کو ان پر غم کھا کھا

Scanned with CamScanner

بہترین سوچنے کے سنہری گر

(کچھ بنیادی اصول)

(1) خوشی ایک رویہ ہے اسی طرح ناخوشی بھی۔ ایک شخص جو ہمیشہ اسی فکر میں رہے کہ دوسروں کے پاس کیا ہے کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا۔ ہمیشہ اپنی خوبیوں اور اچھائیوں پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔

آپ ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ دوڑائیں جس سے ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے۔ نہ ان پر آپ افسوس کریں اور مومنوں کیلئے اپنے بازو جھکائے رکھیں۔ (15.88)

(2) اپنی کامیابی کا اندازا اپنے سکون' خوشی' دولت اور محبت کی بنا پر کیجئے۔ اپنے آپ سے پوچھئے کہ اگر آپ سے کوئی یہ تمام چیزیں چھین لے تو اس وقت کتنے ایسے لوگ ہوں گے جو آپ کو اس حالت میں بھی چاہیں گے اور عزت کریں گے۔ یہی آپ کے اثاثے کا اصل امتحان ہے

اور ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کے سبب درجے ملیں گے۔ (الانعام 6.132)

(3) یہ زندگی بذات خود اختتام نہیں بلکہ ایک ذریعہ (سفر) ہے ایک انجام تک پہنچنے کا۔ ترقی مانگنا اور گھر بنانا انجام کے ذرائع تو ہوسکتے ہیں لیکن بذات خود انجام نہیں۔

اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ جانتے ہوتے۔

(العنکبوت 29.64)

(4) یہ دنیا طویل سفر میں ایک سرائے ہے۔ تو پھر وہ کچھ کیوں کریں جو کہ سفر کے دوران ایک سرائے پر نہیں کرنا چاہئے۔ صرف وہی لوگ اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں جو کردار اور خدمت کی بجائے اس دنیا میں status کے بارے میں زیادہ فکر کرتے ہیں۔

پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چند دن رہنے کی۔

بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کردیئے ان لوگوں کیلئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ (الانعام 6.98)

(5) ہمیشہ مثبت سوچیں چاہئے مسئلہ کتنا ہی گھمبیر کیوں نہ ہو۔ کامیاب لوگ روشن خیال ہوتے ہیں۔ اگر آپ روشن خیال رہیں اور مسئلے کا حل ڈھونڈتے رہیں تو آپ کے دماغ کا دایاں حصہ حرکت میں آجائے گا اور یہی وہ حصہ ہے جہاں تمام innovations جنم لیتی ہیں۔ لیکن اگر آپ منفی سوچتے رہے تو بدترین نتیجہ نکلے گا۔ آپ کا دماغ ایک وقت میں صرف ایک طرح کی سوچ رکھ سکتا ہے۔ اسے مثبت اور تعمیری بنایئے۔

نیک گمان عبادت حسنہ میں سے ہے۔ (ابوداؤد)

نہیں ملا یہ وہ دور تھا جس میں صحابہ اکرامؓ کو اپنی ذمہ داری اٹھانے کی تربیت ملی جب نبی پاک ﷺ کا یہ چھوٹا سا گروپ مکمل طور پر تیار ہوگیا تو پھر ان کو ہجرت کا حکم ملا جہاں سے اسلام کے دوسرے دور کا آغاز ہوا جس میں مسلمانوں کو طاقت' غلبہ اور فتوحات نصیب ہوئیں۔ اب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم وہ تو سب حاصل کرنا چاہتے ہیں جو بحیثیت مسلمان ہم اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن تربیت اور صبر کے اس امتحان میں فیل ہوجاتے ہیں جو اس کامیابی کی اصل بنیاد ہے۔ خواہش تو سب کی یہی ہوتی ہے کہ امتحان نہ دینا پڑے ویسے ہی کوئی ہمیں پاس کردے لیکن ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں تو آزمائش و امتحان کے ہر اس مرحلے سے گزرنا پڑے گا جو کامیابی کا لازمی جزو ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ہمیں انفرادی اور اجتماعی بہتری کیلئے کس طرح کے رویہ کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ یہ تو ہم جانتے ہی ہیں کہ ابھی ہم تربیت کے اس ابتدائی مرحلہ میں ہیں جہاں ہم کامیابی کی خواہش ضرور کرسکتے ہیں شاید کامیابی حاصل کرنے میں ہمیں بہت مشکلات درپیش ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سرفہرست ہماری اخلاقی پستی اور علم سے دوری ہے لہٰذا ہمیں سب سے زیادہ توجہ ان دو پہلوؤں پر دینی ہوگی۔ اخلاقی لحاظ سے ہم ترقی یافتہ قوموں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیب یافتہ دنیا میں ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اپنے نفس کی پرورش میں ہم اس حد تک کھو چکے ہیں کہ ہمیں خبر ہی نہیں ہے کہ ہم انسانیت کے کس مقام پر کھڑے ہیں یہ سب کچھ کیا دھرا ہمارا ہے۔ دوسروں کو اپنی ناکامیوں کا ذمہ دار ٹھہرا کر ہمیں کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ آیئے آج یہ وعدہ کریں کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی انفرادی ذمہ داری کو پہچانے گا اور اپنی تربیت کا خود بیڑا اٹھائے گا کیونکہ اچھا انسان بننے کا فائدہ بھی تو پھر ہماری ذات ہی کو ہونا ہے۔

کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے' یہ جو کچھ کررہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔ (فاطر:8)

26واں دن

کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اسکے نتیجہ پر غور کرلیں۔

آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (الانعام:11)

27واں دن

آزادی بغیر نظم وضبط کے محض تباہی ہے۔

سچ سچ انسان تو آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پروا (یا تونگر) سمجھتا ہے۔ (الم نشرح: 6.7)

28 واں دن

اللہ انسان کی مدد اس کی کوشش کی مناسبت سے کرتا ہے۔

اور یہ کہ ہر انسان کیلئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔ (النجم: 39)

اپنی عادات کو سنواریئے

(1) اگر آپ کمر میں درد محسوس کرتے ہیں اور اس سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو سخت بستر پر سوئیں۔ یاد رکھیں جتنی زیادہ آپ کی عمر بڑھتی جائے گی درد کا امکان اتنا ہی زیادہ بڑھتا جائے گا۔ spring کے گدوں کی جگہ سخت گدے استعمال کریں اور آپ کمر درد یا گردن کے درد سے محفوظ رہیں گے۔ اگر آپ کی عمر 40 سال سے زیادہ ہے تو ایسا کرنا آپ کیلئے بے حد ضروری ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا بستر مبارک کھجور کے درخت کی چھال کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ (ابوداؤد)

(2) یہ بات ذہن میں ضرور رکھئے کہ ایسی چھت جس کی Boundarywalls نہ ہوں سونا انتہائی غیر محفوظ ہے۔

علی ابن سفیان روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اگر کوئی ایسی چھت پر سوئے جس کی کوئی دیوار نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت نہیں فرماتا۔" (ابوداؤد)

(3) اگر آپ کو بے خوابی کی شکایت ہے تو اعصاب کو سکون پہنچانے والی ادویات کو استعمال کرنے کی بجائے آپ قرآن کی سورہ نمبر 114.113.112 کی تلاوت کیجئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سونے کیلئے بستر پر جاتے تو وہ سورہ اخلاص' سورہ الفلق اور سورہ الناس کی تلاوت کرتے اور اپنی ہتھیلیوں پر پھونک مارتے اور پھر انہیں اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے اور جسم کے ان حصوں تک اپنی ہتھیلیوں کو پھیرتے۔ جہاں تک وہ جاسکتی تھیں اور جب بھی آپ ﷺ بیمار ہوجاتے تو وہ مجھے اپنے لئے ایسا ہی کرنے کا حکم دیتے۔ (صحیح بخاری)

(4) سونا بالکل آدھے مرنے کے برابر ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کا شعوری ذہن بھی سونے کے ساتھ سوجاتا ہے۔ جتنا زیادہ آپ سوتے ہیں اتنا ہی آپ کو زیادہ وقت چاہئے صبح کی تھکاوٹ اور سستی پر قابو پانے کیلئے۔ کیا آپ نے کبھی یہ غور نہیں کیا کہ جتنا زیادہ آپ سوتے ہیں اتنی ہی زیادہ مشکل اٹھنے میں ہوتی ہے۔ کم سوئیں۔

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند قبض کرلیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔ غور کرنے والوں کیلئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ (الزمر 39.42)

(5) رات کو سوتے وقت ہر طرف اندھیرا مت کیجئے۔ ہمیشہ ایک لیمپ ضرور جلتا رکھئے۔ اس کے علاوہ اپنے بستر کے قریب ایمرجنسی لائٹ کا connection بھی رکھنا اچھی Practice ہے۔

حضور اکرم ﷺ ایسے گھر میں نہیں سوتے تھے جہاں کبھی دیا نہ جلایا گیا ہو۔ (زادالمعاد)

Scanned with CamScanner

ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ کا ماجرا وہاں 9 افسر اور ایک خانساماں بیسن سے کچھ بنانے کے طریقوں پر غور کیلئے جمع تھے۔

باتیں کچھ کتابوں سے

کرنل اشفاق حسین کی ''جنٹل مین اللہ اللہ'' سے انتخاب۔ثوبیہ خانم بہاولپور

سرجی پکوڑے

امور خانہ داری پر خواتین کی اجارہ داری مسلم لیکن زندگی میں کچھ مقامات ایسے بھی آتے ہیں کہ جب مردوں کو بہ نفس نفیس یہ فرائض سنبھالنے پڑتے ہیں۔بس ان کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔فوج میں افسروں کی رہائش اور کھانے پینے کے اہتمام کیلئے آفیسرز میس ہوتے ہیں۔ان کی دیکھ بھال کیلئے ایک تو ہوتا ہے صدر جو پی ایم سی یعنی پریذیڈنٹ میس کمیٹی کہلاتا ہے اور ایک ہوتا ہے میس سیکرٹری۔ہماری شامت اعمال۔ کمانڈر نے جب دیکھا کہ دفتری اوقات کے بعد ہم فارغ سے فارغ ہیں تو ایک حکم نامے کے ذریعے ہمیں بریگیڈ میس کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ اتفاق سے ہمارے میس حوالدار کو کسی کام سے پنڈی بھیجا جانا تھا۔ ہم نے اسے ہدایت کی کہ وہ وقت ملنے پر وہ میس کیلئے کچھ ایسی چیزیں خرید تا لائے جو فلائٹ نہ ملنے پر خراب نہ ہوں وہ لوٹا تو معلوم ہوا خراب نہ ہونے والی اشیا کے ناموں میں اسے صرف بیسن ہی یاد آ سکا۔ایک فوجی طیارے میں جگہ مل جانے پر وہ ڈھائی من بیسن خرید لایا تھا۔رمضان کی آمد آمد تھی مٹر اور آلو اور آلو مٹر کھا کھا کر افسروں کی جان پر بنی ہوئی تھی۔عام دنوں میں آلوؤں کے چپس بنا بنا کر چائے کے ساتھ پیش کر دیئے جاتے تو کس حد تک تنوع کا احساس ہوتا لیکن رمضان میں تو دن میں کھانا پینا موقوف ہوتا تھا سو پی ایم سی نے میس کے ارکان کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا کہ رمضان کیلئے مینو تیار کیا جا سکے۔ ہم کافی پریشان ہوئے کہ میس میں آلو مٹر کے ڈبوں کے بعد صرف بیسن موجود ہے اور صرف بیسن کے ہوتے ہوئے کیا مینو تیار ہو سکے گا۔اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ارکان کو جن کی تعداد اس دن اتفاق سے نو تک جا پہنچی تھی، تفصیل سے اجلاس کی اہمیت بتائی گئی اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی تجاویز اجلاس میں پیش کریں۔ ہم نے بہ اجازت صدر یہ بات بھی گوش گزار کر دی کہ میس میں آلو اور مٹر کے ڈبوں کے بعد صرف بیسن موجود ہے۔تجاویز ''میسر شدہ وسائل'' کی حدود میں ہوں۔

''بیسن سے کیا کچھ بنایا جا سکتا ہے''؟ وضاحت چاہی گئی۔

''پکوڑے''

''پکوڑے تو افطار ہی میں زیادہ لطف دیں گے اس لئے انہیں افطار میں ہی رکھا جائے۔''

''بجا''

''پہلے سات دنوں کا صرف افطاری کا مینو تیار کر لیا جائے۔''

''جیسا آپ چاہیں۔''

''تو میس سیکرٹری آپ ہمیں افطاری میں کیا کچھ دے سکتے ہیں؟''

''جی پکوڑے۔''

''چلیں ایک دن تو پکوڑے ٹھیک ہیں۔باقی دن......؟''

''میس میں کیا کچھ موجود ہے؟''

''آلو اور مٹر''

''انہیں ماریں گولی۔'' ایک صاحب بھنائے۔

''ٹھیک ہے سر۔''

''بیسن۔''

''بیسن سے کیا کچھ بنایا جا سکتا ہے؟''

''جی میرے علم کی حد تک تو پکوڑے بنائے جا سکتے ہیں۔'' ''چلیں ایک دن تو طے ہوا۔ لکھیں اتوار کو پکوڑے۔'' ایک اور صاحب نے اختلاف کیا...... ''پکوڑے جمعرات کو کھائے جائیں اور معمولی بحث کے بعد یہ اختیار میس سیکرٹری کو سونپ دیا گیا جس دن چاہیں وہ پکوڑے بنا لیا کریں۔چنانچہ ہم نے لکھا:۔

مینو برائے افطار

پکوڑے برائے سوموار

''اچھا یہاں بازار میں کیا کچھ ملتا ہے؟''

''اول تو عصر کے بعد سے لوگ دکانیں بند کر کے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ دوسرے ان کے ہاں کھانے پینے کی اشیا نہیں بکتی صرف ایک چھوٹی سی دکان کھلی رہتی ہے۔ دیر سے آنے والے ڈرائیوروں کیلئے۔''

''کیا کچھ ہوتا ہے اس کے پاس افطار کیلئے؟''

''جی پکوڑے۔'' ''وہ تو خیر ہم میس میں بھی بنالیں گے۔''

''جی جی! بالکل۔''

''کس دن رکھے گئے ہیں پکوڑے؟''

''جی سوموار کو۔'' ''ویری ویل! میس میں اور کچھ نہیں ہے مٹر اور آلوؤں کے علاوہ۔''

''جی بیسن ہے نا۔'' ''بیسن سے کیا کچھ بنایا جا سکتا ہے؟'' ''جی میں نے عرض کیا تھا نا...... پکوڑے۔''

خاموشی کا ایک وقفہ۔

ویٹر کو آواز دی گئی۔خانساماں کو طلب کیا گیا۔

یہ خانساماں مقامی باشندوں میں سے عارضی طور پر بھی بھرتی کیا گیا تھا۔اصل خانساماں چھٹی پر تھا۔وہ ہوتا تو شاید بیسن سے بہت کچھ بنا سکتا لیکن اس عارضی خانساماں اور پی ایم سی کے درمیان مذاکرات بری طرح ناکام ہو گئے۔سنیئے ذرا:۔

''تم افطار کیلئے کیا کیا کچھ بنا سکتے ہو؟''

''سب کچھ بنا سکتا ہوں سرجی۔''

''مثلاً......؟''

''سرجی، ہر چیز بنا سکتا ہوں لیکن یہاں کوئی چیز ملتی ہی نہیں۔ میس حوالدار پنڈی سے صرف ڈھائی من بیسن لایا ہے۔'' ''بیسن سے تم کیا کیا چیزیں بنا سکتے ہو؟''

''سرجی پکوڑے۔''

''شٹ اپ''

اور پی ایم سی غصے میں میٹنگ ادھوری چھوڑ کر چلے گئے۔

ایک اور سینئر افسر نے صدارت سنبھالی۔ یہ افسر اتنے زیادہ سینئر نہیں تھے۔

کہ سب لوگ بندوق بنے بیٹھے رہتے۔ خانساماں سے پوچھا گیا کہ وہ کم از کم پکوڑوں میں کوئی تو ورائٹی پیدا کرے تب وہ بولا:۔

''سرجی، پکوڑے بن سکتے ہیں مختلف قسموں کے'سادے پکوڑے'آلو پکوڑے'بینگن پکوڑے'پالک پکوڑے۔''

''بھنگ پکوڑے۔'' کسی نے لقمہ دیا۔

اجلاس میں مسکراہٹیں بکھر گئیں۔

ہمیں ہدایت کی گئی ''میس سیکرٹری! نوٹ کر و یہ مختلف قسمیں۔''

''کر لیں سر! لیکن یہ بینگن اور یہ پالک وغیرہ۔اور۔''

''بھنگ'' کسی نے پھر لقمہ سرکا دیا۔

قہقہہ اڑا اور ہم نے سوال پورا کر دیا۔

''کہاں سے آئیں گی سر یہ چیزیں؟''

''ہوں......تو ہمارے پاس کیا متبادل رہ جاتا تھا؟''

''سر! سادہ پکوڑے یا آلو پکوڑے۔''

اجلاس برخاست کر دیا گیا۔

دوسرے دن جب دس بجے چائے کے وقفے پر ہم نے چائے کے ساتھ پکوڑے پیش کئے تو دیکھا پی ایم سی کی بھنوئیں تن گئی ہیں وقفے کے بعد انہوں نے ہمیں اپنے آفس میں بلوایا اور انگریزی میں کچھ ہدایات دیں۔ جن کا مختصر ترجمہ یہ تھا۔

''آئندہ میں یہ واہیات پکوڑے چائے کے ساتھ نہ دیکھوں''۔

اس طرح ہم مٹر آلو اور آلو مٹر کے بعد اس تیسری ورائٹی سے محروم ہو گئے۔

لیدمر کلاں (پھالیہ) میں پھول کہانی گھر

اہتمام و رپورٹ: محمد عاقب سلیم۔ کہانی گھر کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ تلاوت کے بعد نعت حضور اکرمؐ کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے پڑھی گئی۔ تلاوت اور نعت کی سعادت محمد زبیر نے حاصل کی۔ حاضرین کو کہانی گھر کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا گیا۔ پہلی کہانی کاشف سلیم نے ''نیکی کا صلہ'' سنائی عاطف سکندر نے ''اسلامی انقلاب''۔ شریز علی بابر نے پھول کے تازہ شمارے سے کہانی سنائی۔ اس کے بعد خالد زبیر، ارسلان، ثاقب سلیم، عاطف سلیم اور لیاقت علی نے باری باری اپنی اپنی کہانی سنائی۔ پھول کی مستقل ممبرشپ حاصل کرنے کے بارے تمام حاضرین کو معلومات دی گئیں اور طریقہ بتایا گیا۔ تمام حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔

پھول کلب بہاولپور کا پہلا کہانی گھر

رپورٹ: عابد حسین چودھری۔ کمپیئرنگ: چودھری احسن مختار، تصور مسعود۔ معاونین: وسیم آصف، علی حنان سعید۔ اہتمام: اشتیاق احمد، غضنفر عباس۔ پھول کلب ضلع بہاولپور کے زیر اہتمام سافٹ ویژن کالج میں شاندار کہانی گھر منعقد ہوا۔ کہانی گھر کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا۔ جس کی سعادت سمعیہ ارم نے حاصل کی۔ پھر ندیم اشرف اعظم عدنان اور راحیل چوہان نے خوبصورت نعتیں پیش کیں۔ پھول کلب کے نائب صدر نے پھول کا تعارف اور مقصد بیان کیا۔ پھر تقاریر کا خوبصورت سلسلہ شروع ہوا۔ جن کا عنوان رمضان اور پھول تھا۔ عابدہ پروین، ادیبہ ارم وسیم آصف ندیم یونس آسماں، مشافیہ حنا اور علی حنان سعید نے تقاریر پیش کیں۔ اس کے بعد عندیہ جاوید مناہل نعیم، سدرہ جاوید، ماہم بلال نے خوبصورت اور دلکش کہانیاں اور صبا مہوش، آمنہ ناہید اقراء سخاوت اور عاقب خلیل نے لطیفے پیش کر کے حاضرین محفل کے دل جیت لئے اور خوب داد حاصل کی۔ عابد حسین چودھری نے کہا کہ آپ پھول کا بغور اور ریگولر مطالعہ کریں گے تو آپ اپنے اندر منفرد و مثبت سوچ پیدا ہوتی ہوئی دیکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پھول نئی نسل کیلئے ایک بہترین رسالہ ہے۔ پروگرام کے آخر میں مہمان خصوصی میڈم حنا نے عابد حسین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اتنا خوبصورت پروگرام منعقد کروایا

پھول کہانی گھر کا پروگرام پاک فضائیہ کے نام

رپورٹ: عمران احمد کاہلوں اہتمام: عدنان اشرف
کمپیئرنگ: نعمان اقبال۔ کہانی گھر کا پروگرام تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا۔ جس کی سعادت محمد عثمان نے حاصل کی۔ حضور اکرمﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت بلال احمد کاہلوں نے پیش کیا۔ پروگرام کی صدارت (ر) پائلٹ محمد جمشید نے کی جو کہ نعمان کے ماموں جان ہیں۔ نعمان اقبال نے پہلی کہانی ''شہید زندہ ہیں'' سناتے ہوئے پروگرام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ محمد عابد نے ''راشد منہاس'' سنائی۔ سبحان علی نے پھول سے ''چٹنی بابا'' ذیشان اقبال نے ''معراج'' سنائی۔ جہانزیب اقبال نے ''فوج اور زندگی'' محمد سرور نے پھول سے ''اداریہ'' پڑھ کر سنایا۔ حیدر علی نے ''وہ'' سنائی۔ محسن عرف نیوٹن، نعیم شہزاد اور محمد کاشف نے مل کر پاک فضائیہ کے نام ملی نغمہ سنایا۔ عرفان اکرم عرف پٹھان بھائی نے ''محبوب صاحب'' سنائی۔ عدنان بھائی کافی دیر سے خاموش تھے۔ عرفان احمد کاہلوں نے سب سے پہلے پاک فضائیہ کے افسران کیلئے جو پچھلے دنوں طیارے کے حادثے میں شہید ہو گئے تھے کیلئے فاتحہ پڑھی۔ مہمان خصوصی (ر) پائلٹ محمد جمشید نے بچوں کو پاک فضائیہ کے متعلق تفصیلاً بتایا اور پاکستان کی فضائی طاقت پر روشنی ڈالی۔ کہانی گھر کا اختتام دعائے خیر سے ہوا۔ تواضع چائے اور برفی سے کی گئی۔ محمد زاہد، محمد عارف، ریحان ناصر، طلحہ رضوان ملک، محمد ناصر چھندی، خرم نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔

حضرت امام حسینؓ کی یاد میں کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: فوزیہ بانو۔ کمپیئرنگ: عقیلہ شبیر کھرل۔ محرم الحرام کے حوالے سے پھول کہانی گھر (گرلز) نے تمام ممبران کو اکٹھا کر کے حضرت امام حسینؓ کی یاد میں ایک پروگرام آرگنائز کیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت نوشابہ نرگس نے حاصل کی۔ گلہائے عقیدت بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شازیہ سجاد نے پیش کئے۔ ہماری کمپیئر عقیلہ شبیر نے فضائل اعمال سے حضرت امام حسینؓ کے بچپن کی حیات پڑھ کر بچوں کو سنائی۔ جسے بچوں نے بے حد پسند کیا۔ پھول ممبر سحرش ناز نے حضورؐ کی حیات طیبہ سے ان کے ان واقعات پر روشنی ڈالی۔ جن میں انہوں نے بچوں سے پیار و محبت وہ اعلیٰ پیمانہ اپنایا جو کسی مذہب و ملت میں نہیں ملتا۔ اس کے بعد تمام پھول ممبرز (گرلز) جن میں فوزیہ بانو، فرخندہ بانو، شازیہ، کنزیٰ، نوشابہ نرگس، شمائلہ اظہر، سحرش ناز، سائرش ملک، حرا گل، ماروہ، حنا ظفر ایوب، اقراء اعجاز و دیگر نے امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کی شان میں سوز و سلام پیش کیا۔

ننکانہ صاحب میں کہانی گھر کا بارہواں پروگرام

رپورٹ: محمد حسن اکمل۔ اہتمام: عدیل احمد شہزاد۔ کمپیئرنگ: عادل ناز سندھو۔ ہمدرد کتب خانہ بیری چوک ننکانہ عیدالضحیٰ کے روز پھول کہانی گھر ننکانہ صاحب کا بارہواں پروگرام عدیل احمد شہزاد کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جس کی صدارت قاری محمد حسین صدیقی نے کی۔ مہمان خصوصی کہانی گھر کے سابق صدر ماجد حسین عاجز تھے۔ پروگرام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب سے ہوا۔ جس کی سعادت ایم فیصل الملوک نے حاصل نے جبکہ نعت رسول مقبولﷺ کی سعادت شہباز حیدر مغل نے حاصل کی۔ کہانیوں کا انتخاب پھول میں سے کیا گیا۔ تو سب سے پہلے آصف نوید نے ایڈیٹر بھیا کی ''بے خبری'' سنائی۔ زمان سکندر نے آپی نوشین کی ''لاحاصل سے حاصل'' سنائی پھر ملک ندیم رفیق، شعیب جاوید، قیوم ناز ارسلان یٰسین نے کہانیاں سنائیں اور خوب داد وصول کی۔ ارشاد حیدر مغل اور امداد علی نے چٹ پٹے لطیفے سنائے۔ محمد حسن اکمل نے کہانی گھر کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ مہمان خصوصی ماجد حسین عاجز کے یوم پاکستان 23 مارچ کے حوالے سے ایک خوبصورت نظم سنائی۔

نارنگ کا صبح سویرے کہانی گھر

اہتمام...... صائمہ صدیق۔ رپورٹ...... ندیم بابر۔ کمپیئرنگ...... شازیہ امانت۔ تعاون...... عزیز لیبارٹری نارنگ۔ تقریب کا انعقاد صائمہ آپی کے گھر میں کیا گیا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت منگی وارث نے حاصل کی حمد (کوئی تو ہے نظام ہستی چلا رہا ہے) بشارت نے بڑے خوبصورت انداز میں ترنم کے ساتھ پیش کی۔ کہانیاں سنانے کا مرحلہ شروع ہوا تو فوزیہ اللہ دتہ نے ''خوبانیاں پک گئیں'' کہانی سنائی ثنا صادق نے فرسٹ انعام ساجدہ نے ''منے میاں'' اور سیرا صدیق نے قائد کہانی سنائی آپی صائمہ صدیق نے آتے ہی جلدی جلدی کہانی گھر قائم کرنے کے اغراض و مقاصد پیش کئے اور ساتھ ہی ''پچھتاوا'' کہانی بچوں کو بڑے آسان طریقہ سے سنائی جو بچوں نے پسند کی اور خوب تالیوں سے داد بخشی مہمان خصوصی امی جی کو بنایا گیا اور فوراً ایک اچھی سی کہانی کی فرمائش کر دی مہمان خصوصی خورشید صدیق نے ''صابری'' کی سبق آموز اور مزاحیہ کہانی پیش کی جو سب نے بڑی پسند کی۔ ندیم بابر نے دو گرما گرم لطیفے سنائے سوئٹل صادق نے پیا کہانی سنائی کرن اور عسکہ نے مل کر نغمہ ''ہم مائیں ہم بہنیں'' ترنم کے ساتھ سنایا پروگرام کے آخر پر صائمہ آپی نے دوبارہ جلدی پروگرام منعقد کرنے کا وعدہ کیا اور ساتھ تمام بچوں کو فروٹ یعنی کینو سے نوازا گیا

جڑانوالہ میں پھول کہانی گھر

پھول کہانی گھر بچوں کی دلچسپی کے پیش نظر 31 مارچ کو ارینج کیا گیا پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا جس کی سعادت کرن شفیق نے حاصل کی نعت پیش کرنے کی سعادت سیرا شفیق نے حاصل کی۔ سیرا شفیق نے پھول کہانی گھر کے مقاصد کی وضاحت کی اور پھول نئے بچوں میں متعارف کروایا محلے کی چند عورتیں بھی اس کہانی گھر میں شریک تھیں ابو جان اور امی جان بھی شریک تھے اور دادی اماں ہماری اپی ہی اس کہانی گھر میں کام آ گئیں سب سے پہلے آپی سیرا نے کہانی سنائی کہانیاں سنانے والے بچوں میں ارم، برگزیدہ، حیدر، بلال، زاہدہ، عدن، ناصرہ، سدرہ شفیق، کرن شفیق، توقیر اور دادی جان شامل ہیں۔ پہلی تین بیسٹ کہانی سنانے والے بچوں کو انعامات سے نوازا گیا پروگرام میں شامل پوزیشن ہولڈرز بچوں کو بھی انعامات دیے گئے۔ سب بچے بہت خوش ہوئے انہوں نے پھول کے اس معلوماتی اور تفریحی پروگرام کو بہت پسند کیا۔

حضرت عمرؓ پر کہانی گھر

رپورٹ...... سعدیہ نورین۔ اہتمام...... صائمہ جبین۔ کمپیئرنگ نعیمہ نورین
اس دفعہ حضرت عمرؓ کے عنوان پر آنٹی عابدہ کے گھر کہانی گھر کا پروگرام منعقد کروایا پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت صالحہ نورین نے حاصل کی نعت رسول مقبولؐ کی سعادت عائشہ نورین نے حاصل کی۔ سعدیہ نورین نے کہانی گھر کے قواعد و ضوابط سے آگاہ کیا اس کے بعد کہانیوں کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلے سعدیہ نورین نے کہانی حضرت عمرؓ سنائی ان کے واقعات حاضرین کو سنائے پھر عدیل احمد جٹ گل، عبدالسمیع جٹ گل، ہشام احمد، اسد علی اور صالحہ نورین نے مل کر دف کے ساتھ ''طلع البدر علینا'' سنایا اور خوب داد وصول کی صائمہ جبین اور نعیمہ نورین نے باری باری حضرت عمرؓ کے واقعات سنائے غلام دستگیر نے انگلش میں تقریر کی جس کا عنوان (PBUH) تھا اور خوب داد وصول کی مہمان خصوصی ہماری آنٹی قاریہ عابدہ سلطانہ تھیں آخر میں انہوں نے بچوں کو حضرت عمرؓ کے حالات زندگی کے بارے میں لیکچر دیا۔

پارک میں پھول لورز کہانی گھر

صدارت و اہتمام...... سید شہباز بخاری۔ رپورٹ...... سید عظیم منیر۔ کمپیئرنگ...... رضوان بابر۔ کہانی گھر ایک پبلک پارک میں کیا گیا پھول لورز کہانی گھر ممبرز نے لوگوں کو شرکت کی دعوت دی بہت سے لوگوں نے کہانی گھر میں شرکت کی۔ کہانی گھر کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا ہدیہ نعت سید دانش حسن بخاری نے پیش کیا کہانی گھر کے مہمان خصوصی واکسرائے احمد تھے جنہوں نے تمام شرکاء سے بہت دلچسپ باتیں کیں۔ انہوں نے کچھ سبق آموز واقعات سنائے کہانی گھر کیونکہ ایک پبلک پارک میں تھا اس لئے پھول لورز کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں سے شرکت کی۔ صدر کہانی گھر نے حاظرین کو خوش آمدید کہا اور کہانی گھر کا مقصد بیان کیا اور نئے مہمانوں کو پھول میگزین سے متعارف کروایا اور تقریباً تمام حاظرین کو پھول میگزین کے تازہ شمارے کا تحفہ پیش کیا۔ صداقت گیلانی نے ''کالا پانی'' سید علی رضا نے ''مزدور اور ان کا مالک'' رضوان بابر نے ''عرب کے لوگ'' دانش بخاری نے ''سونے کی کان'' حسن نواز نے بہادر سپاہی سنائی ان کے علاوہ بہت سے نئے حاضرین نے کہانیاں سنائیں۔ سید شہباز بخاری نے قلم کی طاقت پر ایک پر اثر تبصرہ کیا اور کچھ واقعات کی مثالیں دیتے ہوئے موضوع پر بہت خوبصورتی سے روشنی ڈالی اس کے علاوہ حاضرین کی خواہش پر شاعری کا ایک سلسلہ شروع کیا۔

انعامی خط ـ 1

اپریل کے شمارے کا سرورق اچھا تھا لیکن اگر یہ فروری کے شمارے پر دیا جاتا تو عید کی مناسبت سے خوب اچھا لگتا۔ پہلے صفحہ پر مجیب ظفر انوار کی جیلی کو کوزی پارک میں دیکھ کر پھول کے سوزو کے پروگرام یاد آ گئے۔ اداریہ میں سب سے پہلے پڑھتا ہوں۔ کبھی کبھی اداریہ پڑھتے ہوئے ایسا احساس ہوتا ہے کہ یہ الفاظ پہلے کہیں پڑھے ہوئے ہیں۔ یہ باتیں کانوں کیلئے اجنبی نہیں ہیں۔ یہ محسوسات دل میں کہیں دبے پڑے تھے اور ساون کے بعد ان میں سے کونپلیں پھوٹ آئیں۔ اس دل میں اپنے خالق کی محبت اسی دن سے موجود ہے جس دن سے اس نے انسان کو تخلیق کیا۔ مگر ہمارے باطل خیالات عداوت' بغض اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نفرت اور تفریق انسان کے دل کو اتنا سیاہ کر دیتی ہے کہ ہم اندھیرے اور اجالے میں تمیز بھول جاتے ہیں اور اپنی منزل کھو دیتے ہیں۔ منافقت اور اللہ کی محبت بھلا ایک جگہ کہاں جمع ہو سکتی ہے۔ انسان اپنے خالق کو فراموش کر دیتا ہے مگر وہ اپنی تخلیق کو نہیں بھولتا' اسے رزق دیتا ہے' لاکھوں نعمتیں دیتا ہے۔ بیڈ ٹائم سٹوری تو گزشتہ ماہ سے بھی زیادہ اچھی تھی۔ آپ کا لکھا ہوا جملہ" کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ گھر

> **انسان اپنے خالق کو فراموش کر دیتا ہے مگر وہ اپنی تخلیق کو نہیں بھولتا**

کے دروازے پر نام لکھا رہ جاتا ہے اور مکین چلا جاتا ہے اپنی ساری خوشبو اور خوبی کے ساتھ" مجھے بار بار یاد آ رہا ہے۔ عائشہ انیس کی کہانی "آغا جانی" پڑھ کر یہ احساس مزید گہرا ہو گیا۔ بعض اوقات ہوتا ہے ایسا بھی کہ شخص وہی رہتا ہے مگر شخصیت بدل جاتی ہے۔ ظاہراً انسان دیکھنے میں تو وہی لگتا ہے مگر یوں لگتا ہے کہ جیسے اس سے زیادہ اجنبی کوئی نہیں۔ تو ایسے میں بصارت پر ہی شبہ ہوتا ہے۔ عائشہ لکھتی ہیں کہ "یاد تو اسے کیا جاتا ہے جو آپ کو بھی یاد کرتا ہو" تو دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے مگر محبت اور دوستی کرتے وقت یہ باتیں طے تو نہیں کر لی جاتیں۔ پچھلے ماہ رابعہ شاہ نے اور اب عائشہ نے ایک جیسی بات ہی کی۔ بھولنا اتنا آسان کب ہوتا ہے۔ اب ہر کسی کے پاس کوئی آغا جی کہاں اور پھر یادوں کی کسک بھی تو عجب نشہ لئے ہوتی ہے۔ قائد کہانی کی آخری قسط اچھی لگی۔ افتخار کھوکھر صاحب نے اسے بہت خوبصورتی سے لکھا تھا۔ Back to Quaid-i-Azam بھی اچھا جا رہا ہے۔ تسنیم جعفری کی کہانی "پوزی اور الیکٹرا" پڑھ کر بے اختیار دل سے دعا نکلی کہ خدا نہ کرے کہ ایسا وقت ہم پر آئے لیکن دعا کرتے ہی دل میں طمانیت کی ٹھنڈک اتر آئی کہ وہ رب کائنات اپنی مخلوق کو اس قدر تبدیل ہونے اور اسے عذاب تک نہیں جانے دے گا۔ علی اکمل تصور کی تحریر "خالی برتن" بھی ایک اچھی کہانی تھی جس میں مصنف نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ مکافات عمل کی حقیقت کو بیان کیا۔ "طلع البدر علینا" میں فائمہ آپی نے سچ کہا کہ ہمارے پاس تو اللہ میاں کا ڈائریکٹ ڈائلنگ نمبر ہے۔ ہم لوگ اپنی مصروفیات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اگر کوئی نماز رہ جاتی ہے تو ہمیں زیادہ افسوس نہیں ہوتا کہ اچھا چلو قضا پڑھ لیں گے مگر وہ خدا' رب کائنات ہو کر بھی ہمیں نہیں بھولتا۔ دن میں پانچ بار مسجد سے ہمیں اللہ کے پاس آنے کی دعوت دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ آؤ فلاح کی طرف۔ اللہ فائمہ آپی کو مزید اچھا لکھنے کی صلاحیت دے۔ سائن بورڈ کے ابتدا میں عائشہ کوثر نے لمبی چوڑی تمہید باندھی۔ کہانی تو اچھی تھی مگر میرے خیال میں فرح کا اتنا قصور بھی نہیں تھا۔ اشرف صاحب کو تو تصویر کا دوسرا رخ آخر تک نظر ہی نہیں آیا۔ سپورٹس سے اتنی دلچسپی تو نہیں پھر بھی سپورٹس کالم مس نہیں کرتا۔ فرحان جاوید بہت اچھا لکھتے ہیں۔ پورے کالم میں پاکستانی ٹیم کے خوب لتے لے رہے ہیں۔ آپ ہی بتایئے پہلے تو ہمارا میڈیا خوب سر پر چڑھاتا ہے کھلاڑیوں کو پھر اگر ہار جائیں تو خوب مرچ مصالحہ لگا کر رپورٹس لکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ رابعہ شاہ نے اس ماہ بھی "کرایہ" کے ساتھ بہت زبردست انٹری دی۔ سائرہ نذیر نے "کرچیاں چن لو" میں سبق تو بہت اچھا دیا البتہ پڑھتے ہوئے بار بار احساس ہو رہا تھا کہ مصنفہ خواتین ڈائجسٹ بہت پڑھتی ہیں۔ "ماسٹر جی" بہت اچھی اسٹوری تھی۔ واقعی اگر آپ کسی چیز کو برا سمجھتے ہیں تو صرف دل میں ہی اسے برا مت سمجھئے بلکہ کوشش کریں کہ اس کے مقابل اچھائی کا نمونہ لے کر آئیں۔ Yes it,s me میں عاصمہ عثمان کی تصویر دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ خدا انہیں جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!۔ اب بات عالیہ ملک کے انتخاب "فضلو درزی" کی تو یقین مانئے اس کہانی نے بہت متاثر کیا۔ یہ جس کتاب سے لی گئی ہے وہ میں نے پڑھی نہیں ہوئی۔ اب انشاء اللہ ضرور پڑھوں گا۔ مجموعی طور پر اس ماہ کا شمارہ بہت اچھا تھا لیکن بھیا جی کیا ایسا نہیں لگتا کہ بہت خشک سا ہو گیا ہے۔ عمران سہیل بوبی کے کارٹون بھی نظر نہیں آتے۔ ہاں ٹیلیفونک کالم پڑھ کر تھوڑی سے شگفتگی کا احساس ہوتا ہے۔ (عامر احمد۔ رحیم یار خان)

انعامی خط ـ 2

مبارک ہو بھیا جی اس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں میں ایک پیارے سے اضافے کی۔ اداریہ پڑھا' دل اور آنکھیں ایک ساتھ بھر آئیں۔ پر نجانے کیسا بند بندھا ہے کہ آنسو بھی پلکوں کی باڑ عبور نہیں کر پاتا۔ مجھے تو زیادہ کی حسرت بھی نہیں لیکن مجھے تو کبھی کسی کے سر جتنا آنسو بھی نہیں ملتا۔ بس اس کے کرم کا انتظار ہے کہ کب یہ بند ٹوٹے گا۔ ایسے میں ہمیشہ آپ کا کہا فقرہ یاد آتا ہے "سوچتا ہوں یہ لوگوں کو اتنے اچھے دوست اور اتنا رونا کیسے مل جاتا ہے" ہمارے اردگرد بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ہندوؤں کی سازشوں سے 1947ء میں ہندوستان میں اور 1971ء میں بنگال میں اپنے کو پرایا ہوتے دیکھا۔ ان کے گلوں میں بھی وہ "دکھ کی بھیگ" اتر گئی جو نور محمد جمالی کے عبدل کے گلے میں اتر گئی تھی۔ واقعی "آپ کا شکریہ" ایک جملہ کہنے سے ان کا دل خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ والدین ہمارے لئے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن ان کے سب سے بہترین تحفے تو ان کی تربیت اور ان کی ہمیں دلوائی جانے والی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کا سب سے زیادہ احساس مجھے ہاسٹل آ کر ہوا جب کوئی میری ملنساری اور خوش اخلاقی کی تعریف کرتا یا میرے رویے' میرے اعتماد کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا۔ مجھے یہ تعریف تحسین ہمیشہ اپنے والدین کی تعریف لگی ہے اور جب میں کسی کی برائی کا جواب برائی سے نہیں دے پاتی تو میں شکر ادا کرتی ہوں والدین کا کہ انہوں نے مجھے ایسا کرنا سکھایا ہی نہیں۔ ہماری ہر کامیابی اور تعریف کے پیچھے اللہ کے بعد دوسرے ہمارے والدین ہوتے ہیں۔ سائرہ نذیر کی "کرچیاں چن لو" ایک اچھی تحریر تھی۔ یہ کرچیاں تو بہت سے دلوں میں بکھری ہیں۔ بہت سی نفرتوں' ناانصافیوں' زیادتیوں اور بدسلوکیوں کی لیکن کرچیاں چننے کا حوصلہ دینے والا کسی کسی کو ملتا ہے۔ "قائد کہانی" بہت معلوماتی سلسلہ تھا جو اختتام کو پہنچا۔ بہت سی نئی باتیں قائد کے بارے میں معلوم ہوئیں۔ خاص طور پر اس کہانی کو پڑھ کر قائد کی بچوں سے شفقت اور لگاؤ کا پہلو بہت نمایاں طور پر ہم لوگوں کے سامنے آئے۔ قائد کے حوالے سے بہت سی کتابوں کے نام ہمارے علم میں آئے کہ جنہیں پڑھ کر اپنے پیارے قائد کے متعلق مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ "کچھ آپ بیتیاں مزے کی" میں "May God be pleased with you" اور زرخیز گلا اچھی لگیں۔ لطیف پڑھ کر تو ہنسی کوئی نہیں آئی البتہ کارٹونز دیکھ کر چہرے پر مسکراہٹ ضرور دوڑ گئی۔ "پوزی اور الیکٹرا" پڑھی' اچھی لگی۔ لطیفہ پڑھ کر صرف اتنا سوچا ایسا تو ایک دن ہونا ہی ہے۔ بس انتظار ہے کب یہ کمال ہوتا ہے۔ ویسے انسانیت' اخلاقیات اور انسانی ہمدردی' انسان دوستی اور بے پایاں محبت جیسی اعلیٰ انسانی اقدار جس تیزی سے ختم ہو رہی ہیں۔ علی اکمل تصور نے "خالی برتن" میں ہمارے معاشرے کا ایک اور المیہ بیان کیا۔ آج کل انسان دولت کے بل بوتے پر ہر چیز حاصل کرنا چاہتا ہے اور حاصل کر بھی لیتا ہے۔

> **جب میں کسی کی برائی کا جواب برائی سے نہیں دے پاتی تو میں شکر ادا کرتی ہوں والدین کا کہ انہوں نے مجھے ایسا کرنا سکھایا ہی نہیں**

لیکن اس کی ناپائیداری کا احساس سوائے اس کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ایسے خالی برتن ہمیں معاشرے میں جگہ جگہ بکھرے نظر آئیں گے۔ "ہم ایک ہیں" کاش یہ اتحاد و یکسانیت معاشرے کے بگاڑ کی بجائے اسے سنوارنے کا باعث بنتی۔ عادل منہاج نے تو ابھی چند ہی جھلکیاں دکھائی تھیں اگر تفصیل میں جائیں تو شاید کسی خصوصی شمارے کی اشاعت وقوع پذیر ہو۔ ٹیلیفونک کالم پڑھ کر مزہ دوبالا ہو گیا۔ میرے خیال میں آپ "لطیفوں" اور "آپ بیتیاں" کے سلسلے بند کر کے ٹیلیفونک کالم کے صفحے بڑھا دیں۔ عبدالشکور صاحب کی امریکہ سے کی جانیوالی کال کا احوال پڑھ کر یاد آیا آپ کا جون 2002ء میں شائع ہونیوالا اداریہ بھی تو اسی موضوع پر تھا نا۔ پتہ ہے اس دفعہ بھی جب امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو میری ساری روم میٹس امریکہ کے خلاف بولتی اسے گالیاں نکالتی رہیں۔ امت مسلمہ کی نااتفاقی اور کمزوری پر روتی رہیں تو میرا دل چاہا میں انہیں وہ اداریہ پڑھ کر سناؤں۔ "ہم بھی شعر کہتے ہیں" ایک اچھا سلسلہ ہے لیکن آپ "کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" کا کالم بھی ضرور دیا کریں۔ "پڑھ تو سہی" ایک نیا سلسلہ شروع ہوا لیکن اس کا بالکل بھی یہ مطلب نہیں کہ "واہ کیا بات ہے" کا کالم غائب کر دیا جائے۔ "نئی زندگی کا آغاز کیسے کریں؟" فائز سیال کے اس کالم نے میری زندگی کو بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔ اللہ جی سے اور دوسرے بہت سے لوگوں سے لاحق ہونیوالے شکوے شکایات سارے ہی مٹا ڈالیں۔ ایک بالکل واضح اور مثبت تبدیلی میری ذات میں رونما ہوئی ہے۔ میں نے تو اس تبدیلی کو محسوس کیا ہے۔ دوسروں نے کیا یا نہیں؟ اس کا البتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ "ہاؤ کرو ال" تھیم تو کچھ پرانا تھا مگر کہانی کا انداز ایک دم منفرد۔ شاید شروع شروع میں کسی ٹاپ کرنیوالے نے جب یہ کہا ہو کہ "میں اس فیلڈ میں خدمت خلق کرنے آئی ہوں/آیا ہوں" تو اس کے پیچھے سچ مچ کوئی سچا جذبہ کارفرما ہو لیکن اب تو ایک ٹرینڈ سا بن گیا ہے۔ ہر نیا ٹاپ کرنے والا یہ فقرہ دہراتا ہے اور اس دنیا کی بھیڑ بھاڑ میں کھو جاتا ہے۔ بس جملے کی بازگشت رہ جاتی ہے۔ (کومل صبا۔ عیسیٰ خیل)

انعامی خط ـ 3

31 مارچ کو رات 10 بجے بہاولپور ٹور سے واپسی ہوئی تو جیسے ہی اپنے کمرے میں قدم رکھا تو کمرہ بڑی پیاری خوشبو سے مہک رہا تھا۔ غور کیا تو سامنے ٹی وی کے اوپر ہم سب کا پیارا ہم سب کی آنکھوں کا تارا "پھول" بڑا مسکرا رہا تھا۔ اسی وقت ہاتھ آگے بڑھ کر پھول کو اٹھایا۔ ٹائٹل دیکھا تو بے اختیار منہ سے نکلا واہ کیا بات ہے تیری پھول۔ آگے بڑھے تو مجیب ظفر بھائی کوزی پارک میں گرمی کو انجوائے کر رہے تھے۔ کرنیں ہمیشہ کی طرح زبردست تھیں۔

آگے بڑھے تو پھول کا سب سے زیادہ فیورٹ سلسلہ اداریہ......

جے ویکھاں میں عملاں ولے کج نہیں میرے پلے' جے ویکھاں تیری رحمت ولے بلے بلے بلے' بے شک خداوند کریم جس کو چاہے معاف کر دیں۔ ایک چھوٹی سی نیکی بھی بڑا کام کر دیتی ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ ہم میں 99% لوگ ایسے ہیں جو مشکل وقت تو رو رو کر خداوند کریم کو

> **جب مشکل دور ہو جاتی ہے تو ہم**
> **سب کچھ بھول بھال کر دنیا کے**
> **رنگوں میں گم ہو جاتے ہیں**

یاد کرتے ہیں اور جب مشکل دور ہو جاتی ہے تو ہم سب کچھ بھول بھال کر دنیا کے رنگوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ ماسٹر جی...... میں آپکو نہیں کہہ رہا بالکل میں تو ساجد محمود ساجد کی تحریر کا ذکر کر رہا ہوں۔ اب کہاں وہ استاد ہیں' اب نہ تو وہ استاد ہیں نہ وہ پڑھائی اور نہ ہی وہ شاگرد' کبھی وہ زمانہ بھی تھا جب استاذ استاد بن کر پڑھاتے تھے اور شاگرد' شاگرد بن کر پڑھتے تھے مگر اب تو ہمارے ماسٹر صاحبان نے تعلیم کو کاروبار بنایا ہے۔ ان بچوں کو فیل کر دیا جاتا جو انکے پاس ٹیوشن نہیں پڑھتے۔ یہاں میں ایک واقعہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ 9th کلاس میں مجھے میرے ایک ٹیچر (جو کلاس انچارج تھے) نے کہا کہ شام کو میرے پاس ٹیوشن پڑھنے آیا کرو' انکار کیا تو دشمن بن گئے۔ ایگزام کے دوران میرے تین پیپر غائب کر دیئے۔ آغا جانی' عائشہ انیس نے ایک عمدہ تحریر تھی' آج کے دور میں دوستی بھی ایک کاروبار بن گیا۔

بیک ٹو قائد اور قائد کہانی معلومات کے حوالے سے اچھے سلسلے ہیں۔ مسکرایئے پہلے سے کافی حد تک اچھے ہو رہے ہیں۔ پوزی اور الیکٹرا تسنیم جعفری کی تحریر میں کوئی خاص بات نہ تھی۔ علی اکمل خالی برتن کے ساتھ میرا مطلب تحریر کے ساتھ حاضر تھے' کسی نے ٹھیک ہی کہا کہ آگ جب اپنے گھر میں لگتی ہے تو تب پتہ چلتا ہے کہ آگ ایسی ہوتی ہے۔ ہم بھی شعر کہتے ہیں' آپ کیوں پریشان ہو گئے' میں اور شاعر یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ میں شاعر ساتھیوں کا ذکر کر رہا تھا جو کہ مجھے اتنا خاص نہیں لگتا۔ سائن بورڈ عائشہ کوثر کی اے ون تحریر تھی۔

اس ماہ جو تحریریں ٹاپ پر تھیں ان میں فضلو درزی' خدا تو بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے مگر ہم تو یہ سوچتے نہیں۔ کرچیاں چن لو' سائرہ نذیر نے ایک عمدہ موضوع پر تحریر لکھی' کسی کو بے جا تنگ نہیں کرنا چاہیے۔ چیزیں وغیرہ ٹوٹ جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کا بدلہ دوسرے سے لینا جائز نہیں۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بدلہ سے معاف کر دینا اچھا ہے اور اس ماہ کی تیسری ٹاپ کی کہانی ہاؤ کرو ال تھی۔ الحدیث اور نئی زندگی کا آغاز کیسے کریں۔ تمام کالم سے بہتر تھے۔ یہ پورے شمارے کی جان تھے۔ (احسن سندھو۔ ملتان)

☆۔ ٹائٹل نے بور کر دیا۔ کرنیں اپنے اندر روشنی سمیٹے ہوئی تھیں جس کو ہم نے حاصل کیا۔ دکھ کی بھیک پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ قائد کہانی آخری قسط پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ ایسی کہانیاں ہمارے قائد کی باتوں کو زندہ رکھتی ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ بہار آگئی پڑھ کر بہار کی خوشی دوبالا ہوگی۔ (عبدالقدیر راجڑ، عمران، نادر، فہد اللہ، انس اقبال کاشف، عرفان، عمر جہانگیر خان راجڑ۔ نصراللہ راجڑ چاہ منصور والہ)

☆۔ میرا پہلا خط ہے۔ پھول سے متعارف ہوئے ایک مہینہ ہوا ہے۔ مجھے اس میں مسکرایئے، کرنیں اور الحدیث جیسے سلسلے پسند آئے اور اب میں ہر مہینے اس کو پڑھا کروں گا۔ مجھے اس سے ایک عجیب سی محبت ہو گئی ہے۔ (محمد علی۔ چاہ ستارے والا)

☆۔ صدر بش بہت زہریلی اور خاردار جھاڑی ہے۔ یہ اپنے کانٹوں سے ہر ایک کو زخمی کرتی ہے۔ اگرچہ بندہ بہت بچنے کی کوشش کرے۔ مگر یہ اپنا کانٹا کسی نہ کسی طریقے سے ضرور چبھو دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خاردار جھاڑی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور مسلمانوں کو نجات دلائے۔ مگر بھیا ساتھ ہی مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی ضرورت بھی ہے۔ مسلمان بحکم ربی کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ ابھی بھی ہمارے پاس قرآن و سنت جیسے دستور موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے دشمن کو شکست فاش دے سکتے ہیں مگر شرط عمل کرنے کی ہے۔ کیونکہ ہم اپنی روایات، ثقافت کو بھولتے جا رہے ہیں اور دشمن کے ناپاک ارادوں اور گھناؤنی سازشوں کو سمجھتے ہوئے بھی ہم اپنی اسلامی روایت کو بھول کر مغربیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ (ایم اعوان۔ حافظ محمد حنیف۔ ڈنڈوت)

☆۔ تمام شمارہ ہی اچھا تھا۔ ٹائٹل بھی اچھا تھا۔ کرنیں اور اداریہ بھی اپنی مثال آپ تھے۔ اس کے بعد دکھ کی بھیک پڑھی یہ تحریر بھی اپنی مثال آپ تھی۔ 16 دسمبر 1971ء کا دن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا جب پاکستان کے جنرل نیازی نے بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ہمارا آدھا پاکستان (مشرقی پاکستان) ہم سے الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ ''ماسٹر جی'' بھی بہت اچھی تحریر تھی۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے اساتذہ کی سزا کا برانہ سمجھیں اور ان سے رہنمائی لیں اور اس طرح ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ فضلو درزی بھی اچھی کہانی تھی ہمیں چاہئے کہ دوسروں کی تکالیف اور مصیبتوں کو دور کریں اور دوسروں سے اچھا سلوک کریں۔ (زاہد اقبال۔ پنڈ سلطانی)

☆۔ پھول کے تمام مضامین نہایت عمدہ، تخلیقی اور تحقیقی ہوتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے اس سے ہمارے ملک میں بلکہ تمام انسانوں میں تعمیری اور ترقی پسند سوچ کو فروغ مل رہا ہے۔ یہ ہمیں اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں سے آگاہ کرنے کے لئے کام کر رہا ہے۔ ٹائٹل بڑا ہی خوبصورت اور عمدہ تھا۔ (عبدالقادر شیرازی۔ کراچی)

☆ لطیفے تو بور ہی تھے اشعار بہت ہی پیارے تھے۔ کہانیوں میں فضلو درزی اور ہم ایک ہیں بڑی نصیحت آمیز تھی بیک ٹو قائداعظم اچھا سلسلہ ہے اسے جاری رکھیں۔ منظر بھائی اس پر بہت محنت کرتے ہیں۔ (احسان علی غفار۔ کالکی منڈی)

☆۔ میں تھرڈ ائر کی طالبہ ہوں اور پچھلے نو سال سے پھول پڑھ رہی ہوں لیکن کبھی آپ کو خط نہیں لکھ سکی۔ ایک دو دفعہ انعامی مقابلوں میں حصہ لے چکی ہوں۔ ایک نظم اور ایک آپ بیتی لکھ کر بھیجی تو دونوں شائع ہو گئیں جس سے مجھ کو بہت حوصلہ ملا۔ (حنا یوسف۔ سمندری)

☆۔ پھول کا ٹائٹل بہت پسند آیا۔ سارا رسالہ بہت اچھا تھا۔ تمام سلسلے بہت پسند آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آپکے بلکہ سب کے پھول کو بہت ترقی دے اور ہر نظر بد سے بچائے۔ (محمد فیصل نثار۔ ملتان)

☆۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ خاص طور پر کرایہ، سائن بورڈ، خالی برتن بہت پسند آئیں۔ مجھے پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن مجھے آگے کوئی نہیں پڑھاتا میں نے میٹرک اب کیا ہے کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے آپ اگر مجھے اجازت دیں تو میں ضرور کہانیاں لکھوں گی۔ (آپ کہانیاں بھی شوق سے لکھیئے گا مگر خط میں اپنا نام ضرور لکھتے ہیں)

☆۔ حال ہی میں پھول پڑھنا شروع کیا اور انشاءاللہ باقاعدہ قاری رہیں گے۔ پھول میں جن سلسلوں نے زیادہ متاثر کیا وہ ہیں کرنیں اور طلع البدر علینا اور اس کے علاوہ ہر سلسلے میں کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق موجود ہے۔ اس ماہ پھول کا ٹائٹل بہت اچھا لگا۔ بچے سارے بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ (عطیہ طارق۔ ڈہرانوالہ)

☆۔ شمارہ اپریل بہت شاندار تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ سلسلہ وار ہم بھی شعر کہتے ہیں بہت اچھا ہے۔ میری تو بس دعا ہے اللہ تعالیٰ ''پھول'' کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔

عروج ہو نصیب تجھ کو زمانے میں اتنا
کہ آسمان ''پھول'' تیری وسعتوں پہ ناز کرے

(ضیاء فرید ضیاء۔ پاکپتن)

☆۔ معمول کے مطابق کرنیں اور پھر اداریہ پڑھا اب کی بار بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں کامیاب باپ، فضلو درزی اور کرایہ دل کو لگی۔ ہم ایک ہیں پڑھ کر بھی دل کو سکون ملا۔ طلع البدر علینا جو ہمارے لئے ایک اچھا سبق ہے اور پھول رسالے کا دل ہے۔ پڑھ تو سکی میں ''مچھر کی حسن پرستی'' اور ''عقلمندی کہ—'' پڑھ کر کبھی مسکرائے اور حیرت بھی ہوئی۔ (محمد عاصم لطیف حاصلپور)

☆۔ میں پھول کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں۔ کبھی وقت پر مل جاتا ہے اور کبھی نہیں بھی ملتا۔ میں نے بہت مرتبہ خط لکھے لیکن آپ نے کبھی پھول میں جگہ نہیں دی۔ کیا ہمارا کوئی حق نہیں پھول پر اگر اس دفعہ آپ نے ہمارے خط کو پھول میں جگہ نہ دی تو ہم پھر کبھی نہیں لکھیں گے۔ عقیدت کی روشنائی، الفت کے کاغذ پر، چاہت کا قلم استعمال کرتے ہوئے یہ نذرانہ عقیدت اس حسرت کے ساتھ ارسال خدمت ہے کہ اس کو نظر عنایت بخش کر شائع کریں گے اور مجھے خوش ہونے کا موقع دیں گے۔ (سلمیٰ فردوس۔ روہیلانوالی۔ (ہمارے ہاں تو جگہ پیار محبت سے بنتی ہے دھمکیوں سے نہیں)

☆۔ دکھ کی بھیک نور محمد جمالی کو نہایت مبارکباد اتنی اچھی تحریر پر بھیا جو گزر گیا نہایت دردناک تھا مگر کیا ہم پھر وہی ڈھاکہ والی تاریخ نہیں دوہرا رہے۔ تو سندھی ہے، میں پنجابی ہوں، وہ بلوچ ہے یہ پٹھان ہے ان سب کے درمیان پاکستانی تو کہیں گم ہو چکے ہیں۔ کیا ہم قائد کا وہ فرمان بھول چکے ہیں کہ ہم سب سے پہلے پاکستانی ہیں لیس انس می سیمی نور کی بہن عاصمہ بہت خوبصورت بہت پیاری لگیں۔ خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ماسٹر جی ہمارے معاشرے میں ایسے استاد بہت زیادہ دستیاب ہیں ایسے استادیوں پھیلے ہیں جیسے کوئی وائرس اب تو ان پر کوئی سپرے کرنا چاہئے کہ ختم ہوں۔ ایسے ہی ٹیچرز کی وجہ سے اچھے خاصے بچے سکول چھوڑ دیتے ہیں۔ (تقدس گیلانی۔ شیخو شریف)

☆۔ پوزی اور الیکٹرا میں امریکہ کا نام پڑھتے ہی تن بدن میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ جی سے دعا ہے کہ وہ امریکہ کے فوجیوں کا عراق میں قبرستان بنا دیں۔ ایک بات واضح ہے کہ امریکہ نے تیل حاصل کرنے، عراق پر اپنی حاکمیت قائم کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے جو آگ بھڑکائی ہے زر، زمین اور تسلط جمانے کے لئے لگائی جانے والی یہ آگ ایک نہ ایک دن امریکہ کے اپنے دامن تک ضرور جا پہنچے گی۔ (انشاءاللہ) معصوم عراقیوں کی آہیں اور بددعائیں اک دن ضرور رنگ لائیں گی۔ (انشاءاللہ) باقی کہانیوں میں جس کہانی نے متاثر کیا وہ خالی برتن (علی اکمل تصور) کی کہانی ہے۔ معاشرے کا ایک ناسور یہ عطائی ڈاکٹر بھی ہیں جو محض دولت، ڈگری کی خاطر اس مقدس پیشے کو بدنام کئے ہوئے ہیں۔ یہ تو خیر ایک کہانی تھی لیکن پتہ نہیں کیوں؟ میرا دل چاہتا ہے کہ سب نام کے مسیحاؤں کے ساتھ یہی کچھ ہو جو اس کہانی میں ہوا۔ اب تک جتنی بھی کہانیاں پڑھیں انہوں نے دل کے بوجھ میں اضافہ ہی کیا لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہی وہ حقیقت ہے جو ہمارے معاشرے میں، ہمارے اردگرد بکھری پڑی ہے۔ مجھے پھول اسی لئے پسند ہے کہ آپ اپنے قاری کو الف لیلوی دنیا میں نہیں لیجاتے۔ جہاں سب اچھا ہوتا ہے بلکہ اپنے قاری پر وہ تلخ حقیقتیں آشکار کرتے ہیں جن سے قاری چاہتے ہوئے بھی نظریں نہیں چرا سکتا۔ باقی سلسلوں میں Yes its me اچھا تھا اور پڑھ تو سکی زبردست تھا۔ (نادیہ سعید۔ گگو منڈی)

☆۔ اسلامی تاریخ کو ہر دفعہ نہایت ادب سے پڑھنے کے بعد اگر کوئی اہم چیز پڑھتے ہیں تو وہ صیاحی کا اداریہ ہے۔ اس کے بعد لوگوں کی نامکمل ہونے والی کہانیاں، نامکمل ہونے والی کہانیاں، قصے وغیرہ ہیں اور ایسی کہانیاں جو ختم نہیں ہو رہیں ہیں بلکہ ان کی رفتار روز بروز بڑھ رہی ہے کہانیاں لکھنے والوں کی وجہ سے نئے لوگوں کا پھول میگزین میں داخلہ ممنوع ہے اور پھر لوگوں کی تصویریں اور اگر کوئی پھول میگزین کا پروگرام ہوا ہو تو وہ پروگرام بمعہ تفصیل ہے۔ یہ ایک اچھا سلسلہ ہے۔ اس کے بعد فائز سیال کا لیکچر بھی بعض اوقات پڑھنے کو ملتا ہے لیکن دور رہنے والوں کو کبھی کبھی ہی بلایا جاتا ہے۔ خطوط، ٹیلی فون کا سلسلہ اور کئی قسم کے لطیفے، شعر کا سلسلہ اور پھر آج کل سائنس کے متعلق جدید ہونے کی کوشش ایک نئی کاوش ہے۔

(نادیہ افضل سنڈل۔ وزیر آباد)

☆۔ یہ ایک مکمل شمارہ ہے جو کہ زندگی کے تمام حسین رنگوں پر مشتمل ہے نام بھی پھول اور تحریریں بھی خوشبو بھری زندگی میں نکھار پیدا کرنے کے لئے ایسی تحریریں بہت اچھا تاثر قائم کرتی ہیں اور انسان کو انسان بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا! اداریہ میں انسانوں سے خدا کی محبت اور بے لوث نعمتوں کا اظہار بہت اچھا بیان لگا۔ لفظ اللہ جی نے اتنا متاثر کیا کہ میں اپنی لکھی ہوئی نظم بھیجنے پر مجبور ہو گئی۔ (آپ نے فرحت جبیں کے کہنے پر خط تو لکھ دیا اپنا نام کہیں نہیں لکھا)

☆۔ اپریل 2003ء کا شمارہ حسب معمول دلکش سرورق کے ہمراہ ملا۔ اداریہ بے حد پسند آیا جبکہ بیڈ ٹائم سٹوری ''ہاؤ کروال'' نہایت پر اثر تحریر تھی جو بلاشبہ ہر اک دل میں گھر کر جائے۔ بیسٹ سٹوری آف دی منتھ ''خالی برتن'' رہی۔ واقعی جہاں غیروں کا خون سرد پڑتا ہے وہاں اپنوں کا خون بھی سرد پڑ جایا کرتا ہے۔ کرایہ اور دکھ کی بھیک بالترتیب دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہیں۔ (سمیرا ثیلم۔ جھنگ صدر)

☆۔ کرنوں کے بعد اداریہ پڑھ کر آنکھوں سے دو سفید سے موتی گر پڑے اداریہ اتنا پُراثر ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے اس کو بار بار پڑھا جائے۔ سرور حسین اللہ کو تمہارے عمل ضرور پسند آئیں گے۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ دکھ کی بھیک میں ایک بہن کی بھائی سے محبت اور دوست کی وطن سے محبت کو واضح کیا گیا ہے بہن کی بھائی سے محبت بھی لاجواب ہوتی ہے۔ کامیاب باپ بھی اچھی رہی اس کے علاوہ Yes its me کا سلسلہ اچھا جا رہا ہے۔ ماسٹر جی کی کہانی ہمارے سکول سسٹم پر بالکل فٹ تھی ہمارے دیہات کے سکولوں میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ میرے کزن عابد، ساجد، اکمل افضل، آصف، راشد، اصغر نے جب میرا انعام اور نام پھول میں دیکھا تو بہت تعریف کی وہ لوگ بھی پھول میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ اب یہ سب پھول کے قاری بن گئے ہیں۔ (ڈاکٹر محمد عمران کی چک نمبر 525 شیخوپورہ)

☆۔ ٹائٹل اس دفعہ واقعی اچھا تھا کیونکہ پچھلے شماروں کے برعکس اس ٹائٹل میں اچھی تبدیلی نظر آئی کرنیں میں انتخاب خوب تھا اداریہ میں حضرت ابوبکر شبلی والا واقعہ بہت اچھا لگا کہانیوں میں مجھے فضلو درزی سب سے بہترین اور A-ONE لگی۔ گو یہ حدیث پہلے بھی پڑھی ہوئی ہے لیکن کہانی کے انداز میں بے حد متاثر کر گئی۔ کرایہ رابعہ شاہ کی نئے موضوع پر اچھی کاوش میرے خیال میں اگر ہر کوئی نبیل کے دادا کے طرح سوچنے لگے تو کوئی بھی مستحق نہ رہے۔ ہم ایک ہیں معاشرے پر گہرا طنز لئے ہوئے تھی خالی برتن بھی اچھی کہانی تھی۔ (فرحت نذیر۔ کچا کھوہ)

☆۔ دکھ کی بھیک، کامیاب باپ، ماسٹر جی، آغا جانی تو بہت بہت بلکہ بہت ہی پسند آئی اس کے ساتھ فضلو درزی، قائد کہانی اور لطیفے بھی بہت پسند آئے۔ ہم آپ سے ایک اور بات سے ناراض ہیں کہ آپ نے کمپیوٹر کے متعلق معلومات بند کر دیں ہیں آپ سے ہم یہ گزارش کریں گے کہ پھر سے کمپیوٹر کے لئے بھی چند صفحات دیں۔ ماہنامہ پھول ہمیشہ کی طرح ہر ماہ معیاری ہوتا ہے پھول ہمارے لئے ایک استاد کی مانند ہے جو ہر لحاظ سے ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ میں نے پہلی مرتبہ پھول جیسا اچھا اور معلوماتی رسالہ خریدا پڑھا تو بہت ہی مزیدار لگا۔ (شاہین ممتاز خان ممون خیل۔ عیسیٰ خیل)

☆۔ کہانیاں بہت ہی سبق آموز تھیں۔ زندگی کے نشیب و فراز کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ ''دکھ کی بھیک'' ایک غمگین تحریر تھی جو اپنے اندر نہ بھولنے والا دکھ لئے ہوئے تھی۔ ''ماسٹر جی'' بھی ایک استاد کی شخصیت کا اچھا منظر دکھا گئی۔ استاد اچھا ہو تو وہ روحانی باپ ہوتا ہے۔ آغا جانی دھیمے لہجے

پھول بڑا مقبول

میں تھی۔ پھر بھی اچھی تھی۔ پھول کلب کی تقریب میں آپ کی باتیں دل کو بھا گئیں۔ ایک ایک بات سچی تھی۔ ہمیں ہر وقت اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ فضلو درزی، قائد کہانی اور کرایہ بھی اچھی تحریریں تھیں۔ ''کرچیاں چن لو'' سائرہ نذیر کی ایک معاشرے کی بری بات کو ہائی لائٹ کر رہی تھی۔ بہو ساس کی ان بن سے خاندان کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ آغاز سے اختتام کہانی نے جکڑے رکھا۔ سب سے زیادہ ''زندہ کہانی'' پسند آئی۔ بیڈ ٹائم سٹوری بھی قدرے اچھی تھی۔ ٹیلی فونک کالم، طلع البدر علینا، الحدیث بھی پسند آئے۔ (ذوالفقار احمد زلفی۔ جھاوریاں گجرات)

☆۔ کافی عرصے سے ماہنامہ پھول کا مطالعہ کر رہی ہوں اور میں نے ہمیشہ ہی اس کو دوسرے تمام رسالوں اور اخبارات سے بہت ہی الگ اور بالکل منفرد پایا ہے۔ جہاں تک ماہ اپریل کے شمارے کا تعلق ہے تو وہ بھی لاجواب تھا۔ ہر کہانی ایک انوکھا رنگ اور دلچسپ موضوع لئے ہوئے تھی۔ کرچیاں چن لو اور خالی برتن بہت ہی اچھی تھیں۔ بیڈ ٹائم سٹوری، ''ہاؤ کرووال'' میں مجھے جو چیز سب سے اچھی لگی وہ اس کا Main idea تھا اور جہاں مجھے Clear نہیں ہوئی وہاں سے آپ نے کر دی۔ اس کیلئے بہت شکریہ۔ پوری طرح سمجھنے کے بعد جب میں نے اسے دوبارہ پڑھا تو واقعی مجھے اسکی ترتیب بالکل صحیح لگی۔ اسکے علاوہ تمام سلسلے حسب معمول بہت ہی اچھے تھے اور اداریہ بھی بہت زبردست تھا۔ پورا شمارہ بہت ہی خوبصورت اور قابل تعریف تھا۔ (ثمر محمود اسلام آباد)

☆۔ لطائف پڑھ کر کچھ خاص مزہ نہیں آیا نمک مرچیں کچھ کم تھیں۔ بھیا جی! میری التجا سمجھ کر ہی اس کو قبول کر لیں میری چھوٹی سی خواہش پوری کر دیں (چھوٹی آپ کے لئے ہے لیکن میرے لئے بہت بڑی ہے) بذریعہ پھول میں اپنی کیوٹ سی دوست شافیہ خالد کو اس کی سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتی ہوں جو 28 مئی کو ہے اور اس کی امتحان میں کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔ میری طرف سے آپ اس کو وش کر دیں گے تو اس کے لئے بہت بڑا سرپرائز ہو گا۔ کوئی شعر نیا کوئی بات نئی میں سبھی شعر اچھے تھے۔ (افشاں منور۔ بدوملہی)

☆۔ کرکٹ کوئز میں وسیم اکرم اور شاہد آفریدی سے متعلق سوالات پوچھے گئے۔ مجھے دونوں ہی پلیئرز کے ساتھ اختلاف ہے۔ وسیم اکرم کی پیشہ وارانہ صلاحیتوں پر کوئی شک نہیں لیکن جب تک ساتھ Moral Values اور Honesty کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے کوئی Hero نہیں بن سکتا اور شاہد آفریدی کے بارے میں تو فرحان جاوید نے بالکل صحیح Comments پاس کئے ہیں کہ وہ کب تک 37 گیندوں پر سنچری کی بلیک میلنگ کرتا رہے گا۔ کہانیوں میں ساجد محمود کی ماسٹر جی ایک اچھی کہانی تھی۔ رائٹر نے تصویر کے روشن رخ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ نامساعد حالات میں انتقامی بننے اور منفی سوچ والوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ تھا اور یہی کہانی کا پیغام تھا کہ ہمیشہ تصویر کا روشن رخ دیکھا جائے جیسا کہ اس ننھے بچے نے ظلم کا بدلہ ظلم سے لینے کی بجائے اس کو ختم کرنے کا سوچا اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم اپنے آپ کو eternal بنا سکتے ہیں۔ (رابعہ تاثیر۔ اوکاڑہ)

☆۔۔۔ ریڈیو پاکستان ملتان پر 150 شمارے مکمل ہونے والی تقریب کی روداد سنی جس میں پھول کلب پنجاب کے صدر خواجہ مظہر نواز صدیقی اور مہمان خصوصی بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے پروفیسر نے خطاب کیا جس میں پھول کلب ملتان کے ممبرز نے شرکت کی جس میں بذات خود شریک نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ میری تعلیمی و ذاتی مصروفیات تھیں۔

''پھول'' میں اس مرتبہ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں جس میں ''فضلو درزی'' (کرنل اشفاق) بہترین تھی۔ اداریہ کرنیں طلع البدر علینا ''پھول'' کے بے مثال اور لاجواب سلسلے ہیں۔ (فہد بلال بلوچ ملتان)

☆۔۔۔ ہم سب ایک ہیں کہانی پسند آئی محمد عادل منہاج نے بڑے خوبصورت انداز میں موجودہ معاشرے کی حقیقی کہانی لکھی ہے۔ چپڑاسی سے لے کر وزیر تک رشوت لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ ''ماسٹر جی'' ''کرایہ'' خالی برتن اور بیڈ ٹائم سٹوری اچھی کہانیاں تھیں۔ مظہر عثمان اچھری (اٹک)

☆ ''دکھ کی بھیگ'' ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دینے والی اور ہمیں اتحاد کا درس دینے والی کہانی ہے ''آغا جانی'' نے تو ہمارا بھی مسئلہ حل کر دیا۔

نوجوان نسل کو دنیوی اور دینی راستے کے سیدھے ٹریک پر لانے کی کوشش جاری رکھیں۔ تقریباً پانچ سال سے پھول کی خوشبو سے اپنی خامیوں کو مٹا رہا ہوں اور اپنے کردار کو بہتر بنا رہا ہوں۔ (محمد عبیر کوٹ ادو)

☆۔۔۔ اس ماہ کا ٹائٹل اچھا تھا اور ایک بات یہ کہ پھول کے اندرونی صفحوں کو ٹائٹل کی طرح رنگین کر دیں آپ کی مہربانی ہو گی۔
(فاطمہ اسلم عباسی دادو سندھ)

☆۔۔۔ بیڈ ٹائم سٹوری بہت اچھی تھی سمجھ بھی آ گئی مگر صرف نام سمجھ نہیں آیا اردو اور انگلش کی ڈکشنریوں میں بھی دیکھا مگر کہیں نہیں ملا (شمائلہ اقبال نارووال) (لفظ Cruel ہے جس کا معنی بے رحم ظالم وغیرہ ہے)

☆۔۔۔ پھول کے چند شمارے ہماری نظر سے گزرے ہیں سمجھ میں یہ آیا ہے کہ پھول صرف نونہالوں کا نہیں نوجوان بچوں کا بھی جریدہ ہے۔ میرا خیال ہے جو کہانی میں آپ کو بھجوا رہی ہوں پسند آئے گی۔ میں خود بھی چونکہ بڑھتے ہوئے بچوں کی ماں ہوں اس لئے سمجھتی ہوں کہ بچوں کو برا بھلا اس انداز میں بتانا چاہئے کہ آپ دونوں رخ ان کے سامنے واضح کر دیں اور انہیں خود فیصلہ کرنے دیں کہ صحیح اور غلط میں کیا فرق ہے۔ (عالیہ بخاری ہالہ)

☆۔۔۔ آپ کی جانب سے جواب موصول ہوتے ہی ہم نے ایک بار پھر صبر کا گھونٹ پی لیا تھا اور دل پر جبر کر کے پھر سے نئی کوشش میں لگ گئے تھے کیونکہ جوابی خط میں تحریر شائع کرنے یا نہ کرنے کا کوئی احوال نہیں لکھا تھا خیر ایک منت مانگ لی تھی تحریر پھول میں لگ گئی تو منت کا بکرا ضرور قربانی کروں گا مگر اللہ میاں نے بچایا کہ دو مہینے تک تحریر شائع نہیں ہوئی۔ بیگم صاحبہ نے حکم دیا کہ کہیں اور لکھنے کی بجائے پھول ہی میں لکھوں۔ عارف شین روہیلہ۔ حیدرآباد

☆۔۔۔ میرا پھول ہمیشہ کی طرح بہت ہی اچھا تھا ٹائٹل پر بچے بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے پھول کو پڑھنا شروع کیا تو سب سے پہلے کرنیں اور اداریہ پڑھا کرنیں اور اداریہ ہمیشہ کی طرح اب بھی اپنا رنگ دکھا رہے تھے کرنیں پڑھ کر تو دل ایمان کی روشنی سے چمک اٹھا کہانیاں پڑھنا شروع کیا تو سب سے پہلے دکھ کی بھیگ کہانی پڑھی جو بہت اچھی تھی اسکو پڑھ کر بہت مزہ بھی آیا اور دکھ بھی ہوا۔ (عشرت فاطمہ ماناں والہ)

☆۔۔۔ سعود عثمانی شاعروں میں ایک اچھے شاعر کا اضافہ فائزہ عروج کا کالم جو سارے رسالے کو سجا دیتا ہے ''بک آف دی منتھ'' کا تعارف اچھا لگا دل چاہ رہا ہے یہ بک پڑھنے کو اور یقیناً پڑھ بھی لوں گی ''کرچیاں چن لو'' آں ہاں آپ کو تھوڑا ہی کہہ رہی ہوں جو تلاش میں نظریں گھما رہے ہیں یہ تو سائرہ نذیر ہیں بھئی ماں تو ماں ہی ہوتی چاہے ساس نہیں بہر حال بہت اچھا لگا لکھتی رہا کریں سائنس کی دنیا کیا طلسم ہوشربا ہے یہ سائنس اور کتنے ذہین ہیں سوال کرنے والے۔ افتخار صاحب نے بالآخر قائد کہانی کو انجام تک پہنچا ہی دیا پھول کے قارئین کے لئے واقعی تحفہ تھی خصوصاً سکول میں پڑھنے والے یعنی ننھے منے پھول ساتھیوں کے لئے ''پڑھ تو سہی'' تو بہت معلومات افزا ثابت ہو رہا ہے اس دفعہ ''نسخہ اکبر'' بہت اچھا لگا واقعی کتنا سادہ اور آسان نسخہ ہے دنیا اور آخرت سنوارنے کا مگر ہم لوگ اس کا الٹ ہی کرتے ہیں یعنی دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر دیکھتے ہیں اور دین کے معاملے میں خود سے نیچے نتیجہ ناشکری اور بے سکونی اگر پیارے نبی کی اس پیاری بات کو مدنظر رکھیں تو کتنی سہل ہو زندگی رابعہ شاہ ذکر کر رہی ہیں کرایہ کا رابعہ آپ ہمیشہ مختلف لکھتی ہیں منفرد اور اچھوتا اس بار بھی بہت اچھا لکھا بہت منفرد کچھ آپ بیتیاں اس بار واقعی آپ بیتیاں لگ رہی ہیں ''کھجور بھاگ رہی ہے'' نے تو واقعی بہت ہنسایا میں چشم تصور سے ازرار شاہ کے گھر میں لال بیگ بھاگتا دیکھ رہی تھی اور ہنسی نے آنکھوں کو بھی ہنسا دیا بھلا کیسے ہنستے ہوئے آپ کی آنکھوں سے پانی بہتا ہے تو بس ایسے جب ہنستے ہوئے میری آنکھوں سے پانی نکلتا ہے تو میں کہتی ہوں دیکھو آنکھیں بھی ہنس رہی ہیں آگے حکم تھا مسکرایئے علامہ اقبال والے لطیفے پہ تو باقاعدہ قہقہہ لگا کے مسکرائی تھی یقیناً قدر ربوٹی ہو گی چہرے کی۔ افروز جنگ

☆۔۔۔ میں پھول کا ممبر بن گیا ہوں آپ کو یہ جان کر بہت خوشی ہو گی کہ آپ کی دعاؤں اور کاوشوں کی وجہ سے میرے پاس پانچ ممبر ہو گئے ہیں۔
(سجاد عمر خان ایبٹ آباد)

☆۔۔۔ جب پھول کے ٹائٹل پر نظر پڑی تو اداسی صاحبہ بھاگی دل کو اطمینان ہوا کہ ہمارا کل روشن مستقبل کتنا شاندار ہے۔ یہ پھول پھول میں بہت پیارے لگ رہے ہیں بھائی ان کو دیکھ کر یہ خیال بھی آیا ہے کہ ایسے ہی معصوم بچے عراق میں بھی ہیں وہ گولیوں دھماکوں کا نشانہ بن رہے ہیں بھلا ان کا کیا قصور ہے عالمی برادری بچوں کا عالمی دن منانے والے اب کیا ان کو یہ نظر نہیں آ رہا۔ کرنوں پڑھ کر بہت کچھ حاصل ہوا اس میں باتیں پرانی تھیں لیکن سبق نیا تھا۔ یا پھر شاید میرے لئے ہی ہو اداریہ پڑھا دل میں اللہ جی کی محبت میں

اضافہ ہوا بہت کچھ پتہ چلا کہ ہم تو کچھ بھی نہیں پھر اللہ جی سے کوئی چیز نہ ملنے پر گلہ شکوہ شروع کر دیتے ہیں۔ (سمیرا انو۔ فیصل آباد)

☆۔ آپ سے فون پر پہلی دفعہ بات کی۔ آپ نے ہم سے اتنے اچھے طریقے سے بات کی ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ خوشی کی وجہ سے ہمیں پوری رات نیند ہی نہیں آئی۔ پھول میں مجھے سب سے اچھا اداریہ بیڈ ٹائم سٹوری اور ٹیلی فونک کالم لگتے ہیں۔ اس دفعہ کہانیوں میں مجھے خالی برتن اور کرچیاں چن لو بہت اچھی لگیں۔ اداریہ تو ہمیشہ ہی اچھا لگتا ہے اس دفعہ اداریہ پڑھ کر مجھے شدت سے احساس ہوا کہ ہم لوگ کتنے مطلبی اور خود غرض ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہم لوگ صرف مشکل وقت میں یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہم پر اتنے مہربان ہیں کہ ان کا ہم سے ایک پل کے لئے بھی دھیان نہیں ہٹتا۔ (شبانہ ملک۔ چوک سرور شہید)

☆۔ کرچیاں چن لو میں سائرہ نذیر ایک حساس موضوع کے ساتھ آئی ہیں۔ اپنی زیادتیوں کا بدلہ دوسروں سے لینے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ جب وہی کچھ ان کے ساتھ ہوا تھا تو ان کے دل کا کیا حال ہوتا تھا؟ لفظوں کے نشتر جب کرچیوں کی صورت میں دل کو زخمی کرتے ہیں تو تکلیف کا احساس انکا نشانہ بننے والے ہی محسوس کر پاتے ہیں۔ طارق عزیز (نیلام گھر والے) نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ میں ہمیشہ خود بھی خیال رکھتا ہوں اور اپنے نوکر سے بھی کہتا ہوں کہ ''چیزیں ٹوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں لیکن خیال رہے کہ کسی کا دل نہ ٹوٹے''۔ ''پوزی اور الیکٹرا'' منجمد احساسات والی کہانی تھی، تسنیم جعفری نے موجودہ حالات میں لوگوں کے جذبات دیکھ کر 2030ء تک موجودہ جذبات کے بارے میں افسانے کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاس آرائی کی ہے۔ (شکیلہ منظور۔ روسہ مہ)

☆۔ کرنوں کا سلسلہ حسب سابقہ بہت اچھا ہے۔ آغا جانی، دکھ کی بھیگ اور بیڈ ٹائم سوری اچھی کہانیاں تھیں۔ ہم ایک ہیں ایک سبق آموز کہانی تھی۔ یہی ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی خرابی ہے اگر دور ہو جائے ہمارا ملک سنور سکتا ہے۔ (نذیر چودھری۔ سیالکوٹ)

☆۔ پھول کا خوبصورت ٹائٹل دیکھ کر بڑی خوشی محسوس کی ہم نے سب سے پہلے کرنیں اداریہ پڑھا (رخسانہ کوثر۔ سدرہ غفور۔ شہربانو۔ بہاولنگر)

☆۔ پھول کا ٹائٹل بڑا خوبصورت تھا کہ پھول میں ہم نے سب سے پہلے کرنیں اداریہ پڑھا اور کہانیوں میں قائد کی کہانی، ماسٹر جی، آغا جانی، لطیفے، زندہ کہانی، ہم ایک ہیں، الحدیث اور آپ بیتیاں پڑھ کر ہم بڑے خوش ہوئے ہیں کہ پھول رسالہ تعلیم تفریح کی تربیت کے لئے بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ (حافظ محمد زمان، حافظ محمد رمضان، محمد عمران، شاہین پبلک سکول بہاولنگر)

☆۔ 152 واں شمارہ پڑھنے کے قابل تھا ٹائٹل پر تو پھول ہی پھول تھے۔ ننھے ننھے اور چھوٹے چھوٹے جو مجھے بہت ہی پسند آئے۔ ان پھولوں کو ہم نے آج سمیٹ کر رکھا تو یہ بڑے ہو کر کبھی نہیں بکھریں گے اور جب بکھریں نہیں گے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔ کرنیں اداریہ لطیفے اور کچھ آپ بیتیاں مزے کی بہت پسند آئیں۔ کہانیوں میں فضلو درزی، کرایہ اور خالی برتن اچھی لگیں۔ (تصور عباس۔ جلالپور جٹاں)

☆۔ کامیاب باپ کہانی اچھی تھی باپ کو بچوں سے ہر بات دوستوں کی طرح کرنی چاہئے تاکہ بچے کو کسی قسم کی بات کرتے وقت کوئی پریشانی نہ ہو Yes its me میں سب بچوں کی تصویریں اچھی تھیں۔ ماسٹر جی کہانی اچھی تھی۔ فضلو درازی ایک اچھی اور نصیحت آموز کہانی تھی۔ کہ کسی بھوکے کو کھانا ضرور کھلائیں۔ طلع البدر علینا بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔ کرچیاں چن لو بالکل آج کل کے دور میں جو کچھ ہوتا ہے اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ اس کو پڑھ کر سبق حاصل کریں گے۔ کچھ آپ بیتیاں مزے کی سب نے اچھا لکھا ہوا تھا۔ (کفیلہ نعیم اعوان بھاگنانوالہ)

☆۔ اپنی دوست سعدیہ کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئی۔ پھول اتنا پسند آیا کہ لفظوں میں اظہار ممکن نہیں۔ بچوں اور بڑوں سب کے لئے یکساں دلچسپی کا باعث ہے۔ خصوصاً سبق آموز کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ انعامی مقابلوں کا سلسلہ بھی بے حد خوب ہے۔ میں ان مقابلوں میں پہلی بار حصہ لے رہی ہوں۔ امید ہے کہ میری تحریروں کو شامل اشاعت کریں گے۔ (شکیلہ پرویز۔ کراچی)

☆۔ دکھ کی بھیگ میں نور محمد جمالی کا قلم دکھ سے بھر بھر کر چھلک رہا تھا اور ان کے دکھ کی چند بلکہ ساری بوندیں ہمارے دل پر گرتی رہیں اور ہماری آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ کامیاب باپ میں کامیاب باپ بننے کا تھوڑا تھوڑا طریقہ بتایا گیا تھا ہمیں اس میں کچھ زیادہ کشش محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس کی طرف ہمارے بڑوں کو توجہ دینی چاہئے Yes its me

Scanned with CamScanner

میں جو رنگین تصویریں تھیں وہ اچھی لگیں۔ باقی تو بس سو سو ہی تھی۔ ماسٹر جی میں ایک بچے کے دکھ کو نہایت قرینے سے بیان کیا گیا تھا۔ غلط رویہ تو اب ہمارے ماسٹروں کا وطیرہ بن چکا ہے ہم کیا کر سکتے ہیں لیکن یہ کہانی پڑھ کر انہیں اپنے اوپر نظر ثانی کا ضرور موقعہ ملا ہو گا۔ آغا جانی پڑھ کر تو ہمارا دل لرز گیا ہمارے پتہ نہیں کتنے دوست ہو نگے جن کو ہم نے اپنے دلوں میں جگہ دی ہوئی ہے اور اللہ کو یاد کئے بغیر ہم انہیں دن میں پتہ نہیں کتنی بار دل کی گہرائیوں سے یاد کرتے ہیں۔ (ثوبیہ عالم۔ دنیاپور)

☆۔ میں اپنی دوستوں کو بتاتی ہوں کہ پھول کسی رسالے کا نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے۔ جس کا مقصد نئی نسل کے کردار کو نکھارنا ہے ان کی سوچوں کو نئی جہت سے متعارف کراتا ہے۔ اداریہ پہلے جیسا زبردست نہ تھا۔ لگتا ہے بھیانے گرمی کے مارے جان چھڑالی۔ اس کے علاوہ کرنیں، دکھ کی بھیک، ماسٹر جی، فضلو درزی، کرچیاں چن لو، ہم ایک ہیں اچھی تھیں۔ (صبیحہ تحسین۔ فورٹ عباس)

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

☆۔ پھول کا آغاز کرنیں، طلع البدر علینا، الحدیث سے کیا۔ یہ تینوں سلسلے بہت ہی اچھے جا رہے ہیں۔ ایسی تحریریں پڑھ کر بندے کا دل روشن اور ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔ کامیاب باپ، ماسٹر جی، کرچیاں چن لو میں بچوں کے ساتھ باپ، استاد اور ساس کے رویوں کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا اور یہ بتانے کی اچھی کوشش کی گئی تھی کہ بچوں سے ہمیشہ پیار و محبت سے پیش آنا چاہئے۔ (ایم بشیر۔ جڑانوالہ)

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

☆۔ ٹائٹل انتہائی خوبصورت اور پرکشش تھا۔ کہانیوں میں کامیاب باپ، فضلو درزی، کرچیاں چن لو، کرائے کا قاتل زبردست تھیں۔ لطائف بہت مزے مزے کے تھے۔ نظم بہار آ گئی کو ہمارے گھر میں بہت سراہا گیا۔ ایک اور بات پوچھنا چاہوں گا اور وہ یہ کہ پھول میں ایک مقابلہ ہے یہ ہے سائنس کی دنیا اس کے لئے صرف سوال ہی لکھ کر ارسال کرنا ہے یا جواب بھی ساتھ لکھنا ہوتا ہے۔ (یاسر وقاص۔ راولپنڈی) (آپ نے صرف سوال بھیجنا ہے جواب اور انعام ہم دینگے)

☆۔ ٹائٹل پہلی دفعہ ''پھول'' پھول اور کلیوں سے، ننھے منے ستاروں سے دمک چمک رہا تھا۔ اس دفعہ اداریہ میں اللہ کی رحمت کی امید کی طرف اشارہ تھا۔ اشارہ کیا تھا بس روح کو پاکیزہ کرنے کا۔ اللہ جی کے اسماء حسنیٰ رحیم و کریم پر یقین باندھنے کا انمول خزانہ تھا۔ دکھ سے بھری سٹوری دکھ کی بھیک پڑھ کر ایسا معلوم ہوا کہ جیسا سب کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہو۔ Yes its me کا دوسرا صفحہ بھی رنگین کر دیں کیا ہرج ہے۔ فضلو درزی ایک ایسے شخص کی کہانی ہے کہ جو اللہ جی سے سادہ فہمی میں محبت کرتا ہے اور اسے ہر طرح سے اللہ کی طرف سے چنتا لگی رہتی تھی کہ وہ بھوکا ہو گا، پیاسا ہو گا، بیمار ہو گا۔ (جمیل احمد کوکب اینڈ امجد حسین رضوی۔ ننکانہ موڑ بکھی)

☆۔ میں نے رسالہ کھولا سب سے پہلے صفحہ بتایئے انعام پایئے والا صفحہ دیکھا۔ نام تو تھا۔ خوشی ہوئی۔ خیر رسالہ پڑھنا شروع کیا۔ ایک دم رک گئی جب دیکھا کہ میرا انعام نکلا ہے۔ بتا نہیں سکتی کتنی خوشی ہوئی۔ بس بہت خوشی ہوئی۔ پھر سوچا ہو سکتا ہے کوئی اور ہو۔ مگر دل کے کسی کونے سے آواز آ رہی تھی۔ یہ میرا نام ہی ہے۔ اس دن میری ساری دوستوں کے فون آئے۔ (راحیلہ بٹ جاکے چیمہ)

☆۔ دکھ کی بھیک بہت ہی زیادہ پسند آئی اور اس کے علاوہ کامیاب باپ اور خاص طور پر ماسٹر جی کی کہانی بہت پسند آئی استاد صاحب کیسے بھی ہوں ہمیں برا نہیں کہنا چاہئے کیونکہ وہ ہمیں باپ سے بھی زیادہ پیار دیتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ ہمیں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے استاد سخت ہوں یا نرم استاد استاد ہی ہوتا ہے (جنید اقبال۔ زین العابدین۔ اوکاڑہ)

☆۔ اتنی جلدی پھول رسالہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ پہلے تو دس تاریخ تک پھول رسالے کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ پھول میں سب کہانیاں اچھی تھیں۔ کرچیاں چن لو بہت اچھی اور نصیحت آموز کہانی تھی۔ کچھ آپ بیتیاں مزے کی سب نے اچھا لکھا ہوا تھا۔ مسکرایئے آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی سب کے لطیفے اچھے تھے۔ (طیبہ خالد اعوان بھاگٹانوالہ)

☆۔ دوست کے نام پیغام کا سلسلہ بھی شروع کریں اس لیٹر کے ذریعے میں اپنی دوست اپنی جان نادیہ ارشد کو پیار بھرا سلام اور نیک دعائیں پہنچانا چاہتی ہوں۔ اداریہ پڑھتے ہوئے مجھے اکثر لگتا ہے کہ اتنا اچھا اداریہ کسی بھی رسالے کا ایڈیٹر نہیں لکھتا ہو گا بات سے بات نکلنے کا جو سٹائل ہے بڑا زبردست ہے۔ (فرزانہ شاہین۔ چوکی)

☆۔ اداریئے کے بعد کرکٹ کوئز پر نظر پڑی۔ بھیا ہمارے ہیرو یا تو کرکٹرز ہیں یا فلم سٹارز۔ شکر ہے ابھی فلمی ہیرو تو پھول تک نہیں پہنچے لیکن یہ کرکٹرز کو کیوں اتنی اہمیت دی جاتی ہے آفریدی اور وسیم نے آخر ایسے کیا کارنامے سرانجام دیئے ہیں کیا دیا ہے اس ملک کو جس قوم کے ہیرو اور آئیڈیل ایسے لوگ بن جائیں اس قوم سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے ہیروز کو بھلا چکے ہیں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کی کتابیں دلوں اور ذہنوں میں ہمیشہ موجود رہیں گی۔ نسیم حجازی، ممتاز مفتی، مختار مسعود، اشفاق احمد کتنے ہی نام ہیں جن کی کتابیں بلاشبہ کرکٹ کوئز کی جگہ لینے کی حقدار ہیں۔ ایسی ہی کتابوں کو پھول کی زینت بنائیں۔ (آمنہ احمد۔ دھریمہ)

☆۔ ماہنامہ پھول میں پہلی شرکت ہے مجھے شاعری کا جنون کی حد تک شوق اور یہ جو میں اپنی نظم (سادگی) بھیج رہا ہوں امید ہے پسند آئے گی اور مجھے آپ کا ماہنامہ پھول فرسٹ ٹائم لیا اور بے حد پسند آیا (جنید مشتاق ابڑو۔ نواب شاہ)

☆۔ ٹائٹل میں اس بار تبدیلی اچھی لگی شاید آپ پر پھول ساتھیوں کی فریادوں کا اثر ہو گیا ہے کرنیں تو سمجھ میں آ گئی لیکن اداریہ اور بیڈ ٹائم دو بار پڑھیں پھر بھی سمجھ میں نہیں آئے بہرحال میں پڑھتی رہوں گی جب تک سمجھ نہ آ جائے۔ دکھ کی بھیک بھی اتنی خاص نہیں تھی۔ کامیاب باپ جیسا کردار تو ہمارے معاشرے میں بہ مشکل ملتا ہے یعنی کہ ایسا بننے کی کوشش کم ہی کرتے ہیں۔ ماسٹر جی اور آغا جانی بھی بہتر ہی تھیں۔ ماسٹر اور جلاد میں فرق نہیں رہ جاتا اگر ماسٹر بھی طالب علموں کو گدھا سمجھ کر مارے۔ (شکیلہ یونس۔ مصریہ)

☆۔ سب کہانیاں اچھی تھیں مگر لطیفے کسی کام کے نہ تھے۔ سارے پرانے لطائف شائع ہوئے جو نئے تھے ان میں مزاح نہ تھا۔ البتہ کہانیاں شاندار تھیں۔ پڑھ تو سہی اچھا کالم ہے۔ بیک ٹو قائداعظم از وری گڈ کالم بٹ آئی ریئلی مس دی کنڈز چیٹ (حافظ عبدالقدوس۔ جہاوریاں)

☆۔ 28 مارچ کو ماہنامہ پھول اپنے پھولوں کی پتیاں بکھیرتا ہمارے ہاتھوں میں آ پہنچا۔ سب سے پہلے کرنیں پڑھنے کو ملیں جو بہت ہی اچھی تھیں۔ اس کے بعد اداریہ اس کے علاوہ قائد کہانی پڑھ تو سہی اور لطائف مزے کے تھے۔ کہانیوں میں خالی برتن اور کرائے کا قاتل اچھی تھیں۔ باقی سارا پھول ہی اچھا تھا۔ (حافظ زاہد حنیف کڑیانوالہ)

☆۔ میرا یہ پہلا خط ہے۔ مجھے رسالے میں کرنیں، اداریہ اور مسکرایئے بہت پسند آئے۔ میرا یہ دوسرا رسالہ ہے۔ پہلے میں دوسرا رسالہ پڑھتا تھا لیکن اب پھول ہی کے ہو گئے ہیں۔ انشاءاللہ پھول کے ہی رہیں گے۔ پہلے خط میں میرے دوستوں کے نام ضرور شائع کریں۔ سیف اللہ راجہ، محمد سلیم، محمد نعیم، محمد ندیم، قاسم، صابر، ساجد راجہ، امان اللہ راجہ، ڈی جی خان (راجہ صاحب ہمیں وہ لوگ زیادہ اچھے لگتے ہیں جو پھول کے ساتھ اور بھی میگزین پڑھتے ہیں)

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

☆۔ اپریل پھول کا ٹائٹل دیکھ کر دل بہت ہی برا ہوا دیکھ کر لگتا ہی نہیں ہے اس وقت مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے کوئی اثر انگیز ٹائٹل دیتے نہ اداریہ اور نہ کوئی کہانی اس موضوع پر ہے بھیا جی کیا آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ ظلم کے خلاف لکھنا بھی جہاد ہے۔ ہم وہاں عراق میں جا کر ظلم کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے تو کیا ہم اپنے مسلمان بہنوں بھائیوں کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کر سکتے اللہ میاں نے آپ کو اتنی سہولت تو دی ہے اتنا اختیار تو دیا ہے کہ آپ قلم کے ذریعے جہاد میں حصہ لیں اور باقی بچوں کو بھی دعوت دیں۔ (فیاض راجپوت۔ گوجرانوالہ)

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

☆۔۔۔ ٹائٹل خوبصورت تھا۔ کرنیں' اداریہ معیاری تھے کہانیوں میں اس دفعہ دکھ کی بھیک' کامیاب باپ' ماسٹر جی' آغا جانی' فضلو درزی' قائد کہانی' کرایہ پوزی اور الیکٹرا' خالی برتن' ہم ایک ہیں' سائن بورڈ' کرائے کا قاتل اور بھیا کی بیڈ ٹائم ہاؤ کروال اچھی لگی اس کے علاوہ ماہنامہ پھول کے باقی تمام سلسلے نہایت معیاری اور قابل تعریف تھے۔ بڑے بھائی حاجی محمد نعیم مغل کی شادی ہے اس موقع پر پھول بڑا مقبول کے توسط سے ہماری طرف ان کی شادی پر بہت بہت مبارک باد۔ حاجی محمد عامر مغل' ثمینہ عامر مغل' مدثر عامر مغل ڈسکہ

☆۔۔۔ ''کرایہ'' کہانی کا شمار بے شک بہترین کہانیوں میں ہوتا ہے۔ باقی تمام کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ لطیفے کچھ اچھے تھے لیکن ایک لطیفہ ''ذالک الکتاب'' تو بہت زیادہ پسند آیا۔ پھول تو پھول ہی رہتا ہے لیکن اگر کلرفل ہو تو کیا ہی بات ہے۔ بھیا میری امی نے پہلی دفعہ آپ کی تصویر دیکھی تو کہنے لگیں کہ عمر تو اتنی زیادہ نہیں ہے لیکن باتیں تو اتنی پیاری اور سبق آموز کرتے ہیں۔ اچھی باتوں کیلئے عمر کی قید تو نہیں نا ہوتی۔ اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری پڑھنے کیلئے یکسو ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ فائزہ عروج ظفر ملتان

☆۔۔۔ ''دکھ کی بھیک'' میں بہن کی بھائی سے محبت اچھے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ میں نور محمد جمالی کو مبارک دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے ذہن سے نکال پر تمام باتیں ہمارے ساتھ شیئر کیں۔ ''کامیاب باپ'' سٹوری اچھی تھی ساجد محمود نے ''ماسٹر جی'' بہت اچھے الفاظ میں لکھا۔ کیونکہ ہمارے تعلیمی ماحول میں ماسٹر صاحب ایسا ہی کرتے ہیں پتا نہیں کہ وہ اپنے گھر میں کسی سے لڑ کر آئے ہوتے ہیں اور اپنا غصہ آ کر لڑکوں پر اتار دیتے ہیں۔ سہیل مصطفیٰ شاہین آباد

☆۔۔۔ آپ نے میری نظم شائع کی تھی ''زندگی'' ہے کہ جو اس کے لئے میں آپ کی بہت ممنون ہوں۔ میں نے یہ نظم ''ابی عمر میں'' جس کا نام ہے جب لکھی تھی جب میں نے ایک بمشکل تین چار سال کی بچی کو بھیک مانگتے دیکھا تھا اس منظر سے متاثر ہو کر میں نے قلم اٹھایا اور یہ نظم لکھی۔ سحر افضل منصور والا ہور

☆۔۔۔ میں پھول کو اپنے گاؤں کے سکول اور بچوں میں متعارف کروانا چاہتا ہوں جس کی ابتداء کہانی گھر سے کرنا چاہتا ہوں آپ سے معلوم کرنا ہے کہانی گھر کس طرح تعمیر کیا جاتا ہے۔ کسی کاغذات وغیرہ کی ضرورت تو نہیں پڑتی۔

☆☆ سینٹ بجری والا گھر نہیں بنانا فارم آپ کو مل جائے تو یہ گھر بنانے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ عاطف نذیر نارووال

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

☆۔۔۔ ہاؤ کر اول (بیڈ ٹائم سٹوری) بھی بہترین تحریر تھی۔ جس میں ہمارے معاشرے کی برائی کا پردہ چاک کیا گیا تھا۔ ہم اکثر لوگوں کو مجبور جان کر ان کا حق کھاتے ہیں جو کہ ہمارے اوپر بالکل حرام ہے اور حرام کھانے کے بعد اس خوراک سے جو توانائی حاصل ہوتی ہے یا جو خون ہمارے جسم میں بنتا ہے۔ وہ ہمارے دماغ کو مثبت کی بجائے منفی رخ کی طرف لے جاتا ہے اور بری عادات میں گھر جاتے ہیں کیونکہ ہمارا خون بنا ہی حرام لقمہ سے ہوتا ہے تو اس خون سے جو توانائی حاصل ہوتی ہے وہ ہمیں برائی کی طرف ہی اکسائے گی۔ اس طرح ہم پوری طرح جرائم کی دلدل میں پھنستے جائیں گے۔ پھر ظاہر ہے ہمارا انجام ہماری سوچ کے برعکس ہی ہو گا۔ جس کا نتیجہ عذاب الٰہی اور دوسرے وبال بیماریاں اور پریشانیاں ہی ہو گا۔ محمد عاقب سلیم لیدھر کلاں (پھالیہ)

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

☆۔۔۔ دکھ کی بھیک Is v.good story اس کے علاوہ فضلو درزی' کرچیاں چن لو بہت اچھی تھیں قائد کہانی اچھی کہانی نہیں ہے۔ Let share میں نہیں پڑھتا تھا لیکن اب میں اسے بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔۔ محمد فاروق ثناء اللہ' اقبال احمد فریدی ظاہر پیر

☆ ''طلع البدر علینا'' بہت زبردست کالم ہے ''کرنیں'' اور ''الحدیث'' بھی بہت اچھا رہا۔ اس سے بچوں کو اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہوتیں ہیں۔ اس لئے یہ دونوں سلسلے بہت اچھے لگتے ہیں۔ '' کچھ آپ بیتیاں مزے کی'' اس دفعہ کچھ مزے کی نہیں تھیں۔ لطیفے مزے کے رہے۔ ''پڑھ تو سہی'' بہت اچھا تھا۔ ''کرچیاں چن لو'' (سائرہ و نذیر) ہماری سوسائٹی کی عکاسی کرتی ہوئی ایک زبردست کہانی آخر کو اسے کے صبر کا پھل مل گیا۔ ''فضلو درزی'' اور ''خالی برتن'' بھی بہت اچھی بلکہ اک نیا درس دیتی ہوئی کہانیاں تھیں۔ ''ہم بھی شعر کہتے ہیں'' بچوں کی تخلیقات سے سجا کالم بہت اچھا لگتا ہے۔ مہوش رانا جڑانوالہ

☆۔۔۔ اس ماہ کا ہنستا مسکراتا ''پھول'' موصول ہوا۔ شروع سے لے کر آخر تک بے حد زبردست تھا۔ بھیا! پھول کے توسط سے میری ایک دوست روزینہ یاسمین کو پیغام دے دیں کہ میں ان سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں اور یہ شعر ان کے نام لکھ دیں۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد۔ یمنیٰ نایاب مظفرگڑھ

☆۔۔۔ ''فلورنس نائیٹ اینگیل'' عائشہ کوثر کی بہترین تحریر تھی۔ فلورنس نے چونکہ انسانیت کی بھلائی کا کام کیا۔ اس لئے اسے یاد رکھا گیا ہے لیکن عیسائی حکمرانوں کو کون سمجھائے کہ انسانیت کو تباہ کرنے والوں کو دنیا ہمیشہ دھتکارتی اور لعنت بھیجتی ہے بش سے پہلے سکندر اعظم' ہٹلر' چنگیز خان اور کئی حکمران دنیا فتح کرنے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں اپنی سلطنتوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ ''نازیہ کرامت نارووال

☆۔۔۔ ماسٹر جی' دکھ کی بھیک' کرچیاں چن لو اور فضلو درزی اچھی کہانیاں تھیں۔ فضلو درزی تو مجھے بہت ہی اچھی لگی۔ بھیا جی میں دو سال بعد پھول پڑھ رہی ہوں تو مجھے ایڈیٹری ایک دن کی بہت زیادہ کمی محسوس ہوئی اور نئے سلسلے کچھ آپ بیتیاں مزے کی Let,s Share ہم بھی شعر کہتے ہیں۔ یہ تمام سلسلے اچھے لگے۔ نیلم ملک واہگہ بارڈر

☆۔۔۔ کہانیوں بھی اس میں بہت اچھی تھیں۔ اشعار اور لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ لیکن ایک بات کا مجھے بہت دکھ ہوا کہ آپ نے مجھے میری سالگرہ کی مبارکباد نہیں دی۔ محمد سرور فیصل آباد (سرور آپ دیکھیں کہ کہیں کارڈ کی مدت تو ختم نہیں ہو گئی۔)

☆۔۔۔ طلع البدر علینا میں فائزہ کی محنت رنگ لا رہی ہے فائزہ عروج نے اس سلسلے میں کو بڑی خوبصورتی سے سجایا ہوا ہے جو کہ معلوماتی ہے۔ بک آف دی منتھ کے مصنف کا شکریہ ہمیں بھی حیرت ہوئی اتنی عمدہ کتاب ''عرب کا چاند'' جو کہ ایک ہندو نوجوان سوامی لکشمن پرشاد نے لکھی ہے۔ راؤ ساجد کلیم ماکی

☆۔۔۔ ٹائیٹل کو دیکھ کر کسی نئے پن کا احساس نہیں ہوا۔ اداریہ بہت پسند آیا۔ پڑھ کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ واقعی جو انسان اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اللہ جی بھی اسے نہیں بھولتے بلکہ فرماتے ہیں ''فاذکرونی اذکرکم'' اب تک جو کہانیاں پڑھی ہیں ان میں دکھ کی بھیک' آغا جانی' فضلو درزی اور ماسٹر جی بہت اچھی لگیں۔ نبیلہ ظفر ملک سوہاوہ

عراقی بچوں کی حمایت میں

پھول کلب چکوال کی چکوال تا اسلام آباد تاریخی واک

چیف آرگنائزر: سعدیہ اکرام + کوآرڈینیٹر: ڈاکٹر اکرام الحق + خصوصی تعاون: لبیک اینڈ داد فاؤنڈیشن + محمد معراج (پروپرائٹر سدید آرٹ) ڈاکٹر عامر' ڈاکٹر مہدی حسن' ڈاکٹر شکیل' عامر عبدالغفور' منہاس' خواجہ بابر سلیم' محمد امجد علی اعوان' ملک اذکار الحق' لیڈی ڈاکٹر نورین' محمد امیر بھٹی (تحصیل ناظم) افتخار' انوار الحسن' ملک اعجاز ایڈووکیٹ ڈائریکٹر شاہین اکیڈمی میانی چکوال

واک میں شریک بچے' ہما اکرم' سجرا کرام' سمیط اکرام' شجیہ اکرام' محمد فراز' خنساء افتخار' اقراء افتخار' یاسر محبوب' ہارون رشید' کاشف بشیر' صدام حسین' احتشام علی' فائزہ یاسمین' ہانی ہاشمی زادہ' مستنصر جمیل' فرحان سعید خان

واک میں شامل بڑے: محمد قیصر' ہومیو ڈاکٹر محبوب' خداداد مہر محمد' ناصر قمر' ملک امجد علی اعوان مشتاق

یو این او کے انتقال پر تعزیت سن کر اقوام متحدہ کے نمائندے کرنل سلیمان پریشان ہو گئے

☆...... پھول کلب چکوال کی چکوال تا اسلام آباد واک اس لحاظ سے تاریخی اہمیت رکھتی ہے کہ دنیا میں چھوٹے بچوں نے اس سے پہلے اتنی لمبی واک آج تک نہیں کی۔ اس لحاظ سے پھول کلب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک ورلڈ ریکارڈ قائم کیا ہے۔

☆...... واک میں شامل بچوں کی عمریں 8 سال کے قریب بنتی ہیں۔

☆...... پوری واک کے دوران تمام وقت پھول گرلز کلب پنجاب کی صدر سعدیہ اکرام بچوں کے ساتھ رہیں۔ واک میں شریک بچوں کا پورا پورا خیال رکھا جبکہ پھول کلب پاکستان کے نائب صدر ڈاکٹر اکرام الحق بھی روزانہ سرکاری ڈیوٹی کے بعد واک میں شرکت کرنے پہنچ جاتے۔

☆...... واک کے لئے تیاریاں دو ہفتے پہلے سے شروع کر دی گئی تھیں لیکن واک کروانے کا حتمی فیصلہ 31 مارچ کو ایڈیٹر بھیا کی منظوری و مشورے کے بعد کیا گیا۔

☆...... واک کے لئے پلے کارڈز کے بیشتر سلوگن بھیا نے بتلائے۔ یہ تمام سلوگن بے حد پسند کئے گئے۔

☆...... واک کا آغاز 16 اپریل کو صبح نو بجے بھون چوک چکوال سے ہوا۔ افتتاحی تقریب میں تحصیل ناظم چکوال امیر بھٹی اور وفاقی وزیر مملکت برائے ماحولیات میجر (ر) طاہر اقبال نے خصوصی شرکت کی۔

☆...... افتتاحی تقریب میں ملک اذکار الحق اعوان کے علاوہ شجیہ اکرام' سجرا اکرام' ہما اکرام اور محمد فراز نے تقاریر کیں جبکہ کمپیئرنگ کے فرائض محمد ایاز نے سرانجام دیئے۔

☆...... ہما اکرام' سجرا اکرام اور محمد فراز نے اپنا خون نکلوا کر عراقی بچوں کے نام پیغام تحریر کروایا۔ یہ پیغام 11 اپریل کو عراقی سفیر کے حوالے کیا گیا۔

☆...... واک شروع ہونے سے پہلے بش کا پتلا بھی نذر آتش کیا گیا۔

☆...... واک میں چکوال سے لیکر اسلام آباد تک پولیس ہمارے ساتھ رہی اور انہوں نے واک میں شریک بچوں کو پورا پروٹوکول دیا۔

☆...... واک کا پہلا مرحلہ چکوال سے ڈھڈیال تک (6 اپریل) دوسرا مرحلہ ڈھڈیال سے جاتلی تک (7 اپریل) تیسرا مرحلہ جاتلی سے مندرہ تک (8 اپریل) چوتھا مرحلہ مندرہ سے روات تک (9 اپریل) پانچواں مرحلہ روات سے راولپنڈی تک (10 اپریل) اور آخری مرحلہ راولپنڈی سے اسلام آباد تک (11 اپریل) پر مشتمل تھا۔

☆...... واک میں شامل بچے روزانہ تقریباً 20 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتے تھے۔ یہ فاصلہ اوسطاً آٹھ گھنٹوں میں مکمل ہوتا تھا۔

☆...... پہلے روز دوپہر کا کھانا موتا اسٹاپ پر کھانے کا پروگرام تھا لیکن اس سے پہلے ہی ایک ڈیرے پر موجود چودھری آصف اقبال' اعجاز اکبر' محمد اسلام اور چودھری فضل الٰہی نے واک میں شریک بچوں کو آتے دیکھ کر زبردستی روک لیا اور کھانا کھلا کر جانے کی اجازت دی۔

☆...... واک میں شریک بچے جہاں سے بھی گزرتے' راستے میں موجود لوگ انہیں دیکھ کر تالیاں بجاتے اور انہیں جوس کے پیکٹ پیش کرتے۔

☆...... پہلے مرحلے کا اختتام ڈھڈیال میں شام پانچ بجے ہوا۔ ڈھڈیال میں بچوں کو خوش آمدید کہنے کیلئے نائب ناظم' یونین کونسل راجہ خالد محمود' مقامی جرنلسٹ ڈاکٹر ظہیر خان' ڈاکٹر فاروق مغل' محمد اجمل' ابرار' چودھری پرویز' غلام رضا جعفری' ملک لیاقت' ذوالفقار جعفری' رضی عباس شاہ' یونین کونسلرز اور سینکڑوں شہری موجود تھے جنہوں نے ان بچوں کو پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا اور جوس کے پیکٹ نمکو' ٹافیاں' مٹھائی اور فروٹ کے تھیلے پیش کئے۔

☆...... ڈھڈیال سے اگلے روز واک کے شرکا کو رخصت بھی اسی گرمجوشی سے کیا گیا۔ ان بچوں کو رخصت کرنے کیلئے مقامی گورنمنٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر نے اپنے بچوں کو چھٹی دیدی تھی۔ تاکہ واک میں شریک بچوں کو پرجوش طریقے سے رخصت کیا جا سکے۔

☆...... واک کے تمام راستے میں لبیک فاؤنڈیشن کی ایمبولینس واک کے ساتھ رہی اور فاؤنڈیشن کے بانی خداداد مہر محمد تمام راستے بچوں کے ساتھ پیدل چلتے رہے۔

☆...... واک کا اگلا سٹاپ سید کسراں تھا۔ اس سٹاپ پر وہاں کے ناظم چودھری اعجاز' نائب ناظم سید رضا حسین' چودھری محمد افسر' سید شہباز حسین' سید صفدر حسین شاہ' سید مستنصر مہدی' ذوالفقار حسین' رانا غلام مصطفیٰ' صوبیدار حاجی حسین سیکڑوں شہریوں کے ہمراہ استقبال کے لئے

موجود تھے۔ بچوں کی ریفریشمنٹ کے لئے شاندار بندوبست تھا۔

☆......سید کسراں سے واک کے شرکا جاتلی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں رائے کے اسٹاپ پر شہریوں کی بہت بڑی تعداد ان کے استقبال کو موجود تھی۔ یہاں واک میں شریک بچوں نے کھانا کھایا لیکن ہوٹل والوں نے کھانے کے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔

☆......جاتلی میں وہاں کے ناظم نے واک میں شریک پھول بچوں کا استقبال کرنا تھا۔ واک میں شریک بچے ابھی جاتلی میں سٹاپ سے تھوڑا دور تھے کہ انہیں استقبالیہ کیلئے لگے بینر نظر آئے۔ وہاں پر شہری کافی زیادہ تعداد میں استقبال کیلئے موجود تھے۔ وہاں بچوں کو بوتلیں پلائی گئیں۔ اور بچوں نے تقاریر بھی کیں۔ جس وقت یہ استقبالیہ تقریب جاری تھی۔ اس وقت وہاں پیغام آیا کہ ناظم نے استقبالیے کا علیحدہ بندوبست کر رکھا ہے اور آپ لوگ یہاں سے فارغ ہو کر وہاں آجائیں۔ اس وقت ہمیں یہ پتہ چلا کہ پہلے والے استقبالیے کا بندوبست وہاں کی ایک تنظیم ینگ ویلفیئر آرگنائزیشن نے صرف آدھے گھنٹے کے نوٹس پر کیا تھا۔ دراصل اس تنظیم کے ایک ممبر ڈاکٹر نے (جو کہ پی ایچ یو رائے) میں میڈیکل آفیسر ہیں۔ واک کے شرکا کو آتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوری طور پر اپنی تنظیم والوں کو استقبالیے کا انتظام کرنے کو کہا۔ اتنے کم وقت میں اتنا شاندار استقبال پھول بچوں کی تھکاوٹ اتارنے میں کافی مددگار ثابت ہوا۔

☆......جاتلی سے 8 اپریل کو وہاں کے ناظم کے علاوہ ینگ ویلفیئر آرگنائزیشن جاتلی کے ممبران اور وہاں کے گورنمنٹ سکول کے بچوں نے بھی رخصت کیا۔

☆......جاتلی سے مندرہ تک جگہ جگہ لوگوں نے پھول بچوں کا شاندار استقبال کیا۔ سکولوں کے بچے واک میں شریک بچوں کو دیکھ کر سکولوں سے باہر نکل آتے تھے زوردار نعرے لگاتے اور دعاؤں سے رخصت کرتے۔

☆......راستے میں جگہ جگہ جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے۔ سعدیہ اکرام صدر پھول گرلز کلب پنجاب کو جہاں جہاں سے واک کے حوالے سے فون کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ پی سی او والے فون کے پیسے نہ لیتے۔ راہ چلتے' ٹرکوں اور گاڑیوں کے ڈرائیور بچوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتے' وکٹری کا نشان بناتے اور بچوں کو شاباش دیتے' راہ میں کسی بھی جگہ ہوٹل والوں نے واک کے شرکاء سے چائے' یا جوس وغیرہ کے پیسے نہ لئے۔ متعدد بار تو ایسا ہوا کہ راہ چلتے کار ڈرائیوروں نے اپنی کاریں روک کر بچوں کے کھانے پینے کیلئے سو سو روپے کے نوٹ دینے پر اصرار کیا۔

☆......مندرہ میں ریلوے پھاٹک کے سٹاپ پر بچوں کو آئس کریم کھلائی گئی۔ لیکن نہ صرف یہ کہ ہوٹل مالک

جے سالک پھول بچوں کو اپنے امن ٹرالے پر لے گئے

نے پیسے لینے سے انکار کر دیا بلکہ بچوں کے لئے بسکٹ کے ڈبے اور مٹھائی بھی دی اور یہ بھی کہا کہ واک کے تمام دنوں کے دوران واک میں شریک بچوں کے کھانے پینے کے پیسے نہیں لے گا۔

☆......مندرہ سے راولپنڈی تک ہائی وے پولیس واک کے ساتھ رہی۔ پہلے روز جب ہائی وے پولیس والے واپس جانے لگے تو انہوں نے شدید اصرار کر کے بچوں کو جوس کے پیکٹ لے کر دیئے۔ اسی طرح راولپنڈی میں بھی ایک پولیس کانسٹیبل نے واک میں شریک بچوں کو جوس پلا کر یہ ثابت کیا کہ پولیس میں بھی اچھے لوگ موجود ہیں۔

☆......ہائی وے پولیس والوں کا یہ ریکارڈ ہے کہ وہ ٹریفک کی خلاف ورزی کرنے پر کسی بھی شخص کو معاف نہیں کرتے۔ خواہ وہ شخص کتنا بڑا وی آئی پی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن واک کے اگلے روز جب ڈاکٹر اکرام الحق چکوال واپس آرہے تھے تو مندرہ میں ہائی وے پولیس والوں نے بیلٹ نہ باندھنے پر ان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ابھی ڈاکٹر صاحب نے کار روکی ہی نہ تھی کہ ہائی وے پولیس والے انسپکٹر پہچان گئے کہ یہ تو واک والی گاڑی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو بغیر چالان کئے جانے دیا۔

جاتلی سے مندرہ تک سفر کے دوران سعدیہ اکرام کو تحصیل ناظم گجر خان کا یہ پیغام ملا کہ وہ واک میں شریک بچوں کا مندرہ میں خود استقبال کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے کزن کی نماز جنازہ ہونے والی ہے۔ بہر حال وہ اپنے ایک نمائندے کو بچوں کے لئے جوس کے ڈبے دے کر مندرہ موڑ پر بھیج رہے ہیں۔

☆......مندرہ سے رواٹ کے راستے میں ایک جگہ جہاں سکول کے بچے' واک کے شرکاء کا استقبال کر رہے تھے اور نجیہ اکرام تقریر کر رہی تھی کہ جے سالک وہاں سے گزرتے ہوئے اپنے ٹرالے سے اتر آئے۔ انہوں نے بچوں کو واک میں شرکت پر شاباش دی۔ ان کے ساتھ تصاویر بنوائیں اور کچھ دیر تک اپنے ٹرالے سمیت واک میں شامل رہے۔

☆......وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات شیخ رشید احمد نے واک میں شریک بچوں کا استقبال کرنے کیلئے خود آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن مصروفیات کے باعث وہ خود نہ آسکے اور ان کے نمائندے نے ان کی نمائندگی کی۔ بچوں کو شیخ صاحب کی وعدہ خلافی کا بے حد افسوس ہوا۔

☆......پنڈی میں بچوں کا استقبال ہالیڈے ان میں کیا گیا۔ استقبال میں پاکستان چیمبر آف کامرس کے الطاف سہیل' ڈاکٹر جمال ناصر اور ادبی تنظیم "آئینہ" کے ملک فدا شامل تھے۔

☆......پہلے روز جی پی او پر واک نے ختم ہونا تھا۔ جی پی او پر جیو ٹی وی کے نمائندے بھی موجود تھے۔ جنہوں نے ٹی وی کے لئے واک میں شریک بچوں کا انٹرویو کیا۔

☆......ڈاکٹر اکرام اور سعدیہ بھابی روزانہ رات کو لاہور فون کر کے ایڈیٹر بھیا کو سارے دن کی روداد سناتے۔ اگلے روز کا پروگرام بناتے اور شاباش پاتے۔ بھیا نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ کہاں میڈیکل پروفیشن میں جا پھنسے ہیں۔ جبکہ سوشل سروس آپ کی اصل دلچسپی اور مہارت کا شعبہ ہے اور آپ نے کمال ہمت اور سمجھداری سے دونوں کو ایک کر لیا۔

☆......11 اپریل کو واک کا آغاز صبح نو بجے جی پی او سے ہوا۔ واک میں شریک بچے دوپہر ایک بجے زیرو پوائنٹ پر پہنچے تو پولیس والوں کے پاس میسج آیا کہ واک میں شامل بچوں کو فوراً یو این او کے آفس بھیجا جائے کیونکہ وہاں ٹی وی کے کیمرہ مین کے علاوہ مختلف اخبارات کے فوٹو گرافر

کافی دیر سے انکا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ واک میں شریک بچوں کو واک مختصر کرنا پڑی اور وہ زیرو پوائنٹ سے یو این او کے دفتر گاڑیوں پر پہنچے۔

☆...... یو این او کے آفس کے باہر درجنوں اخبارات وٹی وی کے نمائندگان موجود تھے۔ وہ کافی ناراض دکھائی دے رہے تھے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ کیونکہ ہم نے جی پی او سے صبح نو بجے واک شروع کرنے کا اعلان کیا تھا اس لئے ان لوگوں کا اندازہ تھا کہ ہم لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ دس بجے تک یو این او کے آفس پہنچ جائیں گے۔ لیکن انکو یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ پھول کلب کے بچے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں وہ کرتے بھی ہیں اور یہ لوگ چیٹنگ بالکل بھی نہیں کرتے۔ اگر انہوں نے پیدل واک کا اعلان کیا ہے تو پیدل ہی چلیں گے۔ گاڑیوں پر نہیں۔

☆...... یو این او آفس کے باہر اے آر وائی گولڈ ٹی وی کے عملے نے نجیہ اکرام اور فرحان سعید کی تقاریر خصوصی طور پر ریکارڈ کیں اور ٹی وی پر چلائیں۔

☆...... یو این او کے آفس کے حوالے سے پھول بچوں نے بڑے دلچسپ پلے کارڈ تیار کر رکھے تھے۔ مثلاً ایک پوسٹر پر تحریر تھا عالمی دہشت گرد امریکہ کو افغانستان اور عراق کے بعد ایک اور مسلمان ملک کی فوری ضرورت ہے جس کو وہ نیو ورلڈ آرڈر کے تجربات کی بھینٹ چڑھا سکے' پیشکش کرنے والے بے ضمیر کو بھاری معاوضہ دیا جائے گا' خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔"

☆...... اسی طرح ایک اور پلے کارڈ پر کچھ اس طرح کی تحریر تھی۔" دنیا کی بدنام زمانہ تنظیم اقوام متحدہ عالمی دہشت گرد امریکہ کے ہاتھوں اپنی موت آپ مر گئی ہے (خس کم جہاں پاک) اسے گڑھے میں پھینکنے کے لئے ایک عدد بلڈوزر کی فوری ضرورت ہے۔ خواہش مند حضرات اس پتے پر فوری رابطہ کریں۔ بش' جمع بلیئر کوٹھی نمبر 420 جہنم

☆...... یو این او کے آفس میں پیش کی جانے والی یادداشت بھی کافی مختلف تھی اور اس کی ورڈنگ یہ تھی۔

We, The children of Chakwa,deep codole the sad desmise of United nations organisation on 20th of March 2003, in the hands of America.

from: Phool club Chakwal

☆...... یہ یادداشت ہما اکرام نے پیش کی اور ساتھ ہی یو این او کے انتقال پر اکے نمائندے کرنل سلیمان سے تعزیت بھی کی۔ کرنل سلیمان یادداشت کے الفاظ پر اسقدر پریشان ہوئے کہ چند منٹ تک بولنا بھول گئے اور چپ چاپ یادداشت پر نظریں جمائے کچھ سوچتے رہے۔ ان کا ماتھا پسینے میں شرابور ہو گیا اور انہیں کچھ نہ سوجھی کہ اس مشکل صورتحال سے کیسے نجات پائیں۔ اس موقعے پر روزنامہ پاکستان کے "ونہار" سے نمائندے ناصر قمر نے بھی سخت الفاظ میں یو این او کے کردار پر نکتہ چینی کی۔ کرنل سلیمان نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی کہ جی آپ دیکھیں امریکہ نے عراق پر حملہ یو این او کی مرضی سے تو نہیں کیا لیکن جب ڈاکٹر اکرام الحق نے کہا کہ اسی لئے تو ہم آپ سے کہہ رہے ہیں کہ اقوام متحدہ فوت ہو گئی ہے اسے دفن کر دینا چاہیے تو کرنل سلیمان لاجواب ہو گئے اور اس کے بعد پھول کلب کے ممبران کی رائے میں رائے ملاتے رہے اور امریکہ کو برا بھلا کہتے رہے۔

☆...... اسلام آباد کے صحافیوں نے بھی اس میچ کو منفرد قرار دیا اور اس کی خصوصی تصاویر اتاریں۔ یہ تصاویر آن لائن کے حوالے سے کئی اخبارات میں شائع ہوئیں۔

135 کلومیٹر لمبی واک جو چھ روز میں مکمل ہوئی

جاتلی کے سکولوں کے بچوں نے شاندار نعروں اور دعاؤں سے استقبال کیا

ہائی وے پولیس نے بچوں کو روزانہ محبت بھرا پروٹوکول دے کر دل خوش کر دیا

جیو اور اے آر وائی والوں نے پھول بچوں کی خصوصی تقاریر ریکارڈ کیں

کار کی چھت پر اقوام متحدہ کا تابوت بھی رکھا ہوا تھا

☆...... پھول کلب والوں نے کار کی چھت پر اقوام متحدہ کا تابوت رکھا ہوا تھا اور اس پر درج ذیل تحریر لکھی ہوئی تھی قبر اقوام متحدہ تاریخ وفات 20 مارچ 2003ء جائے قبرستان امریکہ' یہ حرام موت مری ہے۔ اس پر فاتحہ نہ پڑھیں۔ اس تابوت کو تمام شہریوں نے بڑی دلچسپی سے دیکھا اور روزنامہ جنگ میں اس تابوت کی خصوصی تصاویر شائع کی گئیں۔

☆...... یو این او کے آفس کے باہر ڈاکٹر اکرام صاحب کو پی ٹی وی سے میسج موصول ہوا کہ ان کی ٹیم واک کی کوریج کے لئے سٹیشن سے نکل چکی ہے۔ آپ دو بجے تک اس ٹیم کا وہیں بیٹھ کر انتظار کریں۔

☆...... پی ٹی وی کی ٹیم دوپہر سوا دو بجے یو این او کے آفس پہنچی اور انہوں نے پھول کلب کے بچوں کی فلم بنائی۔ یہ فلم 11 اپریل کو رات نو بجے اور اس کے بعد کئی بار خبرنامے میں دکھائی گئی۔

☆...... واک کا اگلا سٹاپ عراقی سفارتخانہ تھا۔ کافی لوگوں نے منع کیا کہ عراق پر امریکہ کا قبضہ ہو گیا ہے اب وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن پھول والے "بھیا" کی ہدایات کے مطابق عراقی سفارتخانے بھی گئے۔ ان کا کہنا تھا کسی پر برا وقت آئے تو اسے تنہا نہیں چھوڑتے۔

☆...... عراقی سفارتخانے میں 11 اپریل تک صدام حسین کا فوٹو لگا ہوا تھا۔ وہاں عراقی سفیر نے عراقی بچوں کے نام خون سے لکھا ہوا پیغام اقرا افتخار سے وصول کیا۔ پیغام میں تحریر تھا۔ عراق کے شیر اور دلیر بچوں! تم نے امریکہ جیسے خبیث شیطان کا ہمت' دلیری اور جوانمردی سے مقابلہ کر کے اور اپنے ماں باپ کی قربانی دیکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم عظیم ہو۔ تمہارا کوئی ثانی نہیں۔ ہمت نہ ہارنا میرے عراقی بھائیو' ہمت نہ ہارنا۔ آخری فتح انشاء اللہ تمہاری ہو گی۔ چکوال کے بچے تمہیں سلیوٹ کرتے ہیں۔ پھول کلب چکوال

عراقی سفیر نے پیغام لانے والے بچوں کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان بچوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔ جو اتنے دور سے چل کر ہمارے پاس آئے ہیں اور اپنے خون سے لیٹر لکھا ہے۔

☆...... عراقی سفارتخانے کے بعد یہ سب بچے خبریں اخبار کے دفتر گئے کیونکہ خبریں کے ڈپٹی ایڈیٹر اختر تزئین نے ان بچوں کے اعزاز میں لنچ کا اہتمام کر رکھا تھا۔

☆...... خبریں کے بعد سب بچے پاکستان' اوصاف' اساس اور نوائے وقت کے دفتر گئے۔ نوائے وقت کے دفتر ان بچوں کو اخبار کے چھپنے کے مختلف مراحل دکھائے گئے۔ نوائے وقت کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر طارق وارثی نے ان بچوں سے خصوصی ملاقات بھی کی اور ان کے ساتھ تصویر بھی بنوائی۔ یوں یہ سب بچے چھ دنوں تک کبھی نہ بھولنے والے یادگار دن گزار کر اپنے اپنے گھروں کو واپس روانہ ہوئے۔

☆...... یہ واک ایک ایسے نازک وقت میں کی گئی جب بڑے بڑے ملک اور سورما' امریکی طاقت سے دہشت زدہ ہو کر خاموشی سے عراق کی تباہی کا انتظار کر رہے تھے۔ پھول کی اس واک نے افسردہ دلوں کو ہمت اور خاموشی کو زبان دی اور بتایا کہ آپ کسی سانحے کو روک نہ سکتے ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس پہ دکھ کا اظہار بھی نہ کیا جائے۔ اسے برا بھلا بھی نہ کہا جائے۔ مظلوم سے ہمدردی اور اس کے دکھ میں شرکت تو بنیادی انسانی اوصاف میں سے ہیں۔ پھول بچوں نے اتنی مشقت بھری واک سے یہی محبت بھرا پیغام عراقی بچوں اور ان کے والدین کو دیا

صبح جزا

11

روتی آنکھوں کی کہانی انہوں نے انا کو اخروٹ کے چھلکے کی طرح ٹوٹتے دیکھ لیا تھا

افروز فاطمہ۔ جھنگ صدر

میری بیوی ابھی روتی ہوئی کمرے سے باہر گئی ہے مجھے علم ہے کہ اب وہ لاؤنج میں لگی بیٹوں کی تصویر دیر تک دیکھتی رہے گی اور آنسو بہائے گی۔ ایسے میں اس کی آنکھوں میں پیاس ہوتی ہے اور نظریں متلاشی محسوس ہوتی ہیں یہ آنسو میرے ہی دیئے ہوئے ہیں اور اب برسوں بعد بھی ان آنسوؤں کا مداوا نہیں کر سکتا اس کا ہر آنسو میرے پچھتاؤں میں اضافہ کرتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے مجھے خود پہ رحم آتا ہے رحم ترس جس کا میری لغت میں کبھی اندراج نہیں رہا بھلا حسن کمال قابل رحم چیزوں کو کہاں اپنے قابل سمجھتا تھا اب مجھے خود اپنے آپ پر ترس آتا ہے آپ شاید میری بے سرو پا گفتگو سے الجھ گئے ہیں

چلیں میں آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں بتاتا ہوں جو میرے نزدیک قابل رشک تھی۔ جی ہاں ''تھی'' اب نہیں کیوں نہیں ہے یہ آپ بھی جان جائیں گے میں یعنی حسن کمال اپنے والدین کی پہلی اولاد تھا بے تحاشا محبتیں میرے حصے میں آئیں میرے بعد آنے والے دو بہن بھائی بھی اس محبت میں حصے دار نہ بن سکے جو میرے لئے تھی میرا مقام جدا ہی رہا میں نہایت حسین اور ذہین بچہ تھا جبکہ میرے بہن بھائی قبول صورت میں خود کو ان سے برتر سمجھتا تھا میں بچپن سے ہی بہت چاہا گیا پہلے والدین اور عزیزوں کی محبت سکول گیا تو تمام اساتذہ کا چہیتا کہلایا اور پھر کالج یونیورسٹی میرا نام ہمیشہ ٹاپ پر رہا نصاب کے علاوہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بیسٹ رہا

میرے ساتھی مجھ سے مرعوب رہا کرتے میں خود کو کوئی مافوق الفطرت انسان سمجھنے لگا مجھے اپنے آگے سب چھوٹے چھوٹے نظر آتے تھے ہاں خوبصورتی مجھے اچھی لگتی تھی مگر متاثر نہیں کرتی تھی عام سے لوگ عام سے چہرے اپنے مقابل دیکھنا مجھے پسند نہیں تھا کہتے ہیں کہ اپنی ذات پر بے جا تفاخر آپ کی شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے اور ایسے کہ پتا بھی نہیں چلتا والد کا کاروبار سنبھالا تو اپنی ذہانت نے اسے کمال تک پہنچا دیا آگے آگے اور اس سے آگے میری پرکشش شخصیت میرا متاثر کن لہجہ اور ذہانت لوگوں کو مرعوب کر دیتی تھی ہر آنکھ میں میرے لئے ستائش ہوتی تھی۔

میری ماں کو میری حسن پرستی کا علم تھا لہٰذا انہوں نے افشاں کو میرے لئے پسند کیا اس میں بھی وہی خوبیاں تھیں جو بچپن سے مجھ میں تھیں ہاں وہ مغرور نہیں تھی نہ ہی خود پسند بہت نرم طبیعت کی مالک تھی وہ واقعی اس قابل تھی کہ میری بیوی کہلائے وہ میرے ساتھ چلتی تو لوگ ہمیں رشک وحسد سے دیکھتے میرے دو بیٹے اپنے ماں باپ کے حسن کی مکمل تصویر تھے بڑے بیٹے کا نام میں نے شاہ خاور اور چھوٹے کا شاور رکھا سرخ سفید چہروں نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والے بچوں کو لیکر جب باہر نکلتا تو لوگ رک کر انہیں پیار کرتے ان کی تعریف کرتے اور تعریف تو میں بچپن سے سنتا آ رہا ہوں کوئی نئی چیز نہیں میری شخصیت مکمل تھی شاندار کاروبار خوبصورت بیوی بچے اور عالی شان محل سرا کہیں کوئی کمی نہ تھی میں کیوں نہ مغرور ہوتا مگر اللہ کو غرور پسند نہ آیا کہ یہ تو اس کی صفت ہے میں جو عام شکلوں سانولے چہروں کو ناپسند کرتا تھا میرا تیسرا بیٹا ویسا ہی نکلا ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں جو ہر جگہ کامیاب رہا تھا اللہ کی اس آزمائش میں بھی ٹاپ پر رہتا مگر کیا ہوا میں نے اپنے معصوم بچے کو ایک نظر نہ دیکھا میں چلایا تھا۔

غصے میں نہایت خوبصورت کرسٹل کے مجسمے توڑ ڈالے جن کا افسوس بھی ہوا وہ تو میرے پسندیدہ تھے نفیس اور نازک اور وہ بچہ گہری سانولی رنگت کا کمزور سا جس کے چہرے صرف آنکھیں نظر آتی تھیں ہونہ میں اسے یتیم خانے بھجوا دوں گا لوگ کیا کہیں گے یہ اتنا کم صورت بچہ میرا ہے۔ میں اپنی تمام تر شائستگی پس پشت ڈال کر بیوی پر چیخا تھا جس نے سہم کر اس ننھے وجود کو آغوش میں چھپا لیا ماں تھی نا اس کو کم صورتی سے کیا غرض مگر میرے لئے وہ ناقابل برداشت تھا افشاں اسے خود سے جدا کرنے پہ راضی نہ تھی اور میں نے کہا تھا کہ میں اس کا گلا دبا دوں گا جس پر وہ بت بن گئی تھی۔ کتنا ظالم تھا میں اور پھر وہ بوا زلیخا میرے بچوں کی آیا جو اپنے حلیے سے ملازمہ لگتی ہی نہ تھی بیوہ تھی اور میری بیوی نے اسے بچوں کے لئے رکھا تھا آپ کہیں گے ایک آیا کا اتنا تفصیلی تعارف اس کی ایک وجہ ہے وہ مریل سا بچہ جسے افشاں یاور کہتی تھی اور میں سر جھٹک دیتا ہونہہ یاور...... زلیخا نے کہا صاحب یہ بچہ مجھے دے دیں وہ دیکھ رہی تھی کہ میں اسے یتیم خانہ بھجوانا چاہتا ہوں ہاں یہ ٹھیک ہے مجھ پر الزام بھی نہ آئے گا میں نے یتیم خانہ بھجوایا ہے اور اس مصیبت سے بھی جان چھوٹے گی میں نے لمحے میں سب سوچا

ٹھیک ہے مگر تمہیں یہ نوکری چھوڑنا ہوگی میں اسے اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے درشتگی سے کہا ٹھیک ہے صاحب میں اسے لے جاؤں گی ہاں ہاں صحیح ہے میں افشاں کے ساکت وجود پر نظر ڈال کے کمرے سے نکل گیا زلیخا نے افشاں سے کہا بی بی آپ کا بچہ امانت ہوگا میرے پاس میں اسے بڑا آدمی بناؤں گی یہاں تو صاحب کی نفرت اسے مار ڈالے گی اور افشاں پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی اسی رات میں کاروبار کے سلسلے میں شہر سے باہر چلا گیا دو دن بعد واپسی تک زلیخا بچے کو لے جا چکی تھی چلو خس کم جہاں پاک۔

میں نے سکھ کا سانس لیا مگر دل کھٹک سا گیا جانے کیوں اور یہ کھٹک بڑھتے بڑھتے پچھتاوا بن گئی جوانی کا اپنا نشہ ہوتا ہے اپنا غلط بھی درست لگتا ہے مگر اب جب گردش زماں نے بالوں میں چاندی بکھیر کے میری شخصیت کو مزید پروقار بنا دیا ہے تو سوچتا ہوں یہ کیا کیا ایسا تو جانور بھی اپنی اولاد کے ساتھ نہیں کرتا میں یعنی حسن کمال جانوروں سے بدتر ہوں اوہ خدایا کیا کروں میرے دونوں بڑے بیٹے میری خواہش کے مطابق بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور وہیں رہائش پذیر ہیں وہ چاہتے ہیں کہ میں اور افشاں بھی وہاں مستقل آ جائیں مگر افشاں راضی نہیں اور اس کی بات رد کرنے کا اب مجھ میں حوصلہ نہیں ہے وہ اتنے بڑے گھر میں بولائی بولائی پھرتی ہے یاور کو یاد کرتی ہے اب تو وہ مجھے بھی بہت یاد آتا ہے ایک بیٹا میں نے اس سے جدا کر دیا۔

باقی دو خود دور چلے گئے ہر گزرتا دن دل کا بوجھ بڑھاتا چلا گیا اور ایک سال قبل یہ تھک گیا اور مجھے انجائنا کا اٹیک ہوا افشاں جانتی ہے کہ میں پچھتاؤں کا شکار ہوں جب وہ مجھے راتوں کو لان میں کھلے آسمان تلے ٹہلتا دیکھتی ہے تو اس کی آنکھوں میں رحم ہوتا ہے

اف یہ درد کل ڈاکٹر صاحب سے ملنا پڑے گا میں نے زبان کے نیچے گولی رکھتے ہوئے سوچا رات کے ڈھائی بج رہے تھے اور نیند آنکھوں سے دور تھی میں نے جلتی آنکھوں کو بند کیا اور سر کرسی کی پشت پر ٹکا دیا آج صبح سے ہی طبیعت ناساز تھی میں ڈرائیور کے ہمراہ ہسپتال آ گیا ڈاکٹر بلند بخت مشہور ہارٹ سرجن چند ماہ قبل ہی ہمارے شہر میں آئے اور تمام ڈاکٹروں کو شہرت میں پیچھے چھوڑ گئے جب سے یہ آئے ہیں میں انہی کے زیر علاج ہوں کھلتے ہوئے گندمی رنگ ذہانت سے چمکتی سیاہ آنکھوں کالے بالوں اور چھ فٹ سے نکلتے قد والے ڈاکٹر بلند بخت جنہیں دیکھ کر ہی میری آدھی طبیعت ٹھیک ہو جاتی ہے ہلکی مسکان لبوں پہ سجائے مدہم لہجہ میں بولنے والا یہ جوان عجیب کشش رکھتا ہے اپنے اندر اور آپ تو جانتے ہیں مجھے خوبصورتی کتنی پسند ہے۔

ارے حسن صاحب آیئے آیئے پھر دل تنگ کرنے لگا میں دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تو ڈاکٹر بلند نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا بس بیٹا ہم نے بھی تو اسے بہت تنگ کیا ہے اب اس کی باری ہے دھیرے سے ہنستے ہوئے ڈاکٹر نے میرا چیک اپ شروع کیا اور میں نگاہوں میں ستائش لئے اسے تکتا رہا آپ پھر ٹینشن کا شکار ہیں میں نے آپ کو کہا تھا کم سوچا کریں خوش رہیں دل بھی خوش رہے گا ورنہ تھک جائے گا خوشیوں کو تو میں نے خفا کر دیا ہے میں نے سوچا ایک مشورہ ہے حسن صاحب آپ اپنے لان کی دیکھ بھال خود کیا کریں پھولوں پودوں کے ساتھ وقت گزاریں یقین کریں تازہ دم رہیں گے پھول پودے آپ کو باتیں کرتے محسوس ہوں گے۔

میں خود بھی پریشانی، اداسی میں یہی کرتا ہوں اور میری ساری اداسی دور ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر بلند نے مسکراتے ہوئے ملائم لہجے میں کہا مجھے بے ساختہ اس پہ پیار آ گیا جیسے خاور شاور پہ آتا ہے تمہارا نام کس نے رکھا ہے میں نے اچانک پوچھا میری ماں جی نے بہت مناسب رکھا ہے خوش بخت ہیں تمہارے والدین جن کا تم سا بلند بخت بیٹا ہے۔

مسکراہٹ ایک لمحے کو ڈاکٹر بلند کے چہرے سے غائب ہوئی اور پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے شکریہ کہا تھا اچھا بیٹا چلتا ہوں جی ضرور دوائی پابندی سے لیں اور میرے مشورے پر دھیان دیجئے گا ڈاکٹر نے مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔ میں اثبات میں سر ہلا کر آہستہ روی سے باہر آ گیا ڈرائیور کے دروازہ کھولنے پر ڈھیلے سے انداز میں گاڑی میں بیٹھ گیا کبھی میں سیدھی گردن اور تنے ہوئے جسم کے ساتھ یوں بیٹھتا تھا گویا آہنی وجود ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنی ہر خوبی کو صلاحیت کو اپنا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ تو اللہ کی عنایت ہے وہ تو خوبیاں دے کر بھی آزماتا ہے عاجز بندے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں مزید عاجز ہو جاتے ہیں پھلدار درخت کی طرح جھک جاتے ہیں اور مجھ جیسے مزید اکڑ جاتے ہیں اس بانس کی طرح جو بظاہر مضبوط دکھائی دیتا ہے مگر اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے اور بانس پر بھلا پھل کب لگتے ہیں

گھر آ چکا تھا اور مجھے نئی سوچوں کا سامنا تھا مگر نہیں میں کپڑے بدل کر لان میں آیا اور مالی سے کھرپی تھام کر گوڈی شروع کر دی مالی نے مجھے انتہا درجے کی حیرت سے دیکھا تھا جب میں تمام پودوں کو پانی دے کر فارغ ہوا تو شام کے سائے اتر رہے تھے ارے میں اتنی دیر مصروف رہا۔ مگر تھکن نہ تھی عجب سرخوشی کا عالم تھا میں ہاتھ منہ دھو کر لان میں ہی بیٹھ گیا میری بیوی چائے لے آئی واقعی طلب ہو رہی تھی تو آج آپ پھولوں سے باتیں کرتے رہے افشاں نے مسکراتے ہوئے کہا کچھ ایسا ہی ڈاکٹر نے کہا تھا میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چائے کی چسکی لی اور افشاں کو دیکھا جس کے لب تو مسکرا رہے تھے مگر آنکھیں ساکت تھیں سوچیں پھر سے وارد ہو گئیں کبھی افشاں بہت سوشل اور ایکٹو تھی مگر یاور کے بعد سے گھر کی ہو گئی ہے پہلے اسے اولاد کے لئے اداس دیکھ کر کہتا تھا کہ یہ انداز مڈل کلاس ماؤں کے ہیں ہمارے طبقے میں ایسا نہیں ہوتا۔

مگر اب سوچتا ہوں کہ ماں کی محبت تو بے لوث ہوتی ہے اس میں طبقاتی فرق نہیں ہوتا ہاں ایسا ہے بھی میرے اپنے حلقہ احباب میں بہت سے خاندان ایسے ہیں جہاں ماؤں کا تعلق اولاد سے بالکل ایسا ہے جیسا ہوٹل میں رہنے والے اجنبی لوگ جو کمروں میں آتے جاتے ہیلو ہائے کرتے ہیں پہلے میں افشاں کو ان کی مثال دیتا تھا مگر کیا ہوا ماں کی لاپرواہی سے زبیری صاحب کا بیٹا ڈرگز کا شکار ہو گیا۔ بختیار صاحب کا بیٹا شوقیہ ڈاکے ڈالنے لگا اور دوران واردات پولیس کی گولی کا نشانہ بن گیا اور سرفراز عالم کی تو بیٹی کھلم کھلا سگریٹ پیتی ہے۔ مگر میری اولاد مجھے اس پہ فخر ہے مادر پدر آزاد معاشرے میں رہتے ہوئے بھی خرافات سے دور یہ تربیت ان کی ماں کی ہے میں اپنے خیالوں میں مگن تھا جب افشاں نے ہلکے سے پکار کر مجھے چونکا دیا خنکی بڑھ رہی تھی میں اس کے ساتھ اندر چلا آیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے شاور کا فون آیا تھا وہ ہم سے ملنے آ رہا ہے شاید خاور بھی آئے افشاں بہت خوش ہے حالانکہ ان کے آنے کی تاریخ کنفرم نہیں ہے مگر وہ ابھی سے ان کے کمرے ٹھیک کر رہی ہے میں سامنے دیوار پہ لگی تصویر دیکھ رہا ہوں جس میں خاور شاور کے درمیان افشاں مسکرا رہی ہے مگر اس کی آنکھیں مجھے یاور کو ڈھونڈتی نظر آتی ہیں اب میں اپنے بیٹوں کو دیکھ رہا ہوں خوبصورت قد آور سجیلے مکمل شخصیت لئے اور یاور وہ کیسا ہو گا کہاں ہو گا اور اس کی شخصیت ماں باپ کے بغیر کیسی الجھی بکھری ہوئی ہو گی بوا زلیخا نے اسے سب بتا دیا ہو گا وہ میرے بارے کیا سوچتا ہو گا جانے کہاں گئی بوا زلیخا کہ ہر ممکن تلاش کے بعد بھی نہیں ملی یہ اللہ کی سزا ہے میں نے خود اسے دھتکارا تھا۔

اور اللہ نے اسی کی محبت جگا کر مجھے سزا دی جانے کب ختم ہو گی یہ سزا جی چاہتا ہے اچانک سے وہ میرے پاس آ جائے اور کہے میں یاور ہوں اف یہ درد میرا ذہن سونے لگا ہے مجھے لگتا ہے میں ڈوب رہا ہوں میں اپنے حواس جمع کر کے چلایا ہوں میری آواز پر ہراساں سی افشاں کمرے میں داخل ہوئی ہے میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں اور شاید دل بھی افشاں مجھ سے کچھ کہہ رہی ہے مگر سماعتیں سمجھنے میں ناکام ہیں یاور میرے بچے مجھے معاف کر دے میری آنکھوں سے دو آنسو نکلے اور بس سب ختم ہو گیا ہے

سبز بیلوں سے ڈھکے سفید گیٹ کے آگے گاڑی رکی چوکیدار نے مستعدی سے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا سلام کیا جس کا خوشدلی سے جواب ملا گاڑی سبک خرامی سے اندر چلی گئی گاڑی کا دروازہ کھول کر ایک سوٹڈ بوٹڈ نوجوان باہر آیا لان کی طرف دیکھا جہاں ایک سادہ باوقار خاتون پودوں کی تراش خراش میں مصروف تھیں۔ اور پھر مسکراتا ہوا ان کی جانب بڑھ گیا جو اسے دیکھ کر اپنی مصروفیت ترک کر چکی تھی السلام علیکم ماں جی وہ دور سے بولا۔ اور نزدیک آ کر سر جھکا دیا۔ وعلیکم السلام جیتے رہو ماں جی نے ماتھا چومتے ہوئے کہا آج جلدی آ گئے بیٹا واپس چلا جاؤں نوجوان نے خاتون کو محبت سے تھام کر کرسی پہ بٹھا دیا اور شرارت سے کہا چل ہٹ ماں سے مذاق کرتا ہے اچھا ہے آج میرے پاس تو رہے گا ورنہ رات گئے آتا ہے شکل ہی نہیں دکھاتا ماں جی اتنی شکائتیں آپ ہی تو میرا سب کچھ ہیں بس مصروفیت رہی اچھا چل چھوڑ منہ ہاتھ دھو میں کھانا لگاتی ہوں خاتون نے اندر جاتے ہوئے کہا اور وہ سر ہلاتا ان کے ساتھ چل پڑا۔ ماں جی کافی دیر باتیں کرنے کے بعد ڈاکٹر بلند بخت اپنے کمرے میں چلے آئے جانے کب میری کوششیں رنگ لائیں گی بلند بخت نے ایزی چیئر پر اداسی سے جھولتے ہوئے سوچا اور ذہن ماضی میں جا پہنچا ماں جی نے اس کے شعور کو پہنچتے ہی بتا دیا تھا کہ وہ اس کی سگی ماں نہیں بلکہ اس کے اصل والدین کسی دوسرے شہر میں آباد ہیں ماں جی نے بتایا تھا کہ اس کے والد کو کم صورتی ناپسند تھی اسی لئے انہوں نے اسے

ناپسند قرار دیا اور کم سن بلند بخت یہ سوچ کر رہ گیا۔

کیا واقعی صرف صورت ہی سب کچھ ہوتی ہے حالانکہ بڑا ہونے پر وہ بہت جاذب نظر ہو گیا تھا سانولی رنگ کھلتے گندمی رنگ میں بدل گئی تھی اور نقش نکھر آئے تھے بہت پرکشش شخصیت تھی اس کی مگر اپنے والد کے خیالات جاننے کے باوجود وہ ان سے متنفر نہ ہو سکا اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ بابا سے ملے ان سے روٹھے اور پھر گلے لگ جائے اور اس کی ماما ان سے لاڈ اٹھائے پھر اسے دھن ہو گئی کہ مجھے ایسا بن کر بابا کے پاس جانا ہے کہ وہ مجھ پر فخر کریں اور اب وہ ایک کامیاب ہارٹ سرجن تھا چند ماہ قبل اس شہر میں آنے پر ماں جی نے بتایا تھا کہ اس کے والدین اسی شہر میں رہتے ہیں وقت کافی بیت گیا تھا شہر بہت بدل گیا تھا اور ماں جی بھول چکی تھیں کہ وہ کس علاقے میں رہتے تھے مگر بلند بخت مسلسل ان کی تلاش میں تھا ہر چہرے میں اپنے بابا کو تلاشتا جانے کیوں اس شہر میں آ کے بے قراری سوا ہو گئی تھی اور ماں جی ان کا احسان تو وہ کبھی بھلا نہیں سکتا اتنی محبت اور توجہ سے اسے پالا تھا کہ وہ سوچتا کیا ماما ان سے بڑھ کر مجھے چاہتیں اور خاصا وقت ہو گیا ماں جی کے خیال سے وہ چونکا۔

صبح چند گھنٹوں کے فاصلے پر تھی ابھی لیٹنے کے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ موبائل کی گھنٹی نے اپنی طرف متوجہ کیا اس وقت حیرت سے سکرین پر اپنے ساتھی ڈاکٹر کا نمبر دیکھا ہاں رضا خیریت ڈاکٹر بلند جلدی پہنچیں ایمرجنسی ہے، بہت سیریس ہارٹ اٹیک کیس ہے او کے میں پہنچ رہا ہوں بلند بخت نے پھرتی سے ڈریسنگ روم کی طرف جاتے ہوئے کہا چند منٹ بعد ہی وہ ماں جی کو مطلع کر کے ہسپتال روانہ ہو چکے تھے ڈاکٹر رضا انہی کے منتظر تھے جی رضا کیا صورتحال ہے تیزی سے وارڈ کی طرف جاتے ہوئے ڈاکٹر بلند نے پوچھا I.C.U میں پہنچا دیا گیا آپ کا انتظار تھا کوئی ہے مریض کے ساتھ جی ہاں ایک خاتون ہیں ویسے یہ آپ کے مستقل پیشنٹ حسن صاحب ہیں۔

واٹ، دھچکا سا لگا قدموں میں مزید تیزی آ گئی راہداری میں ایک پروقار خاتون ملیں ڈاکٹر رضا نے بتایا یہ حسن صاحب کے ساتھ ہیں غالباً ان کی مسز ڈاکٹر بلند نے غور سے دیکھا سر پر دوپٹہ جمائے پرنور چہرہ وہ دعاؤں میں مصروف تھیں ڈاکٹر بلند کو ان سے اپنائیت سی محسوس ہوئی دل گداز ہونے لگا انہوں نے ڈاکٹر رضا کی ہمراہی میں قدم اندر بڑھائے جہاں سب انہی کے منتظر تھے انہوں نے اللہ سے کامیابی کی دعا کی اور مسیحائی میں مشغول ہو گئے جانے وقت گزر رہا تھا یا ساکت ہو گیا تھا جب صورتحال قابو میں آنے لگی زندگی نے موت کو پچھاڑ دیا تھا ڈاکٹرز کی خوشی سے جگمگاتی نظریں آپس میں ملیں اور تشکر سے جھک گئیں اپنی کامیابی پر مسرور ڈاکٹر بلند اللہ کا شکر ادا کرنے باہر آئے۔ تو وہ خاتون لپک کر ان کے پاس آئیں کوئی خبر مت سنانا بیٹا مدہم میٹھا بھیگا ہوا لہجہ اللہ نے آپ کی دعائیں سن لیں ہیں محترم خاتون ڈاکٹر بلند نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور مسز حسن وہیں سجدہ شکر میں گر گئیں ڈاکٹر بلند چند لمحے ان کو دیکھتے رہے پھر آہستگی سے اٹھایا اور نرس سے انہیں کمرے میں لے جانے کو کہا آپ نے کچھ کھایا مسز حسن کے زرد چہرے کو دیکھتے ہوئے بلند نے پوچھا اور جواب توقع کے مطابق نفی میں تھا اس طرح آپ بیمار ہو جائیں گی آپ کے ساتھ کوئی اور نہیں آیا دو بیٹے باہر ہوتے ہیں اور مسز حسن کی آنکھیں پھر ڈبڈبانے لگیں او کے پلیز روئیں مت میں آپ کو اپنے گھر لے چلتا ہوں کچھ دیر آرام کیجئے گا میری ماں جی ہوتی ہیں ان سے ملکر آپ اچھا محسوس کریں گی آیئے بے فکر رہیں حسن صاحب بالکل ٹھیک ہیں اب چند گھنٹوں میں روم میں شفٹ ہو جائیں گے آپ کو بھی آرام کی ضرورت ہے آیئے پلیز ڈاکٹر بلند نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور پھر وہ مسز حسن کے ساتھ گھر جا رہے تھے۔ خاتون یہ یاور کون ہے حسن صاحب کے لبوں پر ایک دو بار یہ نام آیا تھا ہمارا بہت پیارا بیٹا وہ لگتا ہے بہت پیار کرتے ہیں اسے کاش کے وقت پر کرتے۔ مسز حسن نے آہستگی سے کہا ڈاکٹر بلند ان پر ایک نظر ڈال کر رہ گئے۔

ماں جی کہاں ہیں آپ مسز حسن کی ہمراہی میں اندر آتے ہوئے ڈاکٹر بلند نے پکارا کیا ہو گیا کیوں چلا رہے ہو ماں جی نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا اور پھر ان کی نظریں مسز حسن پر جم گئیں وقت گزرا تھا مگر ماضی کے نقش دھندلے نہیں ہوئے تھے۔ افشاں بی بی ماں جی نے کہا جس پر ڈاکٹر بلند نے چونک کر ان کی طرف دیکھا مسز حسن ماں جی کی آواز پر ان کی جانب متوجہ ہوئیں اور پھر ساکت ہو گئیں۔ زلیخا تم سامنے بچھڑے ماضی کی زندہ نشانی کھڑی تھی زلیخا تم کہاں چلی گئی تھیں اور میرا بیٹا وہ کیسا ہے میرا یاور کہاں ہے وہ مجھے بتاؤ زلیخا بہت صبر کیا ہے میں نے ماں جی نے بت بنے ڈاکٹر بلند کو افشاں کے آگے کھڑا کر دیا بی بی آپ کا یاور افشاں نے سر اٹھا کر دیکھا اور اگلے لمحے وہ ڈاکٹر بلند کے گلے لگی بلک بلک کر رو رہی تھیں اسے پیار کر رہی تھیں شکر ہے میرے اللہ میرا بچہ مجھے مل گیا ڈاکٹر بلند کسی خواب سے جاگے تو کیا میری تلاش ختم ہو گئی یہ میری ماما تو کیا حسن صاحب میرے بابا ڈاکٹر بلند نے افشاں کو بانہوں کو لے لیا اور پھر آنسو بہتے چلے گئے۔

بابا جب آپ کو پتا چلے گا کہ میں آپ کا یاور ہوں تو آپ تو میرے والدین کو خوش قسمت کہا کرتے تھے بابا بہت ترسا ہوں آپ کے لئے اور ماما اگر وہ ماں جی کو اپنے قیمتی زیورات بیچ کر اتنی بڑی رقم نہ دیتیں تو بھلا میں اس مقام تک کیسے آتا دونوں بھائی بھی کل آ رہے ہیں کتنا اچھا لگے گا ان سے ملکر میرے بھائی میری طاقت آپ کو تو ابھی یہ خبر نہیں دینی جب تک آپ مکمل صحت یاب نہیں ہوتے ماما کو ماں جی کے پاس چھوڑ کر ڈاکٹر بلند واپس آئے اور تب سے حسن صاحب کے کمرے میں موجود تھے ان کا زرد چہرہ تکتے ہوئے ایک کے بعد ایک خیال آ رہا تھا آج بہت دن بعد ہسپتال سے رخصت ملی ہے میں آج بہت خوش ہوں خاور شناور میرے پاس ہیں افشاں کو اتنا زیادہ خوش میں نے پہلے نہیں دیکھا ڈاکٹر بلند نے میرا خاور شناور کی طرح خیال رکھا آج کل تو یاور بہت یاد آ رہا ہے

دونوں بیٹوں کو اپنے پاس دیکھتا ہوں تو دل اس کی یاد میں ہوکنے لگتا ہے مگر اسے تو میں نے خود کھویا ہے میرے بیٹوں نے آج میرے صحت یاب ہونے کی خوشی میں پارٹی کی ہے بہت سے لوگ آئے ڈاکٹر بلند بھی اپنی ماں جی کے ساتھ آئے بہت بااخلاق خاتون ہیں ان کی ماں جی بہت پیار کرتی ہیں اپنے بیٹے سے وہ ہے بھی تو قابل فخر جانے کیوں ان کا چہرہ شناسا سا لگا شاید کہیں دیکھا ہے انہیں میں تھکن محسوس کر رہا تھا اس لئے اندر چلا آیا میرے بیٹوں کی ڈاکٹر بلند سے بہت بے تکلفی ہو گئی ہے افشاں بھی بیٹوں کی طرح چاہتی ہے آخر وہ میرا مسیحا ہے اس کی وجہ سے میں آج سب کے درمیان ہوں لاؤنج سے باتوں کی آوازیں آ رہی ہیں شاید مہمان چلے گئے مجھے باہر نکلنا چاہئے کچھ دن بعد بیٹے بھی واپس چلے جائیں گے بے تکلفی سے قہقہہ لگاتے ڈاکٹر بلند مجھے دیکھ کر مودب ہو گئے جس پر خاور شناور کا قہقہہ بے ساختہ تھا ہلکی سی مسکراہٹ میرے چہرے پر آئی ڈاکٹر بلند کو اپنے بیچ دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی میں نے نشست سنبھالتے ہوئے ایک نظر افشاں پر ڈالی کتنی خوش ہے یہ اور میں نے اسے کتنا دکھ دیا ہے میں حساب زیاں میں گم تھا جب خاور نے اچانک پوچھا بابا اگر یاور مل جائے تو!! ایک دم سارا ماحول ساکت ہو گیا یاور مل جائے تو میرے دل میں گھنٹیاں بجنے لگیں اس تصور سے ہی سکون ملنے لگا سب کی توجہ میری طرف تھی ڈاکٹر بلند قالین کے نقش و نگار میں جانے کیا تلاش کر رہے تھے افشاں نے شاید انہیں سب بتا دیا ہے کیا سوچتے ہوں گے۔

میں نے خجالت محسوس کی بابا آپ کو برا لگا کیا اب کے شناور نے پوچھا نہیں۔ بالکل نہیں میں نے فوراً کہا تو کچھ کہئے نا میں نے دل میں پھر سے سوال دہرایا اور دھیرے سے کہا تو میں سمجھوں گا میری سزا ختم ہو گئی ڈاکٹر بلند نے جھٹکے سے سر اٹھایا ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں خاور نے ڈاکٹر بلند کا بازو پکڑ کے اٹھایا میرے سامنے کھڑا کیا اور پھر وہ کہہ رہا تھا بابا آپ کی سزا ختم ہو گئی اللہ نے یاور ہمیں لوٹا دیا ہے میں نے بے یقینی سے پہلے اسے پھر افشاں کو دیکھا جس کا پورا وجود مسکرا رہا تھا اور پھر بے یقینی سے یقین تک کا سفر لمحے میں طے ہوا کہ میں ڈاکٹر بلند کی ماں جی کو پہچان چکا تھا وہ بوا زلیخا ہی تو تھیں میں نے بے تابی سے بازو پھیلائے اور بلند بخت میرے سینے سے لگا کھڑا تھا کیسا سکون ملا تھا جب اس نے کہا بابا میرے اچھے بابا اور میں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔ کہ آج مکمل ہوا تھا میرا یاور میرا بچہ بس بابا بہت ہو گیا رونا ختم ابھی ایک اور خوشخبری بھی ہے خاور نے ہمیں الگ کرتے ہوئے کہا وہ کیا میرا امالک جھوٹی بھر رہا تھا میں کیوں نہ دامن دراز کرتا جھوٹی انا اور بڑائی کا اخروٹ جیسا چھلکا کب کا ٹوٹ چکا تھا اور اندر سے نرم گرم محبت والا عاجز وجود برآمد ہوا تھا وہ یہ کہ ہم دونوں مستقل پاکستان آ رہے ہیں سب ملکر رہیں گے وہاں دولت ہے مگر محبت اور احساس نہیں جبکہ یہاں سب کچھ ہے سب سے بڑھ کے محبت ہے شناور نے بلند بخت آں یاور کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے کہا میرے چار سو خوشیاں رقصاں تھیں میں نے افشاں کی روتی ہنستی آنکھوں کو دیکھا اس کی جنت مکمل ہو گئی تھی زلیخا کے ساتھ وہ بہت شاد بہت خوش بیٹھی تھی اور نظریں بیٹوں کی بلائیں لے رہی تھیں یاور میرا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا خاور شناور ہمارے دائیں بائیں بیٹھے تھے منظر مکمل تھا میں نے لاؤنج کی کھڑکی سے باہر دیکھا رات کافی بیت چکی تھی اور شب تار کے اس پار ایک روشن صبح ہماری منتظر تھی۔

SPORTON

ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے ہم نے ورلڈ کپ کے لئے خون پسینہ ایک کر دیا اور آج ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

ایشین ٹینس فیڈریشن اینڈ انڈین ٹیم

ایشن ٹینس فیڈریشن نے بھارتی ٹیم (ٹینس کی بھی) کو 2002ء میں ایشیاء کی بہترین ٹیم قرار دیا ہے اس موقع پر بھارتی ٹینس فیڈریشن کے سیکرٹری انیل کھنہ نے کہا کہ ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے کہ ہم کو یہ اعزاز دیا گیا اور ہم مزید سے مزید تر کوشش کریں گے۔

راشد لطیف اور ان کے کیچ

پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان راشد لطیف نے شارجہ کپ کے فائنل میں محمد سمیع کی گیند پر زمبابوے کے رینی کا کیچ پکڑ کر وکٹوں کے پیچھے اپنے 200 شکار مکمل کر لئے ہیں۔ راشد لطیف کا یہ 153 واں ایک روزہ میچ تھا۔ اب تک 164 کیچ اور 36 سٹمپ کئے ہیں۔

CHAMPION TAROPHY "HOCKEY"

انٹر نیشنل ہاکی فیڈریشن کے زیر اہتمام 25 ویں چیمپئنز ٹرافی ہاکی ٹورنامنٹ 16 سے 24 اگست تک ہالینڈ کے شہر ایمٹلسوین میں کھیلا جائے گا۔ جس میں ارجنٹائن، آسٹریلیا، جرمن، بھارت، ہالینڈ اور پاکستان شرکت کریں گے۔ شیڈول کچھ اس طرح سے ہو سکتا ہے۔ (یہ کنفرم نہیں ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس میں تبدیلی ہو جائے لیکن اب تک یہی ہے!)

پہلا میچ 16 اگست کو پاکستان، اپنا میچ آسٹریلیا کے خلاف کھیلے گا۔

دوسرا میچ 17 اگست کو ارجنٹائن کے خلاف۔

تیسرا میچ 19 اگست کو ہالینڈ کے خلاف۔

چوتھا میچ 21 اگست کو جرمنی کے خلاف۔

پانچواں اور آخری میچ 22 اگست کو روایتی حریف بھارت کے خلاف کھیلا جائے گا۔

فائنل میچ 24 اگست کو ہو گا۔ جرمنی میں کھیلی جانے والی 94 چیمپئنز ٹرافی میں تیسری پوزیشن کے میچ میں پاکستان نے بھارت کو سخت مقابلے میں چار گول سے شکست دی تھی۔

جے سوریا اور ان کے سکورز

سری لنکا کرکٹ ٹیم کے کپتان جے سوریا ایک روزہ میچوں میں 9 ہزار رنز بنانے والے چوتھے کھلاڑی بن گئے ہیں۔ جے سوریا نے یہ اعزاز شارجہ میں کینیا کے خلاف ایک میچ میں حاصل کیا۔ وہ سری لنکا کے دوسرے کھلاڑی ہیں جنہوں نے یہ اعزاز پایا ہے۔ باقی تفصیل کچھ یوں

کینیڈا اور عالمی کپ کرکٹ 2007ء

کینیڈا نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ عالمی کپ 2007ء جو ویسٹ انڈیز میں کھیلا جانا ہے اس کے کچھ میچ کینیڈا بھی منعقد کئے جائیں۔ اس سلسلے میں دونوں ملکوں کے درمیان بات چیت ہوئی ہے لیکن اب دیکھا یہ جا رہا ہے کہ کیا کینیڈا یہ تمام میچز کروانے کی صلاحیت رکھتا بھی ہے یا نہیں

رکی پونٹنگ اینڈ وسیم اکرم

ورلڈ کپ 2003ء جیتنے والی آسٹریلوی ٹیم کے کپتان رکی پونٹنگ نے ایک انٹرویو میں وسیم بھائی کی کافی تعریف کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ کپ میں کھیلے جانے والے کھلاڑیوں میں وسیم اکرم ایک ایسا باحوصلہ کھلاڑی ہے جس نے کرکٹ کے میدان میں بہت سے کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ وہ ایک بہترین منجھے ہوئے کھلاڑی ہیں اور ورلڈ کپ میں ان کی کارکردگی بُری نہیں تھی

فرحان جاوید۔فیصل آباد

کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے

11 ویں ایشین سیلنگ چیمپئن شپ ملتوی

بھارت کے شہر ممبئی میں 2 تا 10 مئی تک ہونے والی 11 ویں ایشین سیلنگ چیمپئن شپ غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے اس سلسلے میں آرگنائزنگ کمیٹی کے سیکرٹری نے کہا ہے کہ اس میں شرکت کرنے والے تقریباً سات ممالک نے ہانگ کانگ اور چین میں پھیلے ہوئے خطرناک نمونیے کے وائرس کی وجہ سے آنے سے انکار کر دیا تھا جس کے بعد اس کو ملتوی کرنا پڑا۔ پاکستان سیلنگ فیڈریشن کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ ہم کو اس کے متعلق مطلع کر دیا گیا ہے تاہم ہماری تیاریاں تو خوب تھیں

SPORTON

ہے

1۔ ٹنڈولکر (بھارت) 12219 رنز بنا کر پہلے نمبر پر۔
2۔ اظہر الدین (بھارت) 9738 رنز بنا کر دوسرے
3۔ ڈی سلوا (سری لنکا) 9284 رنز کے ساتھ تیسرے
4۔ جے سوریا (سری لنکا) 9000 رنز کے ساتھ چوتھے
5۔ انضمام الحق (پاکستان) 8957 رنز بنا کر پانچویں نمبر پر
6۔ سعید انور (پاکستان) 8823 رنز بنا کر چھٹے پر
7۔ گنگولی (بھارت) 8720 رنز بنا کر ساتویں پر
8۔ ڈیسمنڈ ہینز (ویسٹ انڈیز) 8648 رنز بنا کر آٹھویں نمبر پر
9۔ مارک وا (آسٹریلیا) 8500 رنز بنا کر نویں نمبر پر
10۔ برائن لارا (ویسٹ انڈیز) 7797 رنز بنا کر دسویں نمبر پر ہیں۔

ایلن ڈونلڈ..... عظیم باؤلر

کرکٹ کی دنیا میں بیٹسمینوں پر بجلی بن کر گرنے والے فاسٹ بولر ایلن ڈونلڈ نے انٹرنیشنل کرکٹ کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ جنوبی افریقہ سے تعلق رکھنے والے 36 سالہ فاسٹ باؤلر نے اپنی ریٹائرمنٹ کا اعلان نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے مابین کھیلے جانے والے میچ میں کیا۔

O...... ٹیسٹ کرکٹ میں 300 سے زائد وکٹیں حاصل کرنے والے واحد جنوبی افریقین بولر ہیں۔

O...... ایک روزہ کرکٹ میں 164 میچوں میں 21.78 کی اوسط سے 272 کھلاڑیوں کو واپس بھیجا۔ وہ ایک سال قبل ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر چکے تھے۔

O...... ایلن 20 اکتوبر 1966ء کو بلوم فاؤنٹین اورنج فری اسٹیٹ میں پیدا ہوئے۔ اس شہر کو جنوبی افریقہ کا دل کہا جاتا ہے اور یہاں کئی خونریز جنگیں بھی ہوئیں۔

O...... ایلن بھی نیلسن منڈیلا کو ایک خطرناک دہشت گرد گردانتے تھے اور ان کا مقدر صرف اور صرف جیل کو سمجھتے تھے۔ ایلن کے والدین بھی کھیلوں کی دنیا سے وابستہ تھے۔

O...... ایلن کی والدہ جمناسٹک جبکہ والد فاسٹ باؤلر تھے۔ جنوبی افریقہ میں رگبی مقبول ترین کھیل ہے ابتداء میں ایلن نے بھی رگبی کھیلنا شروع کی۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اسی میں اپنا نام پیدا کریں مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور وہ کرکٹ کی دنیا میں آ گئے۔

O...... ایلن مخصوص افریقین انداز رکھنے والے کرکٹر تھے اور پہلی بار انگلینڈ میں شراب کا ذائقہ چکھا اور ایک انگلش خاتون سے ملاقات ہوئی جو بعد میں ان کی شریک حیات بن گئی۔

O...... ایلن ڈونلڈ نے اپنے انٹرنیشنل کیریئر کا پہلا ایک روزہ میچ 92-1991ء میں بھارت کے خلاف کلکتہ میں ایک لاکھ تماشائیوں کے سامنے کھیلا اور پہلے ہی میچ میں صرف 23 رنز کے عوض 5 کھلاڑیوں کو آؤٹ کر کے کرکٹ کی دنیا میں اپنی دھماکہ خیز آمد کا اعلان کیا اور مین آف دی میچ کا اعزاز حاصل کیا۔

O...... ایلن ڈونلڈ کو بولنگ میں خاص مہارت حاصل تھی اور اس مہارت پر وہ بیٹسمینوں پر بجلی بن کر ٹوٹتے رہے اس خوبی کی وجہ سے انہیں ''وائٹ لائٹنگ'' (سفید بجلی) کا نام دیا گیا۔

O...... وہ پاکستان اور بھارت کو ان کی سرزمین پر ٹیسٹ سیریز ہرانے کو اپنے کیریئر کی بہترین یادگاریں قرار دیتے ہیں۔ ایک روزہ میں ان کی بہترین کارکردگی کینیا کے خلاف رہی جب 1996ء کے ورلڈ کپ میں 23 رنز کے عوض چھ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

O...... ایلن نے چار ورلڈ کپ میں جنوبی افریقہ کی نمائندگی کی۔ انہوں نے 72 ٹیسٹ میچوں میں 10.68 کی اوسط سے 652 رنز بنائے۔ ان کا زیادہ سے زیادہ سکور 37 رنز تھا۔ جبکہ 22.25 کی اوسط سے 330 وکٹیں حاصل کیں۔ بہترین باؤلنگ 71 رنز پر 8 وکٹیں رہی۔ ایک اننگز میں 5 وکٹیں 20 مرتبہ اور میچ میں 10 وکٹیں تین بار حاصل کیں۔

O...... 164 ون ڈے میچوں میں وہ صرف 95 رنز بنا سکے۔ بہترین سکور 13 رہا۔ ایلن اپنی سرزمین پر ہونے والے ورلڈ کپ کے 3 میچوں میں متاثر کن کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکے اور 24.5 اوورز میں 133 رنز دے کر صرف ایک وکٹ حاصل کی۔

پاکستانی نیو ہیرو ''محمد سمیع''

شارجہ کپ یقیناً پاکستانیوں کے لئے بہت سی نئی امیدیں لے کر آیا ہے ان امیدوں کی وجہ ہمارے نئے کھلاڑی ثابت ہوئے انہی میں ایک نام محمد سمیع کا ہے۔ محمد سمیع نے کہا کہ یہ رب کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں کامیابی بخشی اور ٹیم بڑی منظم ہو کر کھیلی۔ ہر کھلاڑی کی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ ہماری عزت رکھے اور کامیابی عطا کرے۔ محمد سمیع کا شمار دنیا کے پانچ تیز ترین باؤلرز میں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں سپیڈ کے چکر میں نہیں پڑتا، باؤلرز بہتر کارکردگی کے سبب یاد رکھے جاتے ہیں اور باؤلنگ میں مزید بہتری لانا میرا ٹارگٹ ہے اور اس کے لئے مزید کوشش جاری رہے گی۔

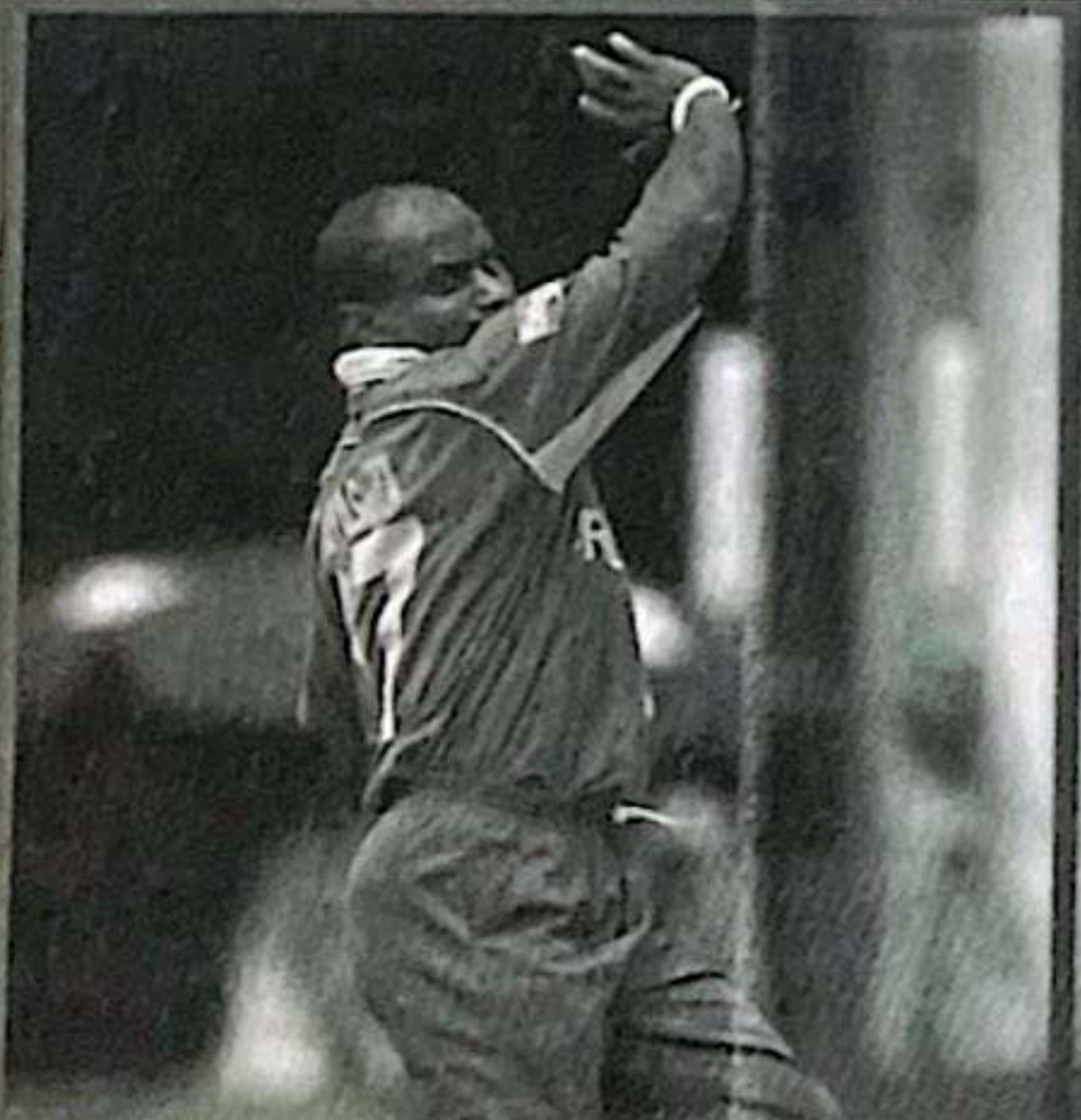

علماء کے لیے دولت کا جال

12

زندہ کہانی

پروفیسر خالد پرویز (ملتان)

ملک بھر سے علماء ایک جگہ پر اکٹھے ہوئے تھے۔ کوئی دور دراز کا سفر طے کر کے پہنچا تھا تو کوئی نزدیک ہی کا رہائشی تھا۔ ہر ایک اپنی ذات میں علم کا ایک سمندر تھا۔ دین اسلام کے ایک ایک نکتے پر بحث کرنے والا، ہمہ قسم کے مسائل کا حل بتانے والا اور اسرار و رموز سمجھانے والا۔ گویا اک روح پرور منظر تھا مگر یہ سب علماء خود سے ہی اکٹھے نہیں ہو گئے تھے انہیں تو دعوت دے کر بلایا گیا تھا اور دعوت بھی ایسی ویسی نہیں تھی بلکہ خلیفہ منصور نے خود بلایا تھا۔ مقصد یہی بیان کیا گیا تھا کہ مختلف اجتہادی مسائل پر غور و خوض کیا جائے۔

مجلس شروع ہوئی تو نوع بہ نوع کے اجتہادی پہلو زیر بحث آئے۔ ہر کسی نے اپنے اپنے مطالعے کی وسعت کا مظاہرہ کیا۔ دلائل اور حوالوں کے انبار لگا دیئے۔ خلیفہ منصور بڑی دلچسپی اور انہماک سے اس بحث میں شامل رہا۔ گفتگو جاری تھی کہ یکایک خلیفہ منصور نے علماء سے پوچھا:

''آپ کا کیا خیال ہے کہ رب قادر و قدیر کی طرف سے مجھے یہ حکومت جو بخشش کی گئی ہے کیا میں اس کا اہل ہوں؟''

خلیفہ وقت اپنے بارے سوال کرے اور کس میں یہ ہمت کہ اس کی مرضی و منشاء کے مطابق جواب نہ دے!! تقریباً سبھی نے بیک زبان کہا...... ''جناب عالی! بالکل آپ ہی اس مقام و مرتبہ کے اہل ہیں۔ آپ سے بہتر پورے ملک میں کوئی اور شخص نہیں جو اس منصب کو سنبھال سکے''۔

ان علماء میں ایک ایسے عالم بھی موجود تھے جنہوں نے دوسرے علماء کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی۔ خاموش رہے۔ تاہم ان کے چہرے سے خفگی کے آثار نمایاں تھے۔ خلیفہ منصور صورتحال کو بھانپ گیا۔ اس نے ضبط کرنے کی کوشش کی مگر اس سے رہا نہ گیا۔ وہ اس عالم سے مخاطب ہو کر بولا:

''جناب! آپ نے اپنی رائے کا برملا اظہار نہیں کیا۔ آپ بھی تو کچھ فرمایئے!''

اُس عالم نے بلا جھجک کہا: ''اے منصور! تم اپنے ضمیر کو جھنجوڑو تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ تو نے ہم لوگوں کو اللہ اور اس کے دین کی خاطر نہیں بلایا۔ تم چاہتے ہو کہ ہم لوگ تیری ہر جائز و ناجائز بات کی توثیق کریں تاکہ عوام الناس یہ سمجھیں کہ تمہارے تمام کام اور حکام دین اسلام کے عین مطابق ہیں کیونکہ تیرے خلیفہ ہونے کی تمام علماء نے بلا حیل و حجت تصدیق کی ہے حالانکہ تم اس طرح خلیفہ بنے ہو کہ تمہاری خلافت پر اہل فتویٰ میں سے دو آدمیوں کا اجماع نہیں ہوا''۔

خلیفہ منصور اس جرات مند عالم کی کھری کھری باتیں سن کر اس لمحے تو خاموش رہا اور مجلس برخواست کر دی گئی مگر اسے ایک پل چین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے گھر پہنچتے ہی اپنے وزیر باتدبیر ربیع کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے کر اس عالم کے گھر بھیجا تاکہ اسے وہ تھیلی دے آئے۔ تاہم اس نے اپنے وزیر کو یہ بھی ہدایت کر دی کہ اگر وہ عالم یہ تھیلی قبول کر لیں تو ان کی گردن کاٹ لانا اور اگر تھیلی قبول کرنے سے انکار کر دیں تو واپس لوٹ آنا۔

جب خلیفہ منصور کا وزیر ربیع اس عالم کے گھر تھیلی لے کر پہنچا تو اسے دیکھ کر وہ عالم مسکرائے اور بولے:

''ربیع! میری بات غور سے سن لو! چاہے تم میری گردن کاٹ کر رکھ دو لیکن میں اشرفیوں کی اس تھیلی کو قبول کرنا تو دور کی بات، اسے ہاتھ تک لگانے کو تیار نہیں''۔

ربیع نے پوچھا...... ''آخر وجہ کیا ہے؟''

اپنے وقت کے مشہور عالم باعمل حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا:

''اے ربیع! تمہیں کیا معلوم کہ سربراہ مملکت کس طرح علماء کو دولت کے جال میں پھنساتے ہیں۔ جاؤ اور خلیفہ منصور سے کہہ دینا کہ جس مال کو میں اس کے لئے حلال نہیں سمجھتا اسے اپنے لئے کیسے حلال سمجھ لوں کیونکہ بیت المال کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا''۔

ایک معصوم صفت بچے کے شب و روز کی داستان اسے دوسروں کی مدد کرنے کا بہت شوق ہوگیا تھا۔ ''ننھے منوں کے لئے منی سی کہانی''

عالیہ ملک سوہادہ

حانی نے سنا! ممی کہہ رہیں تھیں ''حانی بہت اچھل کود کرتا ہے''
''حانی صرف شرارتی ہے'' پاپا بولے حانی نے جب یہ سنا تو اداس ہوگیا دراصل کچھ دیر پہلے حانی نے اپنی کھلونا کار کے گندے پہیے اتارے اور انہیں باتھ ٹب میں دھونے لگا لیکن غلطی سے چھوٹے پہیے باتھ ٹب کے سوراخ میں پھنس گئے۔ اسی وجہ سے ممی پاپا یہ تبصرہ فرما رہے تھے جسے سن کر حانی اداس ہوگیا!!!

حانی ایک پیارا سا بچہ تھا جسکی ایک چھوٹی سی بہن عینی بھی تھی۔ ان دنوں حانی کو سکول سے چھٹیاں تھیں اور ان چھٹیوں میں اس نے پروگرام بنایا تھا کہ وہ ہر ممکن دوسروں کی مدد کرنے اور اچھا بننے کی کوشش کرے گا۔

حانی یہ سب سن کر جب کمرے سے نکلا تو سامنے اسے اپنا کتا دکھائی دیا حانی کو یوں لگا جیسے وہ بھوکا ہو۔ حانی جلدی سے کچن میں گیا اور وہاں سے چاکلیٹ بسکٹ کا سارا ڈبہ اٹھا لایا اور کتے کو کھانے کے لئے دے دیا...... لیکن حانی بے چارے کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ شام کو اسکی نانی اماں چائے پر مدعو ہیں۔ ممی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ بہت خفا ہوئیں۔ لیکن حانی کا مقصد تو صرف مدد کرنا تھا!!!

ایک شام جب ممی کو سر میں شدید درد تھا تو حانی نے سوچا کہ چلو ممی کو خوش کیا جائے۔ سو حانی لان میں گیا اور بہت سارے خوب صورت پھول توڑ کر انکا گلدستہ بنایا۔ جب حانی نے ممی کو گلدستہ دیا تو ممی نے بجائے خوش ہونے کے اسے برا بھلا کہا اور آئندہ ایسے کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔ ''مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا'' حانی نے سوچا پھر حانی کے ذہن میں ممی کو خوش کرنے کے لئے ایک اور ترکیب آئی! سو حانی نے ممی کے لئے مزیدار پڈنگ بنانے کا فیصلہ کیا۔ بدقسمتی سے جب وہ پاؤڈر ڈال رہا تھا تو سارا پاؤڈر قالین پر گر گیا۔ ''یہ کیا حرکت ہے حانی؟'' ممی چلائیں ...... اور پھر کافی دیر تک حانی کو ڈانٹتی رہیں۔

ایک دن جب ممی اور وہ لان میں بیٹھے تھے تو ممی بولیں ''حانی تمہیں اچھا بننے کی کوشش کرنی چاہئے تمہاری چھوٹی بہن بھی ہے جس کی وجہ سے میں بہت مصروف رہتی ہوں'' اتنے میں عینی کے رونے کی آواز آئی تو ممی جلدی سے دوڑیں اور جب وہ عینی کو اٹھائے واپس آئیں تو حانی بولا...... ممی اب عینی کے ہوتے ہوئے آپکو میری کیا ضرورت'' ممی یہ سن کر مسکرائیں اور بولیں نہیں پیارے حانی ''لیکن تمہیں اچھا بننا اور میری مدد کرنی چاہئے کیونکہ میں بہت مصروف ہوتی ہوں''

حانی تو خود اچھا بننا چاہتا تھا لیکن ہر دفعہ کام سنوارنے کی بجائے بگڑ جاتا اور حانی کے پاس سوائے شرمندگی کے کچھ نہ ہوتا۔ اگلے دن حانی نے عہد کیا کہ وہ ممی کی مدد کرائے گا اور کام بھی ٹھیک کرے گا!!!

حانی کچن میں مدد کے لئے آیا تو اسے گندے برتن دکھائی دیئے۔ اس نے برتن اکٹھے کئے اور دھونے لگا لیکن اس بار پھر وہ اداس ہوگیا کیونکہ ڈش واش لیکوئڈ کی بوتل واش بیسن میں گری اور ہر طرف جھاگ ہی جھاگ ہوگئی۔ اس دوران حانی بڑی طرح بھیگ چکا تھا۔ اس نے کچن کی کھڑکی سے باہر دیکھا پاپا لان کی دیواروں کو پینٹ کر رہے تھے حانی نے سوچا کہ پاپا کی مدد کرنی چاہئے اس نے پینٹ اور برش لیا۔ ''برتن دھونا تو بہت برا اور بور کام تھا'' جبکہ پینٹ کرنے میں خوب مزا آئے گا!!! حانی نے سوچا لیکن جب وہ پینٹ کا ڈبہ کھولنے لگا تو وہ بہت سخت تھا آخر اس نے ممی کی پسندیدہ اور قیمتی چمچ لی پینٹ کا ڈبہ تو کھل گیا...... لیکن چمچ ٹیڑھی ہوگئی۔ آخر اس نے برش چمکدار نیلے پینٹ میں ڈبویا اور سیڑھی پر چڑھنے لگا وہ آہستگی سے اوپر جا رہا تھا کیونکہ اس کے ایک ہاتھ میں برش تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے سیڑھی کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا!!! سامنے ممی کے بیڈروم کی کھڑکی تھی اور کمرے میں ممی عینی کو سلا رہیں تھیں۔ حانی کے ہاتھ میں پکڑا ہوئے برش سے ایک چھینٹا کھڑکی پر پڑا اور اگلے لمحے برش نیچے گر گیا۔ ''حانی'' کسی نے نیچے سے پکارا حانی نے نیچے دیکھا تو یہ نانی اماں تھیں جن کے سفید بال آدھے نیلے آدھے سفید ہو چکے تھے کیونکہ برش انکے سر پر گرا تھا۔ فوراً نیچے آؤ نانی اماں چلائیں۔

''حانی بہت خوفزدہ ہوگیا'' آخر ممی نے حانی کو نیچے اترنے میں مدد دی۔ نانی اماں کے سر کو صاف کیا اور پھر جا کر گندہ کچن صاف کیا جہاں حانی برتن اسی حالت میں چھوڑ آیا تھا۔ ''حانی تم بہت برے ہو'' ممی نے کچن کی حالت دیکھ کر غصے سے کہا حانی اداس ہوگیا اسکا مقصد تو صرف ممی اور پاپا کی مدد کرنا تھا۔ شام کو ممی نے حانی سے کہا کہ وہ اسکے ساتھ پارک میں چلے۔ ممی سارے دن کی تھکی ہوئیں تھیں پارک میں جاتے ہی درخت کے نیچے پڑے بنچ پر بیٹھ کر آرام کرنے لگیں۔ ساتھ ہی عینی کی پرام کھڑی تھی۔ حانی نے ممی کو آرام کرتے دیکھا تو نزدیکی پہاڑی پر چڑھنے لگا جب وہ واپس آ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا عینی کی پرام کے پہیوں کو سونگھ رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد پرام پہاڑی کے نیچے کی طرف جا رہی تھی۔ حانی نے دوڑنا شروع کیا چھلانگ لگائی۔ اور پرام کے ہینڈل کو پکڑ لیا!!! ممی دوڑتی ہوئی آئیں ''حانی'' ممی نے پکارا اور پھر حانی کو بہت بہت زیادہ پیار کیا ''تم نے بہت اچھا کام کیا ہے حانی! تم نے عینی کو بچالیا'' اور حانی تو بہت ہی خوش ہوا...... آخر کار اس نے وہ کام کرلیا تھا جسکی اسے خواہش تھی!!!

(انگریزی کہانی ''ہیلپ فل ہیری'' سے ماخوذ)

13

سوری مما

بیڈ ٹائم سٹوری

اختر عباس

ایک ماں کی کہانی
اس کے بیٹے نے بہت مشکل لمحوں میں اسے
یاد رکھا تھا
جھوٹ کے سات پردوں میں چھپے سچ کا ماجرا
یہ ہمیشہ سر چڑھ کر بولتا ہے

رات کے دو بجکر پچاس منٹ ہوئے تھے۔
ٹی وی سکرین پہ نمودار ہونے والا کیمروں کی تیز روشنیوں میں نہایا ہوا تھا...... اس نے اپنی آنکھوں کو ایک لمحے کو بند کیا۔ وہ جانتا تھا اس لمحے کرہ ارض پہ سب سے زیادہ نگاہیں اسی پر ٹکی ہوئی ہیں۔ لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے اور کان کسی انہونی خبر کے انتظار میں تھے۔ اس احساس نے اس کی آنکھوں کی چمک اور بڑھا دی۔ اس کے لفظوں میں فاتحانہ بانکپن تھا اور انداز میں ضرورت سے زیادہ اعتماد یہ اری فلیشر تھا۔
دنیا کے سب سے طاقتور ملک نے اعلان جنگ کیلئے اسے چنا تھا۔ اسے وائٹ ہاؤس کا ترجمان ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور پھر اس کے ایک جملے نے دنیا کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا دو بجکر 42 منٹ اور 11 سیکنڈ پر بغداد جنگی سائرنوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ پہلا امریکی طیارہ فضا کو چیرتا ہوا پہنچ چکا تھا۔ طیارہ شکن توپیں اس کو ڈھونڈتی رہ گئیں اور وہ آسمان سے انگارے برساتا ہوا' بم گراتا' ہدف بدلتا کہیں آگے جا چکا تھا۔
فینی مور اپنے بیڈ روم میں اکڑوں بیٹھی سی این این کی عراق ایٹ وار کے نام سے آنے والی خصوصی نشریات دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی میں صبح آفس نہیں جاسکوں گی...... لیوس ابھی تک گھر نہیں پہنچا تھا۔ آج فینی کو اپنے میاں کے آنے کی امید بھی نہ تھی اور وہ بے حد پریشان تھی۔ میں کس سے ولسن کی بات کروں...... او مائی پور چائلڈ۔ اس کا شوہر لیوس' وہ امریکی فوج میں نہ ہوتے ہوئے بھی ان کا حصہ تھا۔ صبح سے شام ہو جاتی۔ اس کی ڈیوٹی جاری رہتی۔ جیسے جیسے سرکاری طور پر نئے فوجیوں کی بھرتی بڑھ رہی تھی۔ اس کے کام میں نہ ختم ہونے والی تیزی آ گئی تھی۔ جبکہ وہ کوشش کر کے وقت پر نکل آتی تھی۔ فینی بھی اس کام کا لازم حصہ تھی۔ وہ فوجیوں کی یونیفارم کی کٹنگ کرتی۔ لیوس سلائی سیکشن کا انچارج تھا۔ اس نے یہ مقام بہت سالوں کی شدید محنت کے بعد پایا تھا اس کے شعبے کی تیار کردہ جیکٹس بطور خاص نئے میرین میں بہت مقبول تھیں۔
وہ اس وقت دونوں بہت ہنستے جب کبھی کرنل سکارٹ ان سے پوچھتا ان کی بنائی ہوئی یونیفارم جیکٹس نئے فوجیوں کو اتنی کیوں پسند ہے۔ وہ کیسے بتاتے کہ انہوں نے اپنے بیٹے ولسن مور کی پسند کو سامنے رکھتے ہوئے سائز اور سٹائل میں نئی اختراعات کی تھیں۔ ولسن ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ بھوری آنکھوں والے اس سمارٹ مگر شرارتی لڑکے سے ان کی ملاقات ویک اینڈ پہ ہی ہوا کرتی تھی...... ولسن نے سکول سے فارغ ہوتے ہی ریسٹورنٹ میں جاب کرلی تھی۔ اسے آگے پڑھنے کا بالکل بھی شوق نہیں تھا۔ وہ عام امریکیوں کی طرح پانچ دن ڈٹ کر کام کرتا اور ویک اینڈ پر آرام۔ کبھی کبھی دوستوں کے ساتھ ہلہ گلہ کرنے چلا جاتا...... ورنہ اکثر وہ چھٹی کے دن ماں کے کمرے میں پڑا ٹی وی دیکھتا۔ باتیں کرتا' ریسٹورانٹ میں آنے والے لڑکے لڑکیوں کی' ہونے والے جھگڑوں کی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنی مالکن مسز جیفر سن کی غصے میں آنے اور چڑنے والی عادت کی تو اس کے پاس بہت کہانیاں ہوتی تھیں فینی کو اپنا یہ بیٹا ہولے ہولے بہت عزیز ہو چلا تھا۔ وہ ڈرتی اپنی کسی دوست کو بھی نہ بتاتی کہ یہ لڑکا اس کے ساتھ کتنی باتیں کرتا ہے اور کتنا وقت گزارتا ہے۔ اسے بہت برا لگتا اگر کوئی اس کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیتا۔ اسی ڈر سے اس نے تو وہ بات بھی سب کو نہیں بتائی تھی جو صرف اپنے بیٹے ولسن کو بتا پائی تھی۔
پسند اور شوق ایک جیسے نہ ہوں تو اول تو دوستی نہیں ہوتی اور ہو جائے تو محبت میں نہیں بدلتی...... مسز فینی مور ولسن کو جب سی کہہ کر بلاتیں تو اس کا مطلب ہوتا دوست آؤ اب مووی دیکھتے ہیں۔ اس روز جانے کیا ہوا مووی ختم ہوئی تو چینل بدلتے ہوئے ایک جگہ ولسن ٹھٹک گیا۔ عجیب سے لوگ تھے۔ ہاتھ کمر پر بندھے ہوئے نارنجی شرٹیں اور پتلونیں آنکھوں پر سیاہ چشمے اور چشمے کے نیچے سیاہ کپڑے کی پٹیاں۔
یہ کون لوگ ہیں۔ ولسن نے حیرت سے پوچھا تھا
مسلم ٹیررسٹ۔ فینی نے جواب دیا۔
کتنے سارے ہیں یہ تو......
ہاں چھ سو سے زائد ہیں
عجیب سے نہیں ہیں۔ میں نے پہلے اس طرح کے ٹیررسٹ نہیں دیکھے۔ ایک سے کپڑے' ایک سے حلئے اور ایک سی بے چارگی اور بے بسی...... دیکھو ہر ایک کے پیچھے دو دو فوجی ہیں۔
مگر ایک بات نئی ہے۔ ٹیررسٹ کو عینکیں لگائے اور عینکوں کے نیچے آنکھوں پہ پٹیاں باندھے نہیں دیکھا
بڑی سٹائلش پٹیاں ہیں۔
ہاں...... ہم نے بنائی ہیں۔ فینی کے منہ سے اچانک نکلا
مما! آپ نے
ہاں ہمارے شعبے میں تیار ہوئی ہیں
وہیں میٹنگ ہوئی' وہیں ڈیمانڈ دی گئی۔
سپیشل ٹاسک فورس والے آئے تھے۔ کرنل سکارٹ لائے تھے۔ انہیں کہنے لگے۔ دنیا کے بدترین متوقع ٹیررسٹ ہیں۔ کسی سے ڈرتے بھی نہیں اور دبتے بھی نہیں۔ ہم ان کا ایسا علاج کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا دیکھے...... گوانٹانا موبے کیمپ میں رکھیں گے پھر طے ہوا کہ ایسا کیا جائے کہ دیکھ نہ سکیں۔ میں نے پٹیاں تیار کر کے دکھائیں ان کی تسلی نہیں ہوئی بولے اوپر کالی عینکیں لگوائیں گے تاکہ دن کی روشنی نہ دیکھ سکیں یہ بڑی روح اور دل کی روشنی کی باتیں کرتے ہیں۔ آنکھیں تو دیکھیں گی نہیں یہ دیکھ لیں اپنے دل کی آنکھ سے "زیادہ دیکھ لیا تو" ...... کرنل سکارٹ نے قہقہہ لگایا تھا اس کا قہقہہ بھی اس کی طرح عجیب بے روح سا ہوتا ہے۔ فینی بات کرتے کرتے رکی تھی۔ ٹاسک فورس والے سپیشل ایجنٹ کو یہ بات بہت بری لگی تھی۔ اس نے گھورتے ہوئے کہا تھا۔ کرنل ہم دل بھی مسل کے رکھ دیں گے جو ہماری مرضی کے خلاف دھڑکا...... پھر ہدایت ملی کہ کانوں میں روئی اور کپڑے کو ملا کر ایسے پھندے بنائے جائیں کہ کان مکمل بند ہو جائیں کوئی آواز بھی ان تک نہ پہنچ پائے۔ بس تب سنیں جب ہم سنانا چاہیں۔ وہ سنیں جو ہم بتانا چاہیں۔ اس کے علاوہ ہر لمحے وہ امید اور ناامیدی کے عذاب میں جیئیں' دیکھنے کو' سننے کو اور بولنے کو ترسیں......
اوہ مائی گاڈ...... ولسن نے عجیب سا منہ بنایا۔ دیکھو مما پاؤں میں کس قدر بھاری بیڑیاں ہیں اور ہاتھ بھی پیچھے بندھے ہیں۔ ہونٹوں پر ٹیپ لگے ہوئے ہیں۔ کیسے جانوروں کی طرح چپ چاپ جا رہے ہیں۔
کہاں سے پکڑے ہیں یہ......

فینی نے زور سے بیٹے کے کندھے پر ہاتھ مارا ہے سنی تو بھی ناں عام امریکیوں کی طرح بے خبر ہے۔ یہ بھی نہیں جانتے ابھی ہم نے افغانوں کو فتح کیا ہے۔ یہ سارے وہیں سے لائے گئے ہیں۔ لمبی لمبی داڑھیاں سروں کے بال' مونچھیں سب نفرت اور غصے کی تیز دھاروں سے صاف کر دی گئی ہیں۔

مما...... ظلم نہیں ہے یہ...... مجھے تو قیدیوں کے ساتھ ایسا کرنا کچھ اچھا نہیں لگا۔ ان کے بھی تو کچھ حق ہوتے ہیں چھوڑو سنی...... یہ سیاست کی باتیں ہیں...... آؤ نئی موی دیکھتے ہیں...... واؤ..... دیکھو اسکیپ فرام ابسالم آ رہی ہے......

فلم ابھی جاری تھی جب لیوس کی گاڑی آ کر رکی۔ فینی نے کھانا گرم کیا۔ پھر باپ بیٹے کو بلا لیا۔ لیوس نے سوپ کی چسکی لیتے ہوئے فینی کو دیکھا

فینی ڈارلنگ' ایک عمدہ آئیڈیا ہے۔

کرنل سکارٹ نے ذکر کیا ہے کہ امریکن میرین کیلئے ان دنوں ہنگامی بنیادوں پر لڑکے منتخب کئے جا رہے ہیں کہو تو اپنے ولسن کو بھجوا دیں۔ کرنل بتا رہا تھا بہت مزے ہوں گے لڑکے کے۔ یونیفارم اور جیکٹ بھی وہ پہنے گا جو تم نے اسی کو ذہن میں رکھ کے ڈیزائن کیا تھا......

ناباباناں امریکن میرین کا مطلب یہ ہوا کہ ہر اچھے برے موقع پر لڑنے یہی پیدل فوج آگے ہو گی...... میں نے تو سنا ہے امریکن میرین میں لڑکے ویسے بھی جاتے نہیں اور جو جاتے ہیں وہ ڈرتے بہت ہیں۔ کابل میں امریکی دستے کی حفاظت برطانوی فوجیوں نے کی تھی...... تب جا کر سکون سے سو سکے تھے۔ میرے ولسن کو بھلا کیسے نیند آئے گی۔

؟؟؟...... لیوس نے کھل کے قہقہہ لگایا۔ اب تم بھی تا ٹیرررسٹوں کی طرح سچ بول رہی ہو۔ وہ کہتے ہیں امریکی فوجی بزدل ہیں...... اسی لئے پہلے ہوائی حملے کر کے ہر چیز فنا کر دی جاتی ہے۔ عمارت ہی نہیں زندہ انسان بھی زمین بوس کر دیئے جاتے ہیں۔ جب ہر ذی روح موت کے گھاٹ اتر چکا تو پھر یہ فوج ایڈوانس کرتی ہے اس لئے تو کہتا ہوں...... اتنی محفوظ جاب اتنا شاندار کیرئیر...... تم سوچو تو سہی...... کیوں ولسن!...... لیوس مور نے اپنے بیٹے کی رائے چاہی............

کیوں نہیں ڈیڈ...... آئی وڈ لو ٹو جوائن

مجھے لگتا ہے بہت محفوظ اور شاندار زندگی ہو گی......... میں اپنے دوست رچرڈ اور جان مارشل کو بھی بتاتا ہوں...... انہیں یہ کیرئیر بہت اچھا لگے گا۔

ولسن کو فوج جوائن کئے سال ہونے کو تھا۔

وہ بہت خوش اور مطمئن دکھائی دیتا تھا۔ آہستہ آہستہ سخت فوجی تربیت اور تعلیم نے اس کی معصومیت کو کہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا...... اب وہ گھر آتا تو ماں سے نہ اس کی مرضی اور پسند کی ڈھیروں باتیں کرتا' نہ فلمیں دیکھتا...... ایک ہی بات پر اس کی سوئی اٹک گئی تھی...... مما! ہم سب سے شاندار اور طاقتور قوم ہیں۔ یہ ہمارا حق ہے کہ ہم ہی ہر جگہ راج کریں...... ہمارے اصول' ہمارے قانون ہماری ہی پسند اور ناپسند سب سے بہتر ہے...... یہی مستقبل کا اصل پیمانہ ہے...... ہم قوت اور ٹیکنالوجی کے زندہ خدا ہیں۔ ماں! زندہ خدا.........

کون ہے جو سر اٹھا کے ہمارے سامنے کھڑا ہو...... کچل کے رکھ دیں گے"۔ فینی یہ باتیں سن کر پہلے تو خوش ہوئی پھر ایک دم سے ڈھل گئی.........

مائی سن! ایک روز وہ بڑے پیار سے اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر بولی تھی.........

دیکھو! تم میرا ایک ہی بے بی ہے...... تم مجھ کو بہت عزیز اور پیارا ہے...... تم ویسا ہی اچھا اور معصوم رہنا جیسے ویک اینڈ پہ میرے ساتھ مستی کرتا تھا......

او مائی پور مما......... میں ویسا ہی ہوں

مگر اب خالی ولسن مور نہیں امریکن میرین کا سولجر ہوں......... دنیا کی بہترین قوم کی بہترین فوج کا جوان......... فتح جس کے قدموں کو چومنے کیلئے بنی ہے

فینی نے اس روز اپنے بیٹے کو بہت چوما تھا جب اسے خبر ملی تھی کہ ولسن کی پوسٹنگ کویت میں امریکی بیس کیمپ پر ہوئی ہے تم کو موقع ملے تو ان ٹیررسٹوں کو چن چن کر مارنا۔ اس نے بیٹے کو راہ دکھائی تھی......... یہ دو مہینے فینی نے بہت مشکل میں گزارے تھے۔ دنیا بھر میں جنگ کے خلاف جلوس نکل رہے تھے۔ دو بار تو وہ خود بھی جلوس میں شرکت کیلئے گئی۔

پہلی بار مین سڑک سے واپس آ گئی۔ صرف یہ سوچ کر کہ یہ تو میرے ولسن کے خلاف ریلی ہے۔

وہ فوجی ہے۔ لڑے گا بھی۔ دشمن کو مارے گا بھی اور فتح کے نغمے بھی گائے گا........ میں بھلا اس کے نغموں میں کیوں رکاوٹ بنوں..... دوسری بار اسے لگا کہ جلوس بہت نکل رہے ہیں۔ ریلیاں ہر جگہ ہو رہی ہیں' کیا خبر یہی لوگ جیت جائیں اور جنگ ٹل جائے تو ولسن بھی خیریت سے لوٹ آئے گا اور میں بھی فخر سے اپنے بڑھاپے میں بچوں کو بتا سکوں گی کہ میں کس قدر امن سے محبت کرنے والی تھی..... اپنے ہی بیٹے کی فوج کے خلاف ریلی میں شرکت کا حوصلہ تھا مجھ میں..... فینی کا زیادہ وقت اب ٹی وی کے سامنے گزرتا۔ تھک جاتی اداس ہو جاتی تو جگہ جگہ فون گھماتی..... اس کی اکثر دوستوں کا خیال تھا کہ ولسن اس عظیم جنگ کا ہیرو بنے گا جو کیمیائی ہتھیاروں کے خلاف لڑی جا رہی ہے۔۔Mass Destraction کرنے والے عراقی اسلحے کی تباہی سے دنیا کو بچانے کیلئے ہو رہی ہے۔..... وہ سب عام طور پر وہی باتیں کرتیں جو صبح و شام ٹی وی سے تبصروں' رننگ کنٹریوں اور اخباری تجزیوں میں ہوا کرتیں۔

پھر موضوع اور دلائل بدلنے لگے۔ اس رات تین بج کر پندرہ منٹ پر امریکی صدر نے جب اعلان کیا کہ اتحادی فوجیں عراق میں داخل ہو چکی ہیں اور فوجی اہمیت کے حامل ٹھکانوں پر حملے کر رہی ہیں تو اس کے پس منظر میں بش کی دونوں بیٹیوں کی تصاویر جھانک رہی تھیں........ اور فینی ان آنکھوں میں اپنے ولسن کی آنکھیں دیکھ رہی تھی......... وہ کہاں ہو گا کیسے حملے کر رہا ہو گا اگلے مورچوں پر یا کہیں پیچھے اس کی سلامتی کیلئے اس نے صلیب کا نشان بنایا اور دعا میں مصروف ہو گئی۔ آنے والے دن اس نے دعائیں کرنے' ٹی وی دیکھنے اور اخبار میں پڑھنے میں وقت صرف کیا۔ اسے ولسن بہت یاد آ رہا تھا۔ اس کی بھوری آنکھوں کو پیار کرنے کو وہ مچلے جاتی تھی..... اس نے دفتر چھٹی کی درخواست بھجوا دی تھی۔ فینی دوپہر کو بہت خوش ہو رہی تھی۔ جب ٹی وی پر انگارے برساتے جہاز ایسے نظر آتے جیسے وڈیو گیمز کھیلی جا رہی ہوں..... اس نے ایک دو لمحے کو سوچا جب یہ اتنے بڑے بڑے بم پھینکتے ہوں گے تو وہ کہیں تو جا کر پھٹتے ہوں گے۔

نہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ملک کے صدر پھر اس کی مدد کو آئے تھے۔ ہم عراق کو کیمیائی ہتھیاروں اور ماس ڈسٹرکشن والے ہتھیاروں سے پاک کر کے رہیں گے عوام کو صدام سے آزادی دلوائیں گے۔ یہ بم تباہی نہیں آبادی اور آزادی لائیں گے۔

رات کو کھانے پر اس نے لیوس سے خاموشی کی وجہ پوچھی' اصل میں وہ اپنی خاموشی سے تنگ آتی جا رہی تھی لیوس اخبار پر جھکا ہوا تھا۔ یہ 19 مارچ کا انڈی پینڈنٹ تھا نوم چومسکی نے لکھا تھا اس جنگ میں فیصلہ کن چیز امریکہ سے نفرت بن رہی ہے۔ پروفیسر جیمز آرم نے لکھا تھا۔

The first casuality is of moral base of US which is Vanishing more quickly than the gain so admitted by US.

اس کا دل چاہا کہ لیوس کو بتا دے کہ اس نے بھی دن کو رابرٹ فسک کا آرٹیکل پڑھا جس نے امریکہ کو Rogue State لکھا تھا۔ ڈیلی ٹائمز میں ولیم ریورز پٹ نے اپنے مضمون میں لکھا تھا

Now I am Terrorist

بغداد جو کبھی امن کا شہر تھا۔ امریکی بمباری سے آگ کی جھیل بن گیا ہے۔ لوگوں کی بیشتر تعداد مر چکی ہے سیکڑوں تباہ کن میزائل شہروں پر یوں گر رہے ہیں کہ معصوم' بے گناہ اور بوڑھے' بچے کسی تمیز کے بغیر قتل کر رہے ہیں۔ یہ سب کس نے کیا۔ میرے ملک نے میری حکومت نے..... اب میں دہشت گرد ہوں۔

امریکی حکومت' اور صدر عوام کو اور دنیا کو جھوٹ بول بول کر بیوقوف بنا رہے ہیں اور غریب عراقیوں کو مارے جا رہے ہیں۔ ان بے قصوروں کو ہم مار رہے ہیں۔ ہم..... اب ہم دہشت گرد ہیں' ....

فینی جوں جوں یہ آرٹیکل پڑھتی گئی اس کا رنگ فق ہونے لگا۔ اسے یوں لگا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ہے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ زور زور سے روئے..... کس بات پر..... یہ اس کو اندازہ نہیں ہو رہا تھا..... وہ حکومت کے ساتھ تھی۔ مگر اسے رونا اس کے خلاف لکھے آرٹیکل پر آ رہا تھا..... یہ کس قدر ظالم اور احمق ہیں..... وہ اکیلے ہیں وہ چلا اٹھی تھی..... جانتے نہیں میرا اکلوتا بیٹا وہاں ہے۔ اس نے اسی بے چینی میں لیوس کو فون کیا تھا۔

لیوس پلیز آج جلدی آ جاؤ.....

مگر آگے سے لیوس کا کوئی جواب اس کے کانوں تک نہیں پہنچا..... وہاں خاموشی بھی نہ تھی..... ہاں عجیب طرح سے کسی کے سسکنے کی آواز تھی۔

لیوس! کیا تم ہو..... پلیز بولو..... میرا دل گھبرا رہا ہے.....

لیوس کی روتی آواز دور کسی کنویں سے آ رہی تھی

فینی..... وہ ہمارا ولسن..... کیا ہوا اس کو فینی زور سے چیخی تھی.....

تم نے ٹی وی نہیں دیکھا۔ الجزیرہ کے حوالے سے چار امریکن میرین کی تصاویر آ رہی ہیں جو نصیریہ کے محاذ پر عراقی وحشیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ہیں۔ لیوس کی مزید کوئی بات فینی نہ سن سکی۔ وہ چکرا کر گری اور بیہوش ہو گئی۔ رات گئے ہسپتال میں جب اسے ہوش آیا تو اس نے ٹی وی دیکھنے کی خواہش کی۔ سکرین پر جنگی قیدی بنے امریکی فوجیوں کی تصاویر آ رہی تھیں ولسن کا بجھا ہوا چہرہ ان میں بہت نمایاں تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں بے یقینی اور خوف سے بھری ہوئی تھیں.........

اوہ نو......... وہ بڑبڑائی تھی' یہ وحشی مسلم..... وہ جنگلی صدام..... تہذیب تو ان کو چھو کے نہیں گزری..... میرا معصوم بچہ تو ابھی بیس سال کا بھی نہیں ہوا۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی..... لیوس کے پاس اسے چپ کرانے کیلئے تسلی کا ایک جملہ بھی نہ جوڑا جا سکا۔

سامنے سی این این پر سیکرٹری دفاع ڈونلڈ رمز فیلڈ غصے سے چلا رہا تھا۔ ''ہمارے قیدیوں کو پراپیگنڈے کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جنیوا کنونشن کے تحت قیدیوں کی تصویریں بنانا انہیں عوامی نفرت کا نشانہ بنانا اور اذیت دینا جرم ہے'' .....

اسی رات صدر بش نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا ''ہمارے قیدیوں سے اچھا سلوک ہونا چاہئے'' .....

اس دھمکی سے کچھ پہلے ان عراقی فوجیوں کی تصاویر دکھائی جا رہی تھیں جنہیں کپڑے اتروا کے اوندھے منہ' کمر پہ ہاتھ باندھ کے بٹھایا گیا تھا..... کئی ایک کو امریکی فوجیوں کے غصے سے ٹھڈے مارنے کا سین بھی اس کوریج میں شامل تھا جسے بعد میں ایڈیٹ کر دیا گیا۔

فینی کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ لیوس دفتر سے واپس آتے ہوئے اسے ہسپتال سے گھر لے آیا تھا.....

وہ سخت افسردہ تھا۔ امریکی فارن سروس کے عہدیدار جان براؤن کا آرٹیکل ہر جگہ زیر بحث تھا۔ ''پچھلے جمعے میں نے بعد از دوپہر سہمے لوگوں ڈرانے والے حملوں کو دیکھا۔ مجھے صرف یہ اطمینان ہوا کہ میں اس شرمناک موقع سے پہلے امریکی فارن سروس سے مستعفی ہو چکا ہوں..... بش حکومت جنگ کر رہی ہے اس کے پاس کوئی جواز نہیں۔ کوئی سند نہیں۔ عراقی حکومت کی تبدیلی اور عوام کو آزادی جیسے فرسودہ سلوگن ایک ووگ اور ولگر پراپیگنڈا ہے۔ میں نے گھنٹوں کمپیوٹر کے آگے بیٹھ کر خط لکھا ہے اور اسے 10 مارچ کو ای میل کر دیا ہے۔ جناب فارن سیکرٹری۔ میں نے فارن سروس اس لئے جوائن کی تھی کہ میں اپنے وطن سے پیار کرتا ہوں اور اب یہ سروس اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ میں اپنے وطن سے بہت محبت کرتا ہوں'' ۔

گزرنے والا ہر لمحہ' ہر دن فینی اور لیوس پہ عذاب کی طرح گزر رہا تھا۔ پہلے صرف حملوں کی خبریں اور تصاویر آتی تھیں۔ پھر بموں سے مرنے اور کٹنے پھٹنے والے جسموں کی تصویریں آنے لگیں کسی بچے کا چہرہ اڑ گیا ہے تو کسی کے ہاتھ اور کسی کی ٹانگیں..... ان کی لاشیں گنی نہ جاتی تھیں۔ ہسپتالوں میں جگہ رہی نہ بجلی اور ادویات تب ڈاکٹر سڑکوں پر لٹا لٹا کے مریضوں کے سادہ کپڑوں سے ڈھانپنے اور خون روکنے کی کوششوں میں جت گئے......... اسی دوران کچھ امریکی فوجیوں کے مزید قید ہونے اور کچھ کے مرنے کی اطلاع آئی ہے۔

ان میں ولسن کے دوست جان مارشل کا نام بھی شامل تھا۔ البتہ رچرڈ کی کوئی خبر نہ

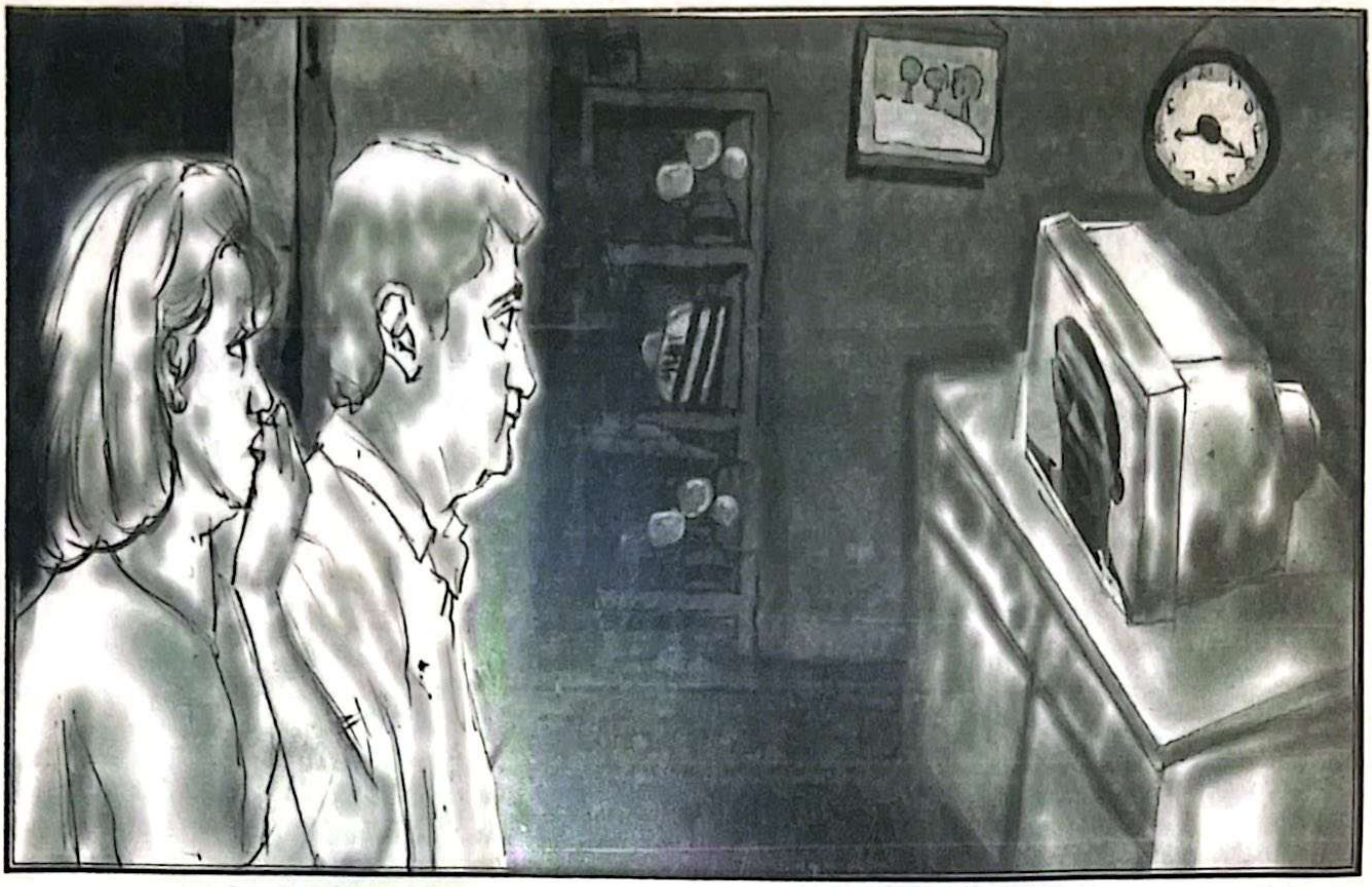

تھی...... ہاں جنگ کے اکیسویں دن اچانک بغداد پر قبضے کی خبر آ گئی۔ سرکاری طور پر خوشی منائی جارہی تھی سی این این کامیابی کی کہانیاں سنا رہا تھا اور اپنے بیڈ روم میں ٹی وی کے سامنے لکڑی کی طرح بے حس و حرکت بیٹھے فینی اور لیوس ہر خبر کے بعد قید ہونے والے فوجیوں کے بارے میں جملوں کا انتظار کرتے...... مگر ان کا انتظار ختم نہ ہوا...... مایوسی' نا امیدی اور دکھ سے بھرے دو دن اور گزر گئے...... تیسرے دن پورا میڈیا جنگی قیدی بننے والے امریکن میرین کو کامیابی سے تلاش کر لینے کی خبروں سے ابل رہا تھا۔ ٹھیک 12 گھنٹے بعد فوجی جہاز سے اڑے چہروں اور تھکے جسموں والے وہ قیدی اترے جنہوں نے جنگ کے زیادہ دن عراقی قید میں گزارے تھے۔ دوسرا اترنے والا ولسن تھا۔ فینی اسے چوم چوم کر نہ تھکتی تھی......

مما! آپ مجھے بہت یاد آئیں وہ گاڑی میں بیٹھا بتاتے ہوئے رو رہا تھا......

میرے بچے تو ٹھیک تو ہے...... لیوس نے بات کاٹ کر پوچھا تھا...... یس پاپا' آئی ایم فائین۔ جس روز مجھے پکڑا تھا اس عراقی بدو نے۔ ہم نصیریہ سے دس کلو میٹر دور تھے۔ وہ چھوٹا سا گاؤں تھا اور وہاں اتنی بمباری ہوئی تھی کہ بظاہر کوئی انسان زندہ نہ بچا تھا۔

ایک جلے ہوئے گھر سے جب میں گزرا تو چھ بچوں اور چار بڑوں کی لاشوں سے دھواں نکل رہا تھا...... محمد البقر اسی گھر کا سربراہ تھا۔ زخمی پڑا کراہ رہا تھا...... پھر جانے اس مسلم ٹیررسٹ میں اتنی ہمت کہاں سے آئی کہ اس نے لپک کر مجھے آلیا۔ وہ زخمی ہونے کے باوجود مجھ پر غالب آ گیا۔ اس نے مجھے جکڑ لیا...... گن پر قبضہ کر لیا...... جب اس نے مجھے فوج کے حوالے کیا تو عراقی میجر نے پوچھا تم نے اسے مار کیوں نہ دیا...... اس کے بھائی بندوں نے تمہارا پورا خاندان مار دیا پورا گاؤں اجاڑ دیا تو پیا پتہ ہے اس نے کیا کہا بولا...... ہاں دل کیا تھا کہ اسے مار دوں...... پھر خیال آیا میرے سب مر گئے۔ اب مجھے بھی مرنا ہے اور وہاں جو ہولی پرافٹ نے پوچھ لیا کہ تم تو اپنے گھر کے سب پیاروں کی اتنی شہادتیں دے کر انعام کے مستحق ٹھہرے تھے...... ایک قیدی کو مار کر سارے انعام سے کیوں محروم ہونے کو آ گئے...... ہم اپنے دشمنوں اور ان کے قیدیوں سے کیسا سلوک کرتے تھے۔ تم کیسے بھول گئے...... یاد ہے ناں جنگ بدر کے بعد نہ کسی قیدی کے ہاتھ توڑے' نہ کسی کے کان کاٹے' نہ کسی کو عذاب دیا نہ کسی کو رسوا کیا...... اپنے سے پہلے ان کو کھلایا...... پھر ان سے اپنے بچوں کو پڑھوایا اور ان کو چھوڑ دیا...... وہ برے تھے تو تم برے کیوں بنے۔ وہ ظالم اور قاتل تھے تو تم ظلم میں کیوں مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ مقابلہ جنگ میں ہوتا ہے۔ باندھ کر مارنا مقابلہ نہیں قتل کہلاتا ہے اور انسان قاتل کہلاتا ہے بس یہی سوچ کر...... وہ محمد البقر بولا تھا...... ''میں نے اس کو قتل نہیں کیا''

''تھینک گاڈ...... میرے بچے...... تھینک گاڈ

اس بھلے آدمی نے تمہیں چھوڑ دیا...... ورنہ ہم تو جیتے جی مر گئے ہوتے''...... فینی جذبات سے رندھی آواز سے بولی تھی

''تو جانتا ہے ہماری تو کل کائنات تو ہے۔ سارے خوابوں اور ساری محبتوں کا مرکز تو ہے تو جانتا ہے میں تجھے کتنا چاہتی ہوں''......

ہاں مما...... ولسن مور اپنی مما کا ہاتھ تھام کے بولا تھا......

تم مجھ کو وہاں بغداد میں بہت یاد آئی تھی

میں جب جب بہت ڈرتا تھا تو گاڈ کے بعد تم کو یاد کرتا تھا...... سوچتا تھا کاش تم میرے کہیں آس پاس ہوتی۔

پھر ایک دن میں نے گاڈ سے رو کر دعا کی اس کا تھینک یو کہا کہ تم وہاں نہیں ہو کیوں؟ لیوس اور فینی حیرت سے بول اٹھے تھے کیا خبر تم وہاں ہوتی تو پھر جنگی قیدیوں کیلئے وہی لباس سی ڈالتی۔ وہی سیاہ پٹیاں...... وہی کان بند کرنے والی پھندے وہی منہ پر لگی ٹیپ...... وہی رسوائی سے بھرا نارنجی لباس...... وہی گوانٹانا موبے جیسا کوئی کیمپ میرے تو انہوں نے کمر پر ہاتھ بھی نہیں باندھے۔ بیڑیاں بھی نہیں پہنائیں۔ مجھے abuse بھی نہیں کیا۔ ٹھڈے بھی نہیں مارے۔

ورنہ میں تو اتنی رسوائی سہنے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ سوری مما!

میں سوچتا تھا تھینک گاڈ...... یہ مسلمانوں میں فینی جیسی مائیں نہیں ہوتیں۔

عفو و در گزر

نسیم اختر شیخ

حضرت موسیٰؑ کا ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کتب تفاسیر میں منقول ہے کہ جب قارون کو حضرت موسیٰؑ کی نصیحت بہت ناگوار گزرنے لگی تو ایک دن اس نے ایک پیشہ ور عورت کو کچھ پیسے دے کر اس پر آمادہ کر لیا کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ وعظ و نصیحت میں مصروف ہوں اس وقت تو ان پر پر الزام لگانا کہ یہ شخص مجھ سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ دوسرے دن جب حضرت موسیٰؑ وعظ فرما رہے تھے تو اس عورت نے حضرت موسیٰؑ پر الزام لگایا حضرت موسیٰؑ یہ سن کر سجدے میں گر پڑے اور پھر سر اٹھا کر عورت کی جانب متوجہ ہوئے کہ تو نے جو کچھ ابھی کہا تھا کیا خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتی ہے کہ یہ سچ ہے؟ یہ سن کر عورت پر رعشہ طاری ہو گیا اور اس نے کہا سچ بات یہ ہے کہ مجھ کو قارون نے روپیہ دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا ورنہ تو آپ اس سے بری اور پاک ہیں۔ تب حضرت موسیٰؑ نے قارون کے لئے بددعا کی اور وہ خدا کے حکم سے معہ ساز و سامان زمین میں دھنسا دیا گیا (یہ واقعہ قصص القرآن جلد اول صفحہ 534 پر موجود ہے)

تبلیغی جماعت کے مولانا طارق جمیل نے اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے غضبناک ہو کر قارون کو بددعا دی اور وہ زمین دھنسنے لگا جب اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں تو اس نے حضرت موسیٰؑ سے معافی طلب کی مگر حضرت موسیٰؑ نے معاف کرنے سے انکار کر دیا پھر وہ کمر تک زمین دھنس گیا اور پھر گڑگڑایا اور معافی طلب کی حضرت موسیٰؑ نے پھر انکار کر دیا پھر وہ یعنی قارون گردن تک زمین میں دھنس گیا اس نے پھر معافی طلب کی مگر حضرت موسیٰؑ نے پھر منع کر دیا کہ اس نے ایسا گھناؤنا الزام لگایا تھا۔

غرض یہ کہ بار بار گڑگڑانے پر بھی حضرت موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا اور وہ یوں ہی زمین میں دھنس کر ہلاک ہو گیا۔

قارون کے زمین میں دھنستے ہی اللہ پاک کی طرف سے وحی آئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوا اے موسیٰؑ اس نے کتنی بار معافی مانگی تو نے معاف نہ کیا اگر وہ ہم سے ایک دفعہ معافی مانگتا ہم اس کو معاف کر دیتے۔

سورۃ الشوریٰ آیت 37 سورۃ آل عمران آیت 134 اور سورۃ آل عمران آیت 159 میں اللہ پاک نے غصے کو پینے درگزر کرنے قصور معاف کرنے اور نرم دل ہونے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح سورۃ حم السجدہ آیت 34 سورۃ المومنون آیت 94 سورۃ القصص آیت 53 اور سورۃ النساء آیت 148 میں بدی کے بدلے نیکی کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم برائی کو بہترین نیکی سے دفع کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار مدینہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ پر احد کے دن سے زیادہ شدید دن بھی کوئی گزرا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم کی طرف یوم عقبہ میں جو کچھ پیش آیا ہے وہ یوم احد کی شدت سے بھی بڑھا ہوا ہے اس دن اسلام کی دعوت لے کر عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے گیا تو اس نے میری دعوت کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ میں وہاں سے سخت رنجیدہ اور ملول واپس ہوا جب مقام قرن ثعالب پر پہنچا تو صدمے سے کچھ سنبھلا اوپر دیکھا تو ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن تھا اور وہیں جبرئیل امین بھی نظر آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ اللہ پاک نے وہ سب سن لیا ہے جو قوم نے تم سے کہا اور تمہاری بات کا جواب دیا ہے اور اللہ پاک نے پہاڑوں کے منتظم فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے آپ ان لوگوں کے متعلق جو حکم دینا چاہیں ملک الجبال کو حکم دیجئے پھر ملک الجبال نے مجھے سلام کیا اور کہا اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کیا ہے اللہ پاک نے سن لیا ہے میں ملک الجبال ہوں مجھے اللہ پاک نے آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا ہے کہ آپ مجھے حکم دیں میں اس کی تعمیل کروں آپ فرمائیں تو میں اخشبین کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ان کو تہس نہس کر کے رکھ دوں۔

نبی کریم ورحیم ﷺ نے فرمایا نہیں میں ایسا نہیں چاہتا بلکہ مجھے امید ہے

اس ماہ کے انعامی سوالات

1۔ اخشبان کے کیا معنی ہیں؟
2۔ وہ کونسا یوم ہے جو اپنی شدت میں یوم احد سے بڑھ گیا ہے؟
3۔ ملک الجبال نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا؟

اللہ پاک ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اللہ پاک کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ (آخشبان دو پہاڑوں کا نام جو مکہ مکرمہ کو احاطہ کئے ہوئے ہیں اور اخشب بہت بڑے پہاڑ کو کہتے ہیں)

جناب انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا اس وقت آپ موٹے کنارے والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے اثنا راہ ایک دیہاتی ملا اس نے آپ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچا میں نے دیکھا کہ اس کے چادر سختی سے کھینچنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن مبارکہ پر نشان پڑ گیا پھر وہ کہنے لگا اے محمد ﷺ اس مال میں سے جو اللہ پاک نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی کچھ دلوائیے آپ نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور اسے کچھ دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

جناب عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ منظر گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ ان کو ان کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا ہے اور وہ چہرے سے خون پونچھ رہے ہیں اور زبان سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ میری قوم کو معاف فرما دے کہ یہ جانتے نہیں۔

جناب ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑے رکھنا چاہتا ہوں مگر وہ مجھ سے رشتہ قرابت توڑ دیتے ہیں میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی سے پیش آتے ہیں میں بردباری کرتا ہوں وہ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر واقعہ یہی ہے جو تم بیان کر رہے ہو تو تم ان کے منہ میں گرم راکھ جھونک رہے ہو اور جب تک تمہارا طرز عمل یہی رہے گا اللہ پاک کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے کے لئے تمہارے ساتھ رہے گا۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ اس بات کی شاہد ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ حسن اخلاق کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں آپؐ نے ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیا اور بڑے سے بڑے اور برے سے برے حالات میں بھی بددعا کی بجائے دعا دی۔ آپ کی پوری زندگی اسی طرح کے اخلاق کا نمونہ ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے تو جس کسی کو غصہ آئے اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو بیٹھ جائے اس تدبیر سے غصہ چلا جائے تو فبہا ورنہ لیٹ جائے۔

دراصل بعض حالات اور معاملات میں غصہ آنا ضروری ہو جاتا ہے یعنی سامنے والا مستقل ایسی حرکات کرتا ہے کہ غصہ آنا لازمی بلکہ غصے پر قابو پانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ تمام آیات قرآنی اور احادیث رسول اسی وقت کیلئے ہیں۔ یعنی ایسے وقت غصے پر قابو پا کر درگزر کا معاملہ کرنا' اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا "اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے' اللہ تعالیٰ نے کہا

"وہ جو انتقامی کارروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

"جو (خلاف حق بولنے سے) اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا اور جو غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب کو اس سے ہٹا لے گا اور جو خدا سے معافی مانگے گا خدا اس کو معاف کر دے گا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں۔

ایک یہ کہ جب کسی شخص کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اس سے ناجائز کام نہ کرائے۔

دوسرے یہ کہ جب خوش ہو تو اسکی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے۔

اور تیسری چیز یہ کہ قدرت رکھنے کے باوجود دوسرے کی چیز نہ ہتھیا لے جس کے لینے کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔

ایک آدمی نے جو غالباً مزاج کا تیز تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔

اس آدمی نے بار بار کہا مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ "غصہ نہ کیا کرو"

تفسیر واحادیث کے علاوہ ادبی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر بہترین کتابوں کے ناشر
تعاون
مکتبہ تعمیر انسانیت ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون : 7237500

Scanned with CamScanner

ORIENT LAHORE: Tel: 7356718, 7222144, 7222049 KARACHI: Tel: 4311417, 4311418 RAWALPINDI: Tel: 4424544, 4457193

AUTHORISED DEALERS IN PAKISTAN:

KARACHI
MOTOROLA SALES CO-ORDINATORS
Advance Telecom Tel: 7764591
Memon Electronics Tel: 7735773
Mobile Point Tel: 7767858
Rangeela Communications Tel: 2201939
A To Z Electronics Tel: 7728135
UNITED MOBILES
Clifton Tel: 5820138
Stadium Road Tel: 4936124-5
Gulshan-e-Iqbal Tel: 4800754-5
F. B. Area Tel: 6378380
Airport Mob: 0320-4337844-6
Boat Basin Tel: 5882272
Tower Tel: 2430545, 2430683
Sharfabad Tel: 4924336
Quaid Road Tel: 5022901-3

HYDERABAD
Cell Shop Tel: 786939 Mob: 0300-8371107
Ahmad Electronics Tel: 784518

LAHORE
MOTOROLA SALES CO-ORDINATORS
Sadiq Hussain 0300-8487203
Asif Ghani 0300-8444288
IBRAR MOBILE CENTRE
Hafeez Centre Tel: 5879827-8 Mob: 0300-8484244
YASIR ELECTRONICS
Hall Road Tel: 7226300, 7350817
Hafeez Centre Tel: 5750114, 5877744 Mob: 0300-8485000
SKY PHONE
Hall Road Tel: 7310998
Hafeez Centre Tel: 5877884 Mob: 0300-8406050
ABDULLAH MOBILE HOUSE
Hall Road Tel: 7212727-8 Mob: 0300-8477769

GUJRANWALA
Gull Gee Communication Tel: 711700 Mob: 0300-8645300, 8647200

SIALKOT
Salman General Store Tel: 589383 Mob: 0300-6121220

DASKA
Decent Electronics Tel: 613323

GUJRAT
Tariq Mobile Centre Tel: 533940

SARGODHA
Empire Telecom Tel: 723006

FAISALABAD
Selecto Electronics Tel: 601217

MULTAN
Pearl Communication Tel: 574041, 515515

RAWALPINDI/ISLAMABAD
MOTOROLA SALES CO-ORDINATORS
Tariq Hussain 0300-8501335
Muhammad Khan 0300-8500844
Ali Farooq 0300-8554040
Mobile Zone Tel: 2650119 Mob: 0300-8565065
Mobile Source Tel: 2272818 Mob: 0300-8542931
Cellular Plus Tel: 2870680-1 Mob: 0300-8551617
Minhas Communication Tel: 2870075 Mob: 0320-4505776
M.Z. Tel: 2870680
SZAC Tel: 5524050
Mobile Vision Mob: 0300-8502295
Beeps & Bells Tel: 5529990

WAH CANTT
F. M. Telecom Tel: 541103 Mob: 0300-8559192

JHELUM
U-Fone Tel: 610159

MIRPUR
Rose Color Lab Tel: 43412, 45799

PESHAWAR
U-Fone Tel: 279941

ABBOTTABAD
Prism Electronics Tel: 381727

COLOR LABS. (PVT.) LTD

DISPLAY CENTRE: 55-D, Chamberlain Road, Lahore. Tel: 7232623, 0300-9489105

Telecommunication Division

JWT Asiatic

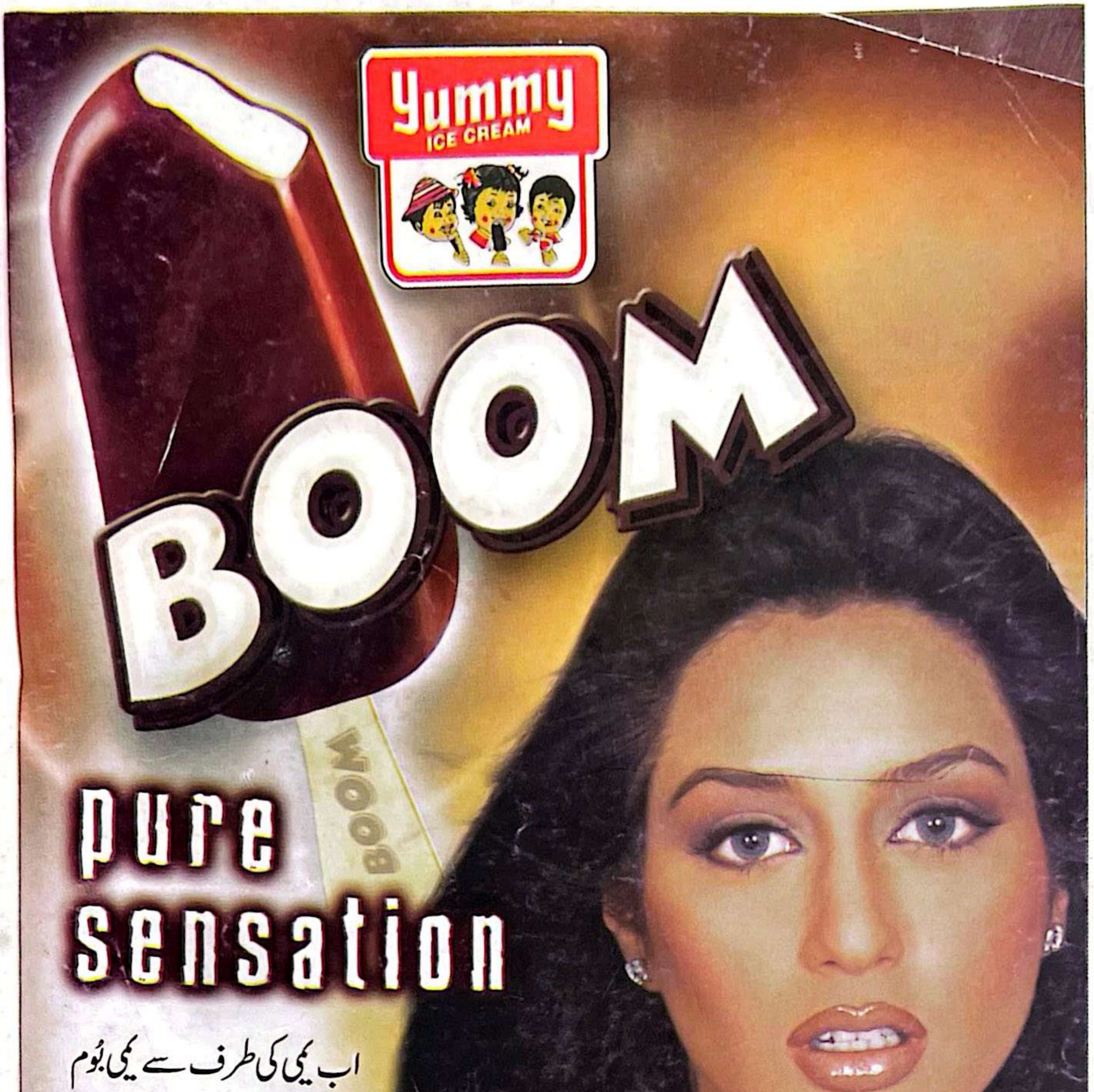

Yummy
ICE CREAM
BOOM
BOOM
pure
sensation
اب یمی کی طرف سے یمی بُوم
امپورٹڈ یورپین چاکلیٹ کا
سنسنی خیز ذائقہ . . .
صرف
20
روپے
EVERNEWCONCEPTS